

# عقل پیدار

تصنیف لطیف  
سلطان العارفین حضرت سلطان بابا محمد الغزنوی

ترجمہ و شرح  
صاحبزادہ فقیر عبدالحمید نوری کلاچی  
ضلع ڈیرہ اسماعیل خان۔

فقر و تصوف کی

دنیا بھر میں

بے مثل کتاب



جسے  
سُلطان الفقراء حضرت فقیر نور محمد سرسری قدس سرہ العزیز کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان نے اپنے تیس سالہ

مشاہدات و مجاہدات کے بعد اپنے روحانی مربی و پیشوا صاحب نطق و تصرف کل، سُلطان العارفین  
برہان الوصلین، فنا فی عین ذات یا ہُو حضرت سُلطان باہُو قدس اللہ سرہ العزیز کی  
حضور میں تصنیف فرمایا ہے۔ کتاب کیا ہے۔ منظر اور محیر العقول و مہتی علوم کا خزانہ ہے  
اردو میں اس کے بہتر آج تک کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ یعنی ڈیرہ بہ جباب اندر و دنیا بہ  
کتاب اندر کا صحیح مصداق ہے سالکانِ راہ نے اسے تصوف و روحانیت کا شاہکار قرار دیا  
ہے۔ جلد اول علم اکبر یعنی تصور اسم اللہ ذات اور جلد دوم علم تکبیر یعنی دعوت القبور کہلاتا ہے۔

مخزن الاسرار

سُلطان الاوراد

قبلہ حضرت فقیر صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے تجربے اور مشاہد کی بنا پر طالبان  
حق کیلئے اس کتاب میں پانچ ایسے نادر و نایاب روحانی تحفے جمع کئے ہیں  
جن کے دن راتِ حالی پڑھنے سے ہی طالب کی انشاء اللہ گنج بے رنج۔  
راز بے ضمت ریا اور مشاہد بے مجاہد حاصل ہو جائیگا۔ اور بغیر محنت و  
ریاضت جلدی طالب صادق اللہ تعالیٰ سے وصل اور حضور پر نور مجلسِ حضرت محمد رسول اللہ میں داخل ہو  
جائے گا۔ یہ کتاب کلید کنز کوئین اور مفتاح گنج سعادت دارین ہے۔

ملنے کا پتہ، حضرت فقیر عبد الحمید سرسری قادری سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت سُلطان الفقراء  
نور میڈیکل سروس۔ کلاچی شریف۔ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان (صوبہ سرحد)

# جملہ حقوق محفوظ ہیں

باردوم ..... ۲۰۰۲ء

تعداد ..... ایک ہزار

ہدیہ ..... ۲۰۰ روپے

مطبع ..... شناخت پریس، لاہور

ناشر:

صاحبزادہ فقیر عبدالحمید سروری قادری

نوری دربار کلاچی، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان، صوبہ سرحد

# فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
-	گزارش احوال واقعی	-
۱-	اس سے قبل کتاب ہذا کا صحیح مفہوم اور ترجمہ منظر عام پر نہ آتا۔	-
۲-	پہلے تراجم کو پڑھ کر سلطان باہو کی تعلیمات اور روحانی فلسفے کا قطعاً کوئی سمجھ نہیں آتی۔	۸
۳-	یہ لفظی تراجم ہیں ان کے ساتھ کوئی شرح اور وضاحت موجود نہیں۔	۸
۴-	سلطان باہو کے فقر کا سارا دار و مدار مشق اسم اللہ ذات پر ہے۔	۸
۵-	تصوف کی مشکل ترین اصطلاحات کی کوئی تشریح اور وضاحت نہیں کی گئی جس کے باعث قاری کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔	۸
۶-	علم تصوف میں اصطلاحات کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔	۹
۷-	عقل بیدار کے اس ترجمہ میں شرح کے علاوہ تمام اصطلاحات کی تشریح اور وضاحت بھی موجود ہے۔	۱۰
۸-	سلطان باہو کی فارسی کتابوں کے صحیح ترجمے کا حق صرف وہی مترجم ادا کر سکتا ہے جو ان کے سلسلے سے منسلک ہو۔	۱۰
۹-	سلطان باہو کی فارسی کتابوں میں سب سے اہم اصطلاح مشق تصور اسم اللہ ذات، مشق وجودیہ اور علم دعوت الیقین ہے۔	۱۱
۱۰-	حضرت فقیر نور محمد نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "عرفان" میں حضرت سلطان باہو کے فقر کی تمام اصطلاحات کی تشریح بڑے خوبصورت طریقے سے کر دی ہے۔	۱۱
۱۱-	سلطان باہو کی تمام کتابوں (فارسی) کی طرز نگارش اور انداز تحریر ایک جیسا ہے۔	۱۱
۱۲-	حضرت سلطان باہو کے مختصر حالات زندگی۔	۱۵
	عقل بیدار	۲۰
۱۳-	کنج تصرف کیسیا یعنی سونا چاندی بنانے کے تمام علم کی توفیق و رت ہے۔	۲۱



نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۴۔	اس کتاب کی تعریف مصنف کی زبانی۔	۲۲
۱۵۔	جس کو باطنی بصارت حاصل ہو وہی حق کی معرفت پہنچتا ہے۔	۲۵
۱۶۔	حضرت سلطان بہنو کے روحانی مراتب حضور کی زبانی	۲۵
۱۷۔	علم غیب صرف خدا جانتا ہے اور خدا اپنے خاص بندوں کو یہ علم عطا کرتا ہے۔	۳۰
۱۸۔	یقین کی تشریح۔	۳۰
۱۹۔	مرشد کی توجہ کے بغیر طالب کسی منزل اور مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔	۳۷
۲۰۔	آخر انتہائے فقر کیا ہے؟	۳۸
۲۱۔	فقیہ کا دشمن تین باتوں سے خالی نہیں ہوتا۔	۳۹
۲۲۔	قادر ہی طریقے کی فضیلت۔	۵۳
۲۳۔	مشکل وقت میں حضرت جبرائیلؑ کی حاضری کا طریقہ۔	۵۴
۲۴۔	علم تین طرح اور تین قسم کا ہے۔	۵۶
۲۵۔	نقش مشق و جود یہ	۷۲-۷۳ الف
۲۶۔	نغمہ و سرود کا مشروط جواز	۷۳
۲۷۔	نقش مرقوم و جود یہ	۸۱
۲۸۔	شرح مراقبہ	۱۰۲
۲۹۔	قبر محمدؐ پر دعوت کا طریقہ	۱۰۴
۳۰۔	شرح حاضرات اسم اللہ ذات	۱۰۷
۳۱۔	دل کی حقیقت	۱۱۶
۳۲۔	مدح شاہ جیلان	۱۱۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۲۔	شرح انتقال	۱۲۱
۳۳۔	شرح دم	۱۲۷
۳۵۔	شرح علم دعوت و عامل دعوت	۱۳۱
۳۶۔	شرح علم دعوت	۱۵۱
۳۷۔	شرح پیر و مرشد	۱۵۴
۳۸۔	شرح طالب مرید	۱۵۵
۳۹۔	دل کی حقیقت	۱۵۸
۴۰۔	حقیقی نماز	۱۶۰
۴۱۔	روزہ کا تصرف	۱۶۰
۴۲۔	صادق و ناقص مرید کی شناخت	۱۶۲
۴۳۔	شرح معرفت	۱۶۵
۴۴۔	شرح اسم اللہ ذات و اسم محمدؐ	۱۷۴
۴۵۔	شرح یقین	۱۷۷
۴۶۔	شرح حاضرات اسم اللہ ذات و حاضرات کلہ طیبہ تبرکات	۱۹۲
۴۷۔	شرح دعوت	۲۰۰

## گزارش احوالِ واقعی

برصغیر ہندو پاک میں سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی فارسی تصانیف کے اردو تراجم سب سے پہلے ملک چن دین تاجر کتب لاہور نے اللہ والے کی قومی دکان نامی ایک اشاعتی ادارے کی طرف سے کروا کر شائع کیے۔ اس سے قبل اور بعد میں ایات باہو (سرائیکی) کے اردو اور انگریزی میں متعدد تراجم منظرِ عام پر آئے۔ ان میں سے ایک ترجمہ ملک چن دین نے بھی طبع کرایا تھا۔ ایات باہو کا ترجمہ چونکہ آسان تھا اس لیے بہت سے لوگوں نے اس طرف توجہ دی مگر فارسی تصانیف کا ترجمہ چونکہ مشکل تھا اور کتابیں بھی بہت ساری تھیں اور ان کی طباعت اور ترجمے کے لیے کثیر رقم کی بھی ضرورت تھی اس لیے اس میدان میں ملک چن دین تنہا تھے۔ ان کا یہ کام اس لحاظ سے گو بہت مفید اور مستحسن تھا کہ انہوں نے پہلی بار حضرت سلطان باہو کی فارسی کتابوں کا اردو ترجمہ کر کے لوگوں کو ان کی تعلیمات اور افکار سے روشناس کرایا۔ مگر وہ خود چونکہ عالم نہ تھے اور خالصتاً ایک تاجر کتب تھے اور ان کا نقطہ نظر محض کاروباری اور تاجرانہ تھا اس لیے انہوں نے ترجمے کا کام ایسے مولوی حضرات سے کر دیا جو کم سے کم معاوضہ طلب کریں اور ترجمہ کرنے والے یہ مولوی حضرات نقشبندی مسلک اور سلسلے سے تعلق رکھتے تھے اور خود ملک چن دین کا تعلق بھی نقشبندی مجددی سلسلے سے تھا۔ لہذا سلسلہ قادریہ سے عدم تعلق اور اس کے مشاغل، اعمال اور ذکر اذکار سے عدم واقفیت کے باعث سلطان باہو کی فارسی تصانیف کا صحیح مفہوم اور ترجمہ منظرِ عام پر نہ آ سکا۔ ان مولوی صاحبان نے کم معاوضے پر جلدی جلدی ترجمے کا

کام کیا اور اس کا پورا حق ادا نہیں کیا اور چونکہ وہ سلطان باہو کی مخصوص طرز نگارش اور خود وضع کردہ اصطلاحات سے بالکل نابلد تھے اس لیے غلط تراجم کر ڈالے جس کی وجہ سے مفہوم کچھ کا کچھ ہو کر رہ گیا۔ ان تراجم کو پڑھ کر سلطان باہو کی تعلیمات اور روحانی فلسفے کی قطعاً کوئی سمجھ نہیں آتی۔

دوسرا بڑا نقص ان تراجم کا یہ ہے کہ یہ صرف لفظی تراجم ہیں ان کے ساتھ کوئی شرح اور وضاحت موجود نہیں۔ ان تراجم کو پڑھ کر اکثر لوگ یہ شکایت کرتے سنے گئے ہیں کہ ان تراجم کو پڑھنے کے بعد کوئی پتہ نہیں چلتا کہ مشق تصور اسم اللہ ذات کیا شے ہے۔ اس کو کس طرح شروع کرنا چاہیے اور اس کا مکمل طریقہ کار کیا ہے۔

سلطان باہو کے فقر کا سارا دار و مدار مشق تصور اسم اللہ ذات پر ہے اور تمام کتابوں میں اسی کو اپنے مخصوص فقر کی بنیاد اور اساس بنایا گیا ہے۔ گزشتہ تراجم میں علم دعوت القبور کے متعلق بھی کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کیا چیز ہے اور اس کی کیا ترکیب ہے۔ دعوت القبور کا علم اور عمل بھی سلطان باہو کے فقر کا مرکزی اور محوری عمل اور علم ہے اور اس کا ذکر بھی سلطان باہو کی تمام کتابوں میں موجود ہے۔ علاوہ ازیں ان کتابوں کی کتابت، کاغذ اور طباعت بھی بہت ناقص ہے۔ فارسی اشعار کا ترجمہ نہیں لکھا۔ آیات کے حوالہ جات درج نہیں کیے۔

تیسرا بڑا نقص اور کمی ان تراجم کی یہ ہے کہ سلطان باہو نے ان کتابوں میں سینکڑوں کی تعداد میں تصوف کی مشکل ترین اصطلاحات کا استعمال کیا ہے۔ ان کو اسی طرح نقل کر دیا گیا ہے اور ان کی کوئی تشریح اور وضاحت نہیں کی گئی جس کے باعث قاری کے ذہن پر بہت زیادہ بار پڑتا ہے اور جب اسکی سمجھ میں کچھ نہیں آتا تو وہ دل برداشتہ ہو کر مطالعہ ترک کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔



علم تصوف میں اصطلاحات کی بہت زیادہ اہمیت ہے اور ان کی سمجھ کے بغیر تصوف کے مضامین کو سمجھنا ناممکن ہوتا ہے۔ ویسے ہر فن میں کلام کرنے کے لیے ہم جداگانہ اصطلاحات کے محتاج ہوتے ہیں۔ مثلاً نجاری، معماری، آہنگری غرضیکہ کوئی سا بھی فن ہو اصطلاحات سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ طب، قانون، ہندسہ، منطق، فلسفہ اور سائنس وغیرہ جملہ علوم اصطلاحات کے محتاج ہیں۔ فقہ، حدیث اور علم کلام بھی اصطلاحات سے خالی نہیں۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے بھی اپنی شان میں ید، ساق، قدم استواء، وجہ اور صُحک وغیرہ الفاظ استعمال کیے ہیں جو سب کے سب اصطلاحات ہی ہیں اور جنہیں اصطلاحات شریعت میں مشابہات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

تصوف کا تعلق چونکہ ان امور سے ہے جو محسوسات سے بہت اعلیٰ و ارفع ہیں۔ اس علم میں اصطلاحات سے کام لینے کی سب سے زیادہ ضرورت پیش آئی۔ جو فن کہ انسان کو محسوس سے غیر محسوس اور معلوم سے غیر معلوم کی جانب لے جائے اس کے اظہار و بیان کے لیے اصطلاحات سے کیونکر استغنا برتا جاسکتا ہے۔ تصوف میں اصطلاحات کی ضرورت ایک تو اس وجہ سے ہے کہ معمولی زبان محدود اور اپنی لغوی حیثیت سے محدود تر ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ تصوف میں اس کی اشد ضرورت ہے کہ بعض مضامین رموز و کنایات میں ادا کیے جاتے ہیں تاکہ اغیار اور نااہلوں سے پوشیدہ رہیں۔

معانی کی جو تصویریں دل میں پوشیدہ ہوتی ہیں ان کی جانب رموز و کنایات ہی سے اشارہ کیا جاتا ہے۔ رموز و کنایات پر قناعت نہ کی جائے اور ان امور کو صاف صاف روزمرہ کی گفتگو میں بیان کر دیا جائے تو عوام جو حقیقت تک پہنچنے سے قاصر ہیں، کچھ کا کچھ سمجھ لیں اور فتنہ میں مبتلا ہو جائیں۔ نوبت کفر تک پہنچے اور تباہی کا ذریعہ بنے۔ مصلحت الہی کا مقتضاء یہ بھی ہے کہ اشیاء کے ظواہر کے ساتھ ان کے بواطن بھی قائم رہیں۔ حقائق کو رموز میں بیان نہ کیا جاتا تو بواطن کا سلسلہ ہی ٹوٹ جاتا اور

بواطن کا سلسلہ ٹوٹنے سے نظامِ عالم درہم برہم ہو جاتا۔ پس مصلحتِ الہی یہی ہے اور سنت اللہ یوں جاری ہے کہ رموز و اسرار کے علوم صرف ان ہی لوگوں پر منکشف ہوں جو ان علوم کی اہلیت رکھتے ہیں اور ایسے لوگ تعداد میں ہمیشہ کم اور عوام میں ممتاز ہوتے ہیں۔ ان راہروانِ طریقت کے لیے اصطلاحات کا تقرر اور تحفظ از بس ضروری ہے۔

لہذا میں نے اس ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ترجمہ کرتے وقت تشریح کے ساتھ ساتھ تمام اہم اور ضروری اصطلاحات کی بھی تشریح اور وضاحت کر دی ہے تاکہ قارئین کو کتاب کے مندرجات سمجھنے میں آسانی ہو۔ اس سے قبل حضرت قبلہ فقیر نور محمد صاحب سروری کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان باہو کی کتاب نور الہدیٰ کا ترجمہ ”حق نماء“ کے نام سے کر کے اسے طبع کرایا اور پہلی بار اس کی مکمل شرح بھی حاشیے میں بہت عمدہ انداز میں تحریر فرمائی ہے۔ جس کی افادیت ان سابقہ تراجم سے بہت زیادہ ہے جن کے ساتھ کوئی شرح موجود نہیں ہے اور چونکہ سلطان باہو کی تمام کتابوں میں بار بار ایک ہی طرح کی اصطلاحات تحریر ہیں اس لیے حضرت قبلہ کی شرح پڑھ کر ان تمام اصطلاحات کی سمجھ آ جاتی ہے جو سلطان باہو کی جملہ فارسی کتابوں میں مرقوم ہیں۔

”عقل بیدار“ کا یہ ترجمہ اس لحاظ سے بہت زیادہ اہمیت کا حامل اور مفید ہے کہ ترجمہ اور شرح کے علاوہ اس میں تمام اصطلاحات کی تشریح اور وضاحت بھی موجود ہے اور امید ہے کہ آئندہ جو بھی شخص سلطان باہو کی فارسی کتابوں کا ترجمہ اور تشریح کرے گا وہ ان تمام امور کو ملحوظِ خاطر رکھے گا جس کی وجہ سے ان کتابوں کے مندرجات اور سلطان باہو کی تعلیمات اور فقر کو سمجھنے میں مزید آسانی اور سہولت ہوگی۔ سلطان باہو کی فارسی کتابوں کے صحیح ترجمے کا حق صرف وہی مترجم ادا کر سکتا ہے جو سلطان باہو کے سلسلے سے منسلک ہو۔ جس نے ان کتابوں کو متعدد بار غور سے پڑھا ہو اور جسے سلطان باہو کی

وضع کردہ اصطلاحات سے واقفیت ہو اور جو ان کتابوں کو پڑھ کر اور ان پر عمل کر کے اس فقر کی راہ کا شناسا ہو اور جسے اپنی ریاضت اور مجاہدے کے سبب روحانی مشاہدات اور تجربات سے عملی طور پر واسطہ پڑا ہو جس نے اس فقر خاص کی منازل کسی حد تک طے کی ہوں۔ اس کے بغیر ان کتابوں کا صحیح ترجمہ اور تشریح کرنا ممکن نہیں۔

حضرت قبلہ فقیر نور محمد صاحب سروری کلاچوی نے تمام عمر ان کتابوں کو پڑھا، ان کو اپنے ہاتھ سے بار بار لکھا، ان کو سمجھا اور زندگی بھر ان پر عمل کر کے ان تمام منازل اور مقامات کو طے کیا اور ان مراتب اور درجات کو حاصل کیا جو ان کتابوں میں درج تھے۔

میرے سامنے چونکہ حضرت قبلہ کے تمام مشاہدات اور روحانی تجربات موجود تھے میں مدتوں تک ان کی صحبت میں رہ کر ان کتابوں سے متعلق معلومات حاصل کرتا رہا۔ ان کی گفتگو، ان کی تشریحات اور وضاحتیں سنتا رہا۔ اس لیے یہ ترجمہ اور شرح گویا حضرت قبلہ کے مشاہدات، تجربات، تشریحات اور وضاحتوں پر مشتمل ہے اور سابقہ تراجم سے بدرجہا مفید اور مکمل ہے۔ امید ہے قارئین اسے پڑھ کر مستفید اور محفوظ ہوں گے۔

سلطان باہو کی فارسی کتابوں میں سب سے اہم اصطلاح مشق تصور اسم اللہ ذات مشق وجودیہ اور علم دعوت القبور کی ہے۔ ان اصطلاحات کی تشریح اور وضاحت حضرت قبلہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ”عرفان“ میں اور پھر ”نور الہدیٰ“ کی شرح میں ایسے عالمانہ انداز میں اور ایسے خوبصورت طریقے سے مکمل طور پر کر دی ہے کہ اس کے بعد مزید کسی تشریح اور وضاحت کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور وہ تشریح اور وضاحت حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔ کچھ وضاحتیں میں نے بھی اس کتاب میں کر دی ہیں۔

سلطان باہو کی تمام کتابوں (فارسی) کی طرز نگارش اور انداز تحریر ایک جیسا ہے

اور تمام کتابوں کا مضمون اور موضوع ایک ہی ہے اور ہر کتاب کے تقریباً ہر صفحے پر علم "تصور اسم اللہ ذات" اور علم "دعوت القبور" اور ان سے حاصل ہونے والے درجات، مراتب اور کمالات کا ذکر اور تفصیل موجود ہے۔ سلطان باہو کی کوئی ایک کتاب پڑھ لیں تو گویا آپ نے ان کی تمام کتابیں پڑھ لی ہیں اور تمام کتابیں پڑھ لیں تو گویا آپ نے ایک ہی کتاب پڑھ لی ہے۔ ان کی کوئی ایک کتاب غور سے پڑھ کر سمجھ لیں تو تمام کتابوں کے مندرجات اور مضامین کی سمجھ آ جاتی ہے۔

آپ کی مادری زبان پنجابی (سرائیکی) تھی۔ سرائیکی زبان میں آپ نے جوی حرنی (ابیات باہو) تحریر فرمائی ہے وہ سرائیکی شعری ادب کا شاہکار ہے۔ سرائیکی بولنے والے اس سی حرنی کو مدتوں سے انتہائی ذوق و شوق سے پڑھتے رہے ہیں اور رہتی دنیا تک پڑھتے رہیں گے۔ یہ سی حرنی سرائیکی بولی جانے والے علاقوں میں بے حد مقبول اور مشہور ہے۔ مگر آپ کا فارسی نثری اور شعری کلام اس قدر مقبول اور مشہور نہیں ہوا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فارسی آپ کی مادری زبان نہیں تھی۔ البتہ اس وقت کے مغلیہ عہد کی دفتری اور سرکاری زبان ضرور تھی اور آپ نے کسی مدرسے میں باقاعدہ تعلیم نہیں پائی اور خود اپنے بارے میں تحریر فرمایا کہ "من و محمد عربی ہر دو امی بودہ ایم۔" کہ میں اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ناخواندہ رہے ہیں اور نیز لکھا ہے کہ "اگرچہ نیست مارا علم ظاہر" یعنی مجھے ظاہری علم حاصل نہیں۔

سلطان الطاف علی صاحب جو آپ کی اولاد میں سے ہیں اپنی کتاب "ابیات باہو" کی شرح میں لکھتے ہیں کہ سلطان باہو کی اپنی کتب سے ثابت ہوتا ہے کہ دنیا میں تشریف لا کر آپ نے کسی استاد سے علم حاصل نہیں کیا۔

حضرت سلطان حامد نے مناقب سلطانی میں لکھا ہے کہ واردات و جذبات الہی کی



کثرت کے سبب آپ کے لیے ظاہری علم حاصل کرنے کے لیے کوئی وقت نہ بچتا تھا۔ اس لیے آپ کے فارسی نثری اور شعری کلام میں وہ فصاحت و بلاغت اور پختگی نہیں پائی جاتی جو اہل زبان فارسی ادیبوں اور شاعروں کے کلام میں ملتی ہے۔ ڈاکٹر سید نذیر احمد نے کلامِ باہو (مطبوعہ عیسیٰ پبلشرز لمیٹڈ لاہور) میں لکھا ہے کہ آپ کی فارسی غزلیات زبان و بیان کے اعتبار سے کچھ یونہی سی ہیں۔ فارسی دیوانِ باہو (مطبوعہ حضرت سلطان باہو اکیڈمی لاہور) میں ڈاکٹر کے۔ بی۔ نسیم صاحب صدر شعبہ فارسی پشاور یونیورسٹی نے لکھا ہے کہ سلطان باہو کے فارسی کلام کے مہیا نسخوں میں بعض اشعار مروّجہ بحروں سے ہٹ گئے ہیں۔ اوزان کے بے جوڑ ہونے کے متعلق انہوں نے لکھا ہے کہ متن کی تیاری میں ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ اوزان بے جوڑ معلوم نہ ہوں۔ زیادہ ردّ و بدل نہ کرنے کی ایک وجہ یہ تاثر بھی ہے کہ شاید خود سلطان باہو نے روحانی تجربے اور جذبے کی شدت کے باعث مروّجہ بحور کا چنداں خیال نہ رکھا ہو۔ نقشِ باہو (مطبوعہ لوک ورثہ اشاعت گھر اسلام آباد) میں مسعود قریشی صاحب نے لکھا ہے کہ سلطان باہو کی فارسی غزلوں کی نمایاں اور چونکا دینے والی انفرادیت یہ ہے کہ جو غزلیں ردّی میں ہیں یعنی جن میں ردیف نہیں صرف قافیہ ہے ان میں تو ہم قافیہ الفاظ کا اہتمام کیا گیا ہے لیکن جن غزلوں میں ردیف ہے ان میں قافیہ کا کوئی اہتمام نہیں۔ وہ غزل میں قافیہ اور ردیف میں سے ایک ہی کو لازم سمجھتے تھے۔ اس لحاظ سے یہ غزلیں غزلِ معرّی کی صف میں آتی ہیں جو قافیہ کی پابندی سے آزاد ہیں۔ نظمِ معرّی اور نظمِ آزاد اب ایک مستند صنفِ سخن کا درجہ اختیار کر چکی ہیں لیکن غزلِ معرّی میں ابھی اس تجربے کا آغاز نہیں ہوا۔ اس کے علاوہ جن اشعار میں قوافی کا اہتمام موجود ہے وہاں بھی ہم قافیہ الفاظ اور قوافی کی صحت کا اہتمام نہیں کیا گیا۔ ”عقل

طرف اشارہ نہیں فرمایا کہ وہ ہاشمی علوی ہیں اور نہ ہی سادات میں سے ہونے کا کوئی کنایہ آپ کی تحریروں میں ملتا ہے۔ آپ کی اولاد میں سے کسی نے اپنے نام کے ساتھ ہاشمی علوی تحریر نہیں کیا۔ اور ان علاقوں کے اعوان قبیلے کا کوئی بھی فرد ہاشمی علوی نہیں کہلاتا۔

سلطان باہو اور آپ کی اولاد میں سے تمام بزرگ ساداتِ عظام کا انتہائی ادب اور احترام کرتے تھے۔ حضرت غلام باہو کے بارے میں ایک بصیرت افروز واقعہ ”مناقبِ سلطانی“ میں لکھا ہے کہ آپ کے دل میں ساداتِ عظام کا ادب اس درجہ تھا کہ جب کوئی سید آپ کی مجلس میں آتا تو آپ اٹھ کھڑے ہوتے اور اس قدر فروتنی سے کام لیتے جس سے یوں معلوم ہوتا کہ گویا آپ نے خاص اسی سید سے باطنی فیض حاصل کیا ہے اور یہی سید آپ کا مرشد ہے۔ ایک دفعہ آپ ایک شادی پر گئے۔ ایک نوجوان رئیس سید دولت مند جو بدکار اور شرابی تھا زرو لباس پہنے خوب اکڑا کڑا کر منہ میں حقہ لیے چار پائی پر بیٹھا تھا۔ حضرت غلام باہو چند درویشوں سمیت تجدید وضو کے لیے وہاں سے گزرے۔ اس سید کے حالات دیکھ کر پہلے تو آپ نے پہلو تہی کیا اور منہ موڑ کر ابھی چند قدم ہی گئے تھے کہ اچانک لوٹ کر اسی سید کی خدمت میں آئے اور سلام کلام کے بغیر اس سید کے قدموں کے پاس ناپاک زمین پر بیٹھ گئے اور اپنے دنوں ہاتھ اس سید کے پاؤں پر رکھ کر اپنے چہرے اور داڑھی پر ملے اور پھر چپ چاپ اٹھ کر وضو کے لیے چلے گئے۔ اس سید کا ادب اور احترام اس کے اصل نسب کی وجہ سے کیا۔

حضرت سلطان باہو کے والد حضرت بازید محمدؒ نے اولاد کی خاطر آخری عمر میں نیا نکاح کیا۔ کیونکہ آپ کے ہاں کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی۔ یہ نیا نکاح حضرت بی بی راستی صاحبہ قدس سرہا سے ہوا جو آپ کی ہم کفو تھیں۔ ان کے بطن سے حضرت سلطان باہو

کی ولادت باسعادت ہوئی۔ حضرت سلطان باہو حضرت بازید محمدؒ کے اکلوتے فرزند تھے۔ کیونکہ آپ کے دستیاب سوانح حیات میں آپ کے کسی بھائی کا ذکر نہیں ملتا۔ اس طرح سلطان باہو اس بہت بڑی جاگیر کے واحد مالک و مختار تھے جو بازید محمدؒ گو شاہ جہان بادشاہ کی طرف سے ملی تھی۔ مناقب سلطانی میں لکھا ہے کہ بازید محمدؒ نسل بعد نسل رئیس اور شریف تھے اور یہ ریاست جاگیر اور شرافت حضرت سلطان باہو کے حصے اور ورثے میں بھی آئی اور آپ تنہا اس کے مالک تھے۔ مناقب سلطانی کے مطابق سلطان باہو نے اس جاگیر اور ریاست، کو ضائع نہیں کیا اور وہ جاگیر اب تک سلطان باہو کے سجادہ نشینوں کے قبضے میں ہے۔

اپنی اس ذاتی جاگیر (ارضی) میں آپ کے کھیتی باڑی کرنے کا ذکر بھی مناقب سلطانی میں موجود ہے۔ اتنی بڑی جاگیر سے اتنی بڑی آمدنی بھی ہوتی تھی جو یقیناً سلطان باہو اور آپ کے آٹھ بیٹوں کی آپ کی زندگی ہی میں تصرف میں تھی اور اس سے آپ کے کنبے کے اخراجات پورے ہوتے تھے اور یقینی طور پر اس بڑی آمدن سے آپ خوشحال زندگی گزارتے تھے جیسا کہ بعد میں آپ کی اولاد خوشحال زندگی گزارتی آئی ہے۔ مگر اس کے باوجود آپ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح فقیری اور درویشی کی زندگی اختیار فرمائی اور آپ کا فقر فقیری اور درویشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اختیاری تھا اور آپ نے دیدہ دانستہ فقیری اور درویشی اختیار کی اور دنیا کو عملاً ترک فرمایا۔ ورنہ آپ کے ہاں دنیاوی اور مالی وسائل کی کوئی کمی نہیں تھی۔

حضرت سلطان باہو کی بیعت کے متعلق مناقب سلطانی میں لکھا ہے کہ آپ کو اپنی والدہ محترمہ نے ظاہری مرشد تلاش کر کے بیعت ہونے کی تلقین کی۔ چنانچہ آپ ظاہری مرشد کی تلاش میں پہلے گڑھ بغداد حضرت شاہ حبیب اللہ صاحبؒ کی خدمت میں پہنچے۔ شاہ صاحب نے آپ کی عالی ظرفی اور وسیع استعداد اور صلاحیت کا مشاہدہ

فرمایا تو کہا: اے درویش! جس نعمت کے تم مستحق ہو وہ ہمارے امکان سے باہر ہے۔  
 البتہ ہم تمہاری رہنمائی کرتے ہیں اور جہاں تمہارا نصیب ہے ہم بتائے دیتے ہیں وہاں  
 سے اپنا نصیب حاصل کرلو۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ تم میرے شیخ سید پیر عبدالرحمن  
 دہلوی قادری کی خدمت میں جاؤ۔ حضرت سلطان باہو سید پیر عبدالرحمن صاحب کی  
 خدمت میں پہنچے، بیعت ہوئے اور اپنا ازلی نصیب پایا۔ سید پیر عبدالرحمن صاحب بھی  
 آپ کے والد بازید محمدؒ کی طرح شاہی منصب دار ہی تھے۔

میں نے کتاب ”عقل بیدار“ کا ترجمہ اور شرح لکھتے ہوئے امکانی کوشش کی ہے  
 کہ ترجمہ صحیح اور درست ہو اور اس کا پورا پورا حق ادا ہو۔ لیکن انسان خطا کا پتلا ہے۔  
 اگر قارئین کرام کو کوئی کمی، نقص اور غلطی نظر آئے تو درگزر سے کام لیں اور میرے حق  
 میں دعائے خیر فرمائیں۔

مترجم و شارح

فقیر عبدالحمید سروری کلاچوی



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## عقل بیدار

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۱ (الفاتحہ) سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔

هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ  
مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ  
رَبِّ الْعَالَمِينَ ۵ (المومن)  
وہی زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔  
اپنے دین کو اسی کے لیے خاص کر کے اسی  
کو پکارو۔ ساری تعریف اللہ رب العالمین  
کے لیے ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ  
الْكَافِرُوْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ۵ (محمد)  
وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۵ (الاعراف)  
یہ اس لیے کہ ایمان والوں کا مولیٰ اللہ ہے  
اور جو کافر ہیں ان کا کوئی مولا نہیں۔  
اور عاقبت پرہیزگاروں کے لیے ہے۔  
وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَّاتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۵  
(الحجر)  
اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت  
کرتے رہو۔

اور نعت متبرک حیات النبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جن کے حق میں  
فرمایا گیا:

۱: مسلمان مصنفین کی یہ ایک روایت چلی آرہی ہے کہ وہ اپنی نگارشات کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء سے کرتے ہیں اور پھر رسول مقبول کے حضور نذرانہ درود و سلام پیش کرتے ہیں۔ حضرت سلطان باہو نے اپنی تمام تصانیف میں اس مبارک روایت کو پوری طرح برقرار رکھا ہے اور اس کا پورا حق ادا کیا ہے۔ الحمد للہ سورۃ فاتحہ کی ابتدائی آیت کا پہلا حصہ ہے۔ خدائے بزرگ و برتر نے اپنی کتاب مقدس کے شروع میں اس روایت کا آغاز فرمایا ہے اور یہ چونکہ سنت الہیہ ہے اس لیے بزرگان دین نے اس کا اتباع کیا۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ ۝ (التوبه)  
وہی اللہ ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور  
سچے دین کے ساتھ بھیجا۔

وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ ۝ أَنْ أَذْوَٰا  
إِلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ ۖ إِنِّي رَسُولٌ ۝ آمِنٌ ۝  
ان کے پاس ایک نہایت شریف رسول  
آیا۔ اور اس نے کہا کہ اللہ کے بندوں کو  
(الدخان) میرے سپرد کر دو۔ بیشک میں تمہارے لیے  
ایک امانت دار رسول۔

قَاب قَوْسَيْنِ مُحَمَّدٌ مَّصْطَفَىٰ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی عظیم شان ہے وہ اللہ کی ذات میں فنا  
ہیں اور ان کی جان اور روح لامکان میں ذات کبریا کے ساتھ ہے۔ درود و سلام ہوا احمد  
مجتبیٰ اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر، ان کی آل پر، ان کے اصحاب پر اور ان کے تمام  
اہل بیت پر۔

بعد ازاں اس کتاب کا مصنف، جس کی یہ تصنیف ہر طرح کی تالیف سے مبرا  
ہے، یوں سخن طراز ہے کہ اس کتاب میں گنج تصرف کیما سونا چاندی بنانے کے تمام علم  
کی توفیق درج ہے جو طالب کو مکمل طور پر بے نیاز کر دے اور اس کتاب میں اللہ کے  
قرب، وصال، مشاہدے اور جمعیت و معراج کی حقیقت تحریر ہے۔ جس سے رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار پر انوار اور مجلس محمدی کا شرف حاصل کرنے کا خصوصی اور  
مکمل طریقہ حاصل ہوتا ہے اور یہ کتاب اس بات کی رہبر اور رفیق ہے کہ تمام انبیاء

۱۔ علم کیما۔ اس کی کچھ تشریح حضرت قبلہ فقیر نور محمد صاحب نے کتاب ”حق نماء“ کے صفحہ ۱۴۹ پر حاشیے میں تحریر  
فرمائی ہے اس کو وہاں دیکھیں۔ اس سلسلے میں مزید جو بات ہے وہ یہ ہے کہ اصطلاح میں کیما سونا چاندی بنانے  
کے علم کو کہتے ہیں۔ اس علم کا ہر دور میں بڑا چرچا رہا ہے اور ہر دور میں اکثر شعبہ بازوں نے اس علم کے پردے  
میں سادہ لوح عوام کو خوب لوٹا اور بڑا دھوکہ اور فریب دیا۔ سلطان باہو نے اپنی اکثر کتابوں میں متعدد مقامات پر  
اس کا ذکر کیا ہے۔ مگر اپنی سو سے زائد تصانیف میں کہیں بھی سونا چاندی بنانے کا کوئی نسخہ (باقی اگلے صفحہ پر)

اصفیاء مرسل اور اولیاء اللہ کے ساتھ دائمی صحبت اور ملاقات کرائے اور یہ کتاب ہدایت کرنے والی ہے۔ جو شخص ان تمام باتوں میں شک کرتا ہے وہ دراصل اللہ کی معرفت کا منکر ہے اور اس کا تعلق اس گروہ سے ہے جو جھوٹا، بے دین اور زندیق ہے۔ اس

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحہ کا) یا ترکیب نہیں لکھی۔ البتہ ایک روایت ان سے یہ ضرور منسوب ہے کہ انہوں نے ایک غریب سید کی مالی امداد کی خاطر بطور کرامت مٹی کا ڈھیلہ کھیت میں پھینکا اور وہ جتنے ڈھیلوں سے ٹکرایا وہ تمام سونے میں تبدیل ہو گئے جو اس غریب سید نے اٹھا لیے اور اسکی غربت ختم ہو گئی۔

ابن خلدون (۷۳۲ تا ۸۰۸ھ) نے اپنے مشہور ”مقدمہ“ میں علم کیمیا کی حقیقت بہت ہی اچھے اور عالمانہ انداز میں کھول کر بیان کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ قدرت پہاڑوں اور سونے کی کانوں میں سونا بنانے میں ایک ہزار اسی سال صرف کرتی ہے (اتنی مدت میں سورج اپنا دورہ کبریٰ ختم کرتا ہے) تو کسی کیمیا گر کا گھنٹوں یا منٹوں میں سونا بنالیا بعید از عقل ہے۔ ابن خلدون نے بہت سے حکماء کے اقوال نقل کیے ہیں اور یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اکثر حکماء علم کیمیا کو امور سحریہ میں سمجھتے ہیں اور اس کو خوارق سے جانتے ہیں اور لکھا ہے کہ علم کیمیا میں صناعت و علم کا کوئی دخل نہیں۔ معدنی اشیاء مثلاً سونا چاندی کی تبدیلی و تخلیق عالم طبائع سے بالا اثرات سے رونما ہوتی ہے اور صنائع کا اکسیر کوئی چارہ نہیں۔ جب حقیقت یہ ٹھہری تو جو کیمیا کو ایک صنائی امر سمجھ کر اس کی دھن میں لگا اس نے اپنا قیمتی وقت بھی ضائع کیا اور مال بھی برباد کیا۔ البتہ معجزہ، جادو (سحر) اور کرامت سے ایسا کرنا ممکن ہے۔ کیمیا کا ظہور نفوس کے اثرات سے ہوتا ہے اور یہ ایک خوارق عادت ہے جس کو معجزہ، سحر اور کرامت کہہ سکتے ہیں۔ اکثر لوگ اس سلسلے میں فراڈ ہو گئے رچاتے ہیں اور شعبہ بازی سے کام لیتے ہیں۔ سلطان باہو نے اپنی کتابوں میں جس کیمیا کا ذکر فرمایا ہے وہ کرامت کے ذریعے ظہور میں آتی ہے۔ اولیاء کی نظر اور نگاہ سے مٹی کے ڈھیلے بھی سونے میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ تابے، سیسے اور قلعی وغیرہ کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اسی کتاب کے آخر میں سلطان باہو نے فرمایا ہے کہ علم کیمیا کا عمل اور ہنر ایک بیماری اور زحمت ہے اور کیمیا گر جہان میں چور کی طرح ہے اور ایمان کا دشمن ہے۔ کیمیا گر کا چہرہ ہمیشہ عبرت اور حیرت سے پریشان ہوتا ہے۔ اس سے بات کرنا اور اسکی مجلس میں بیٹھنا شیطانی کے دوسرے میں سے ہے۔ علم اور ہنر کیمیا خدا کے فقیر کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور وہی عطا کرتا ہے۔

۱۔ سلطان باہو فرماتے ہیں کہ ایسا شخص جھوٹا ہے اور اس کا تعلق اس فرقے سے ہے جو اللہ کے قرب، معرفت، وصال اور مشاہدے کا منکر ہے اور جو مجلس محمدی ﷺ اور دائمی صحبت انبیاء اصفیاء اور اولیاء اللہ کا قائل نہیں اور جو ان امور میں شک کرتا ہے وہ زندیقوں کے فرقے سے تعلق رکھتا ہے۔ ایسے لوگ ہر دور اور عہد میں موجود رہے ہیں۔ اور جو روحانیت اور فقر و تصوف کے حقائق کا انکار کرتے ہیں لیکن منکرین تصوف کے علم و فہم میں جب وسعت اور پختگی پیدا ہوتی ہے اور کثرت عمل سے جب صفائے باطنی ان میں آ جاتی ہے۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

طرح کے مراتب ان اصحاب سلسلہ اور احباب طریقت کو حاصل ہوتے ہیں جو اولیاء اللہ میں سرکردہ ہوتے ہیں اور معرفت اور حقیقت میں ان کو دسترس حاصل ہوتی ہے اور وہ ایک دم میں اور ایک قدم پر تمام کل و جز، چھوٹے بڑے مقامات کو باطنی واردات کے علم اور حاضرات اسم اللہ ذات کے قوت سے پلک جھپکنے میں طے کر لیتے ہیں۔ ان کا مرتبہ حد و حساب سے بالاتر ہوتا ہے اور وہم و گمان میں نہیں آتا۔ ”اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔“ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ (المائدہ) ان کا رمز اللہ کا رمز، ان کا عین اللہ کا عین، ان کا ایماء اللہ کا ایماء اور ان کا ارادہ اللہ کا ارادہ ہوتا ہے۔ وہ اسم کے ذریعے مستحق یعنی ذات حق تعالیٰ تک پہنچ کر یہ معمہ حل کر لیتے

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحہ کا) تو صوفیائے کرام کے اقوال و افعال ان کی سمجھ میں آنے لگتے ہیں اور ان کا انکار مبدل پر رجوع ہو جاتا ہے۔ امام احمد بن حنبل، امام مالک، امام غزالی اور ابن جوزی ایسے لوگوں میں شامل ہیں۔ امام احمد نے اوائل میں اپنے بیٹے کو جماعت صوفیہ کے ساتھ بیٹھنے سے منع فرمایا تھا۔ ایک شب صوفیائے کرام کی ایک جماعت ہوا میں اڑ کر آپ کے پاس آئی اور چند مسائل شرعیہ میں آپ سے گفتگو کرنے لگی یہاں تک کہ آپ کو عاجز کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ اس گروہ کے ساتھ مجالست کو لازم پکڑو کیوں کہ خوف خدا کی بدولت ان پر وہ اسرار شریعت منکشف ہوتے ہیں جو ہم پر منکشف نہیں ہوتے۔ ابن جوزی بھی بہت شدت کے ساتھ منکر تصوف تھے اور ایک مدت تک تلخیص ابلیس میں جتا رہے مگر پانچ سال تک قید میں رہنے کے بعد تصوف کی طرف رجوع کیا اور تصوف میں دو کتابیں ”صفوة الصوفیة“ اور ثبات عند الممات لکھیں۔ امام ابوالحسن ابن حرزم کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تازیانہ نے تائب کیا۔ ابن تیمیہ اور انکی جماعت کے لوگ مثلاً قاضی شوکانی صوفیائے کرام کے ساتھ مخالفت میں غلو رکھتے تھے بلکہ دنیا میں ان کو منکر تصوف ہونے کی شہرت حاصل تھی مگر قاضی شوکانی بعد میں تصوف کی طرف مائل ہوئے۔ سلطان باہو بجا طور پر منکرین تصوف کو جھوٹا، بے دین اور زندقہ کہتے ہیں اور یہی صحیح مسلک ہے۔

اعین ذات اور حقیقت کو کہتے ہیں یعنی ان کی حقیقت اللہ کی حقیقت ہوتی ہے اور عین تصوف کی اصطلاح میں ہستی حق میں گم ہونے کو بھی کہتے ہیں۔ عین باعین کا مطلب یہ ہوا کہ طالب کا حق اللہ تعالیٰ کے ساتھ اتحاد ہو جاتا ہے اور وہ فنا فی اللہ ہو جاتا ہے۔ عین کی جمع عیان ہے۔ مولا ناروی فرماتے ہیں:

اولیاء اللہ و اللہ اولیاء بیچ فرقے درمیان نہ بود روا



ہیں۔ اور لوح محفوظ کا علم اسم اللہ کے مطالعے سے ان پر ظاہر ہو جاتا ہے اور تمام کل و جز کا ہر علم لوح محفوظ کے مطالعے میں آ جاتا ہے۔ طریقہ قادری کا مبتدی طالب جب اسم اللہ کی مدد سے پہلے ہی روز لوح محفوظ سے ابتدائی سبق پڑھتا ہے تو پھر اسے ظاہری رسمی رواجی علم کی ضرورت نہیں رہتی۔ یہ مرتبہ عاشقِ اِلَّا اللہ کا ہے۔ ایسا عاشق اللہ کی ذات میں فنا ہو کر معشوق بن جاتا ہے۔ ایسا طالب جو کچھ دیکھتا ہے اور مشاہدہ کرتا ہے وہ غیر مخلوق دیدار کے انوار سے ہوتا ہے۔ یہ طریقہ راہِ سلوک میں مشق وجودیہ کے ذریعے اسم اللہ ذات مرقوم کرنے کا ہے جو امتحان کا راستہ ہے۔ اس میں پہلے ہی روز مقام توحید اور قرب الہی حاصل ہوتا ہے اور کاملوں کو صرف نظر اور نگاہ سے ہی تمام مراتب مل جاتے ہیں۔ اگر وہ چاہیں تو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بادشاہ کو مفلس بھکاری بنادیں اور بھکاری کو بادشاہت کے درجے تک پہنچادیں۔ اس کتاب کے مصنف (سلطان باہو) کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی براہ راست

۱۔ مشق وجودیہ۔ یہ تصوف کی ایک اصطلاح ہے جو غالباً سلطان باہو کی اپنی اختراع اور وضع کردہ ہے اور اس سے قبل اس اصطلاح کو کسی نے استعمال نہیں کیا۔ اسی سلسلے میں ایک اور اصطلاح مشق تصور اسم ذات ہے۔ یہ بھی سلطان باہو کی ہی وضع کردہ ہے۔ سلطان باہو کے فقر میں اس کو بنیادی اور اساسی حیثیت حاصل ہے اور ان کے فقر کا سارا دار و مدار اسی پر ہے اور انہوں نے اپنی تمام کتابوں میں اس کا بار بار ذکر کیا ہے اور تمام روحانی مدارج اور مراتب کے حصول کا انحصار اسی پر بتایا ہے۔ اس کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو سلطان باہو کے تمام فقر کی سمجھ آ جاتی ہے۔ مشق تصور اسم اللہ ذات میں لفظ اللہ دل کے مقام پر، ماتھے اور ناف کے مقام پر تصور اور تفکر کے ذریعے نقش اور مرقوم کیا جاتا ہے جس سے نفس، قلب اور روح کے لطائف زندہ اور بیدار ہوتے ہیں اور مشق وجودیہ میں لفظ اللہ جسم کے تمام اہم مقامات اور اعضاء مثلاً آنکھ، کان، زبان اور ہاتھوں وغیرہ پر تصور اور تفکر کے ذریعے نقش اور تحریر کیا جاتا ہے جس سے ان اعضاء کی طرف اللہ کی تجلی ہوتی ہے اور ان اعضاء کو روحانی اور باطنی زندگی، قوت اور وسعت عطا ہوتی ہے اور انکی راہ باطن کی طرف کھل جاتی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھو کتاب ”عرفان“ حصہ اول مصنفہ حضرت فقیر نور محمد صاحب سروری کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ۔

تصور اسم اللہ ذات کی کچھ مزید تشریح آئندہ چند صفحات پر آئے گی اور اس میں عصر حاضر کے ماہرین نفسیات کے نظریات بھی پیش کیے جائیں گے۔

تلقین و ہدایت اور شفاعت، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وسیلہ اور حضرت پیر دنگیر شاہ محی الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی مریدی اور ارادت کا شرف حاصل ہے۔ جو انہیں شک کرتا ہے وہ بد بخت ہے۔ معلوم رہے کہ ولی اللہ کامل کی بے ریا تصنیف کے مطالعے سے پڑھنے والے کے وجود پر ایسا اثر ہوتا ہے اور اسے اس قدر فائدہ ہوتا ہے کہ وہ روشن ضمیر ہو کر خود بخود حضور ذات حق میں پہنچ جاتا ہے۔ مگر کسی ناقص کی تصنیف سے کوئی مرتبہ اور فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ یہ تصنیف اور یہ کتاب طالبانِ راہ خدا کو اللہ کی رحمت اور فضل و عطا سے نوازتی ہے کیونکہ یہ کتاب خدا کی طرف سے ہے اور اس کا تعلق خدا سے ہے۔

فردا امروز است نماید لقاء کے بہ بیند کور چشمے بے حیاء  
(گذرا ہوا کل امروز بن کر دیدار الہی کرادیتا ہے لیکن جو باطنی طور پر اندھا ہے وہ بے حیا ہے اور اسے کچھ نظر نہیں آتا۔)

وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَى فَهُوَ فِي  
الْآخِرَةِ أَعْمَى ۝  
جو اس دنیا میں (باطنی طور پر) لقمائے  
الہی سے) اندھا ہے وہ آخرت میں  
بھی اندھا ہوگا۔  
(بنی اسرائیل)

ہر کہ مے بیند شناسد حق بدان جفتہ این جا است جانم لا مکان  
(جس کو باطنی بصارت حاصل ہو وہی حق کی معرفت کر سکتا ہے۔ میرا ظاہری جسم اگرچہ  
یہاں اس دنیا میں ہے مگر میری جان اور روح باطنی بصارت کے باعث لامکان کی سیر  
میں مصروف ہے۔)

یہ اس مصنف کا کلام ہے جس کی تصنیف اصل تصوف ہے جس کا قلب ماسویٰ

اللہ سے پاک اور صاف ہے اور جو حضورِ حق کے تصور میں اسیر ہے اور جسے روحانی اہل قبور لطیف کا تصرف حاصل ہے اور جسے اللہ کے قرب کی توجہ نصیب ہے اور جو فنا فی اللہ کی حقیقت کے تفکر کا حامل ہے اور جو حق کے ساتھ رفاقت کی مکمل جمعیت تک پہنچا ہوا ہے اور جو سلوک میں معرفت اور لاہوت کے راستے کی ابتدائی آفات سے فارغ ہے۔ جو اللہ کے ساتھ الہام کے ذریعے ہم کلام ہے جو عیاں طور پر عارف ہے اور جسے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں دائمی حاضری کا شرف حاصل ہے جو قادری مرید ہے اور اس سلسلے کا خانہ زاد غلام اور طالب ہے، یعنی باہو جو یا ہو کے ساتھ ہے جس کے بدن کا ہر بال بغیر سکر<sup>۱</sup> کے قبض اور بسط<sup>۲</sup> کی حالت میں ہے اور جس کا صحو<sup>۳</sup> لغویات اور لہو و لعب سے پاک ہے جو اللہ کی ذات میں غرق ہے اور ہو میں محو ہے اور جس کا سودا سودا<sup>۴</sup> عیاں طور پر روشن ہے۔ جس کے قلب کا لطیفہ بیدار ہے اور غیب کے عالم میں انوار پروردگار کی تجلی اور دیدار کی طرف متوجہ ہے جو اس آیت کے مطابق نعم البدل<sup>۵</sup> بننے والا ہے۔

۱۔ سکر: وہ بے خودی و مدہوشی جو مشاہدہ جمال محبوب کا نتیجہ ہو۔

۲۔ قبض و بسط: وارداتِ قلبی کے بند ہو جانے کو قبض اور انکے کھل جانے کو بسط کہتے ہیں۔

۳۔ صحو: عارف کا غیبت اور بے خودی سے احساس اور ہوش کی جانب آنا۔

۴۔ سودا سودا: دل کا مرکزی سیاہ نقطہ، مرکزِ قلب یا اصلِ قلب۔

۵۔ نعم البدل: اس کے لغوی معنی ہیں اچھا اور بہتر بدل لیکن سلطان باہو نے اس کو تصوف کی ایک اصطلاح کے طور پر استعمال کیا ہے اور یہ اصطلاح بھی ان کی بعض دوسری اصطلاحات کی طرح ایک بالکل نئی، ذاتی اور طبع زاد ہے۔ اس کو آپ نے دوسری کتابوں میں بھی لکھا ہے۔ خصوصاً نور الہدیٰ کلاں میں لکھا ہے کہ نعم البدل کی بے شمار قسمیں ہیں۔ خدا جانے سلطان باہو کی اصلی مراد نعم البدل کی اصطلاح سے کیا ہے مگر آپ کی کتابوں کے گہرے مطالعے کے بعد اور ذاتی مشاہدات اور تجربات کی بنا پر اس کا جو مفہوم سمجھ میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ سلطان باہو نے یہاں نعم البدل کا لفظ استعمال کرنے کے بعد آیت کُلُّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَأْنٍ تَخْرِیرَ مَائِیَہِ اور نعم البدل کو اسی سے مشابہت اور تطبیق دی ہے کہ ہر آن نئی شان میں ہے تو اس کا مفہوم یہ ہوا کہ فقراء اور اولیاء کو بھی ہر آن نئی شان، مراتب اور نئے درجات نعم البدل کے طور پر عطا ہوتے ہیں۔ سلطان باہو نے یہاں لکھا ہے کہ خود وہ اس قسم کا نعم البدل بننے والے ہیں اور طالبوں کو ان کے صدق اور ذکر الہی کا بہتر بدل ہر روز نئے اور بلند درجات اور مراتب کی صورت میں عطا کرنے والے ہیں۔



كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ۝ (الرحمن) وہ ہر آن نئی شان میں ہے۔

جو عارفوں کو روزِ ازل سے مرتبہٴ فنا فی اللہ دکھانے والا اور حق تعالیٰ کا فیض اور فضل عطا کرنے والا ہے یعنی مصنف فقیر باہو ولد محمد بازید عرف اعوان ساکن قلعہ شور، اللہ اسے آفتوں اور ظلم سے محفوظ رکھے۔ جو کسی کی تقلید کے بغیر دریائے توحید کا نظارہ کرنے والا ہے اور جو دریائے توحید میں غوطہ لگانے والا اور اسمیں سے موتی نکالنے والا ہے۔ جو شرفِ حضوری سے مکمل طور پر مشرف ہے اور جو خاک پائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ وہ یوں سخن پرداز ہے کہ عقل مندی یہ ہے کہ طالب پہلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مکمل ارادت اور عقیدت رکھے۔ قرآن کے مطابق عمل کرے۔ دنیا اور نفس و شیطان کی مخالفت کرے اور شریعت کو سامنے رکھ کر اس پر عمل کرنے کا اقرار کرے اور جو شریعت کا حکم ہے اس پر عمل کرے اور جس بات سے شریعت منع کرتی ہے اسے باطل سمجھ کر چھوڑ دے اور شریعت کا فرمان یہ ہے کہ اللہ کی معرفت کی طرف رخ کر کے اس کی ذات کا قرب اور دیدار حاصل کیا جائے۔ دنیا کو ترک کر دیا جائے اور لوگوں سے الگ ہو کر خدا کی ذات میں غرق ہو۔ جو خدا کے ساتھ ہو جاتا ہے وہ نفس و ہوا کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اے طالب دل کی آنکھ کھول کر اللہ کے دیدار کا مشاہدہ کر۔

اس کتاب کا نام ”کتب الارباب“ اور ”عقل بیدار“ رکھا ہے۔ یہ کتاب غم دنیا سے نجات دینے والی ہے۔ اس کا غور سے مطالعہ کرنے والوں کو لایحتاج اولیاء اللہ اور شمس العاشقین کا لقب اور خطاب دیا گیا ہے۔ اس کتاب کا نام نسخۂ فیض رساں بھی ہے۔ یہ کتاب اللہ رحیم کی رحمت کی بارش کی طرح فیض بخشنے والی ہے اور اللہ کریم کے کرم کے خزانے عطا کرنے والی ہے اور غیب الغیب و اردات الہی کی کشائش اور فتوحات سے نوازنے والی ہے۔ اس سے بلاشبہ گنج غنایت کا ہر تصرف، کیمیائے اکسیر کا

۱۔ کتب الارباب: سلطان باہو نے کتاب ”عقل بیدار“ کا دوسرا نام کتاب الارباب لکھا ہے یعنی یہ ان لوگوں کی کتاب ہے جو اربابِ ولایت، اربابِ بصیرت اور اربابِ عقل و دانش اور اربابِ فقر و تصوف ہیں۔ ارباب کا لفظ عزت اور احترام والوں اور صاحبِ اقتدار لوگوں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے اربابِ اقتدار۔ اولیاء چونکہ باطنی اقتدار کے مالک ہوتے ہیں اس لیے ان کے لیے یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔



ہر ہنر اور کیمیائے اکسیر نظر اور بے شمار ہنر سونا چاندی اور نقد مال و اسباب اس کے ذریعے سے ملتا ہے لیکن جس کو اس کتاب سے کچھ حاصل نہ ہوا اور وہ اللہ کی معرفت تک نہ پہنچا اور اسے اللہ کے جمال کی جمعیت نہ ملی اور جس کا بخت اس سے نہ کھلا اور مقدر نہ جاگا اور یونہی عاجز و محروم رہا اور فقر و فاقہ، مفلسی، پریشانی اور بے اطمینانی میں گرفتار ہوا اور حلیت مرض میں پڑ گیا اور ہر دروازے کا سوالی اور بھکاری بن گیا تو اس تمام زوال کا وبال اس کی اپنی گردن پر رہا۔

احتمال رانیست خبرش زیں مقام دین و دنیا طے نمود شد تمام  
ہر کہ بکشاید بود آں جان من کے رسید بایں مراتب لاف زن  
باہو کیمیائے گنج مفلس رانمود ہر کرا عقل است حاصل کرد زود  
(نادانوں کو ان مقامات کی کوئی خبر نہیں ہے اور میں نے دین و دنیا کی تمام منازل طے کر لی  
ہیں۔ جو ان مقامات کو پالیتا ہے وہ مجھے جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ مگر لاف زن ان مقامات  
تک نہیں پہنچ سکتا۔ باہو نے کیمیا کا خزانہ مفلس کو دکھا دیا ہے۔ جو عقل مند ہے وہ اس خزانے کو  
جلد حاصل کر لیتا ہے۔)

راہ سلوک میں دو بڑے علوم اور مراتب ہیں۔ ایک عمل دعوت القبور کا علم ہے جس  
میں مؤکلات کی طرف سے ہدایت ملتی ہے، آواز آتی ہے اور اللہ کا قرب و حضور

۱۔ علم دعوت القبور: یہ حضرات ارواح کے علم کی ایک خاص اصطلاح ہے جسے سلطان باہو نے وضع کیا ہے اور مشق تصور  
اسم اللہ ذات کی طرح یہ علم بھی سلطان باہو کے فقر خاص کی اساس اور بنیاد ہے۔ حضرت فقیر نور محمد سروری کلاچوٹی نے  
عرفان حصہ دوم میں اسکی مکمل وضاحت فرمائی ہے۔ شائقین وہاں پڑھ لیں۔ اسکی مختصر تشریح یہ ہے کہ کسی دلی کی قبر پر جا کر  
رات کے وقت قرآن پڑھا جاتا ہے خصوصاً سورہ مزمل اور ایک خاص طریقے سے فاتحہ کے بعد اہل قبر کو مخاطب کیا جاتا ہے  
اور قبر کے گرد اذان پڑھی جاتی ہے جس سے اہل قبر روحانی کی روح حاضر ہو کر ملاقات ہوتی ہے اور مشکل امور کے حل کرنے  
میں مدد کرتی ہے۔ قرآن و سنت سے ارواح کے ساتھ ملاقات اور ان سے استمداد کا ثبوت ملتا ہے اور ایک مسلمان کے لیے  
اس سے بڑا اور کوئی ثبوت نہیں۔ سورہ البقرہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ درج ہے کہ انہوں نے ایک خاص رنگ  
اور خاص قسم کی گائے ذبح کر کے اس کے گوشت کا ٹکڑا ایک مقتول کے جسم کو مارا تو اسکی روح حاضر ہو گئی اور اس نے قاتل کا  
نام بتا کر اسے ظاہر کر دیا۔ یہ حضرات ارواح کا ایک مظاہرہ تھا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات  
جسمانی طور پر تمام انبیاء سے ملاقات کی اور موسیٰ علیہ السلام کی روح سے گفتگو تک فرمائی۔ آج کے جدید دور میں سپر چوئرم  
کے نام سے یورپ کے اندر اس علم کا بڑا چرچا ہے وہاں اس کی حیثیت اب ایک مذہب کی سی ہے اور کروڑوں افراد اس کو  
ماننے والوں میں شامل ہیں۔ جن میں بڑے بڑے سائنس دان، ڈاکٹر، پروفیسر، انجینئر وغیرہ شامل ہیں۔

حاصل ہوتا ہے۔ اور دوم تصور اسم اللہ ذات کا علم ہے جو سراسر نور ہے۔ ان دو علوم اور دو مراتب کے ذریعے مرشد کامل اور طالب صادق ذکر فکر کی مستی اور ورد و وظائف اور کشف و کرامات کی ہستی سے نکل آتا ہے اور مقام رازِ الستی میں داخل ہو جاتا ہے جو اس مرتبے تک پہنچتا ہے وہ لایحتاج فقیر بن جاتا ہے۔

نور ”عَلَى نُورٍ طَيِّهِدِي اللَّهُ لِنُورِهِ (النور) نور پر نور ہے اور اللہ اپنے نور کی راہ بتاتا ہے۔ فقیر کو ان علوم اور اعمال کی قوت سے توفیق ملتی ہے اور وہ مرتبہ ظل اللہ میں پہنچ جاتا ہے جس سے مشرق سے مغرب تک سات اقلیم اس کے حکم میں آ جاتے ہیں اور اس کے تابع فرمان ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب وہ دنیا کو دیکھتا ہے کہ وہ فانی ہے تو اس پر وہ حکومت کرنا پسند نہیں کرتا۔ بادشاہی کا مرتبہ حاصل کرنا کامل ولی کے لیے کوئی مشکل کام نہیں۔ بلکہ وہ اپنی توجہ اور نظر سے دوسروں کو بھی آسانی کے ساتھ بادشاہی بخش سکتے ہیں۔

مرشد کامل پہلے ہر طالب صادق کو مسترے ہنر کے طریقوں سے حقیقی طور پر کیمیا اکسیر کا فیض عطا کرتا ہے اور کوئی ایک طالب ہی اس عطاء اور بخشش کے قابل ہوتا ہے مگر ناقص طالب کو اس سے آگاہ کرنا بہت بڑی غلطی ہے جن طالبوں کو ہنر کیمیا سے اطمینانِ نفس حاصل ہو جاتا ہے وہ کسی حال میں بھی عاجز اور سواہی نہیں رہتے اور اللہ کے قرب، معرفت اور وصال سے کبھی برگشتہ اور روگردان نہیں ہوتے۔ وہ غنی ہوتے ہیں اور تمام ہدایات غنایت کے تحت ہیں اور غنایت ۱ پانچ قسم کی ہے۔ غنایتِ نفس، غنایتِ قلب، غنایتِ روح، غنایتِ سر اور غنایتِ نور۔ اسی

۱۔ ظل اللہ: باطنی بادشاہ، روحانی حکمران، انسان کامل۔

۲۔ غنایت: غنی ہونے، بے نیاز ہونے، لایحتاج ہونے اور مطمئن ہونے کو کہتے ہیں۔ سلطان باہونے اس لفظ کو بھی اپنی ایک اصطلاح کے طور پر استعمال کیا ہے اور اس کی پانچ اقسام بتائی ہیں۔ نفس کی غنایت یا غنی اور لایحتاج ہونا یہ ہے کہ حرص، طمع اور دنیا کا لالچ ختم ہو جائے، نفسانی خواہشات باقی نہ رہیں۔ قلب کا غنی ہونا یہ ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ سے راضی ہو اور وہ ہر وقت اللہ کی طرف متوجہ ہو اور اس میں صرف اللہ کا خیال جاگزیں ہو اور ماسوائے اللہ کے تمام دوسو سے اس سے نکل جائیں۔ روح کا غنی ہونا یہ ہے کہ روح کا لطیفہ زندہ اور بیدار ہو جائے اور اسے اپنے تمام لوازمات، پاکیزگی، صفائی حاصل ہو۔ ہرگز کا غنایت یہ ہے کہ اس کا لطیفہ زندہ اور بیدار ہو جائے اور اسرارِ الہی اس پر کھل جائیں اور غنایتِ نور یہ ہے کہ انوارِ الہی میں استغراق ہو اور قرب و حضور اور دیدار کا مرتبہ ملے۔

کو جمعیت کل (مکمل اطمینان) کہتے ہیں اور یہی مطلق اللہ کی حضوری اور قرب ہے۔ جب غنایت کا مرتبہ ہدایت کے ساتھ طالب کے وجود میں آ جاتا ہے تو طالب کے وجود سے حرص و طمع اور تمام ناشائستہ اور مذموم اوصاف خارج ہو جاتے ہیں۔ اس کے ظاہری حواس بند ہو جاتے ہیں اور باطنی حواس کھل جاتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ کوئی فقیر غنایت کے بغیر گلہ کرے تو وہ خدا کے ساتھ شکایت اور محض جھوٹی حکایت کی مانند ہے۔ ایسا طالب رو سیاہ ہو کر اللہ کے قرب اور معرفت سے دور ہو جاتا ہے۔ لہذا پہلے غنایت ہے اور بعد میں ہدایت ہے۔ چنانچہ اگر مرشد اخلاص کے ساتھ طالب خاص کو اسم اللہ ذات کی توجہ دے اور اپنی باطنی توفیق کے ذریعے اسے حقیقی تصرف بخشے اور تلقین کے تصرف سے نوازے تو طالب کے مرتبے کو اپنے مرتبے کے برابر کر دیتا ہے اور ایک ہی پل میں حق کی حضوری سے مشرف کر دیتا ہے۔ اگر طالب قدردان ہے تو وہ لائق احسان ہے اور وفادار، صاف دل اور با ادب و با حیا ہے۔ ایسا طالب نایاب ہوتا ہے۔ ایسے طالب کے وجود سے مرشد تمام برائیاں نکال دیتا ہے۔ اور اسے ہر مقصد اور ہر مطلب بغیر کسی کی تقلید کے ایک ہی ساعت میں حاصل ہو جاتا ہے اور ایک دم میں، یا ایک دن رات میں، یا ایک ہفتہ میں، یا ایک ماہ میں یا زیادہ سے زیادہ ایک سال میں طالب بلاشبہ اللہ کے قرب میں پہنچ جاتا ہے۔ اور اگر طالب روٹی کے ٹکڑے کے پیچھے پھرتا ہے، زبانی لاف زنی کرتا ہے اور ہر بات میں جھوٹ بولتا ہے یا اس کا اعتقاد درست نہیں تو پھر مرشد ایسے طالب سے بہت ریاضت کراتا ہے کیونکہ اس کا نفس تو چلے اور مجاہدوں پر مغرور ہوتا ہے اور حضوری کی معرفت نہیں جانتا۔ ظاہر پرست ہوتا ہے، ہوائے نفس میں خود مست ہوتا ہے اور روز الست کی غنایت سے بے خبر ہوتا ہے۔ جب تو دیکھے کہ کوئی شخص بہت زیادہ ظاہری عبادت کرتا ہے اور تکلیف اٹھاتا ہے اسے باطن میں معرفت الہی کی خبر نہیں ہوتی اور جو کشف و کرامات کے دشت گمراہی میں گر پڑتا ہے تو یہ ایک عوامی کام ہے۔ ایسا آدمی خاصانِ خدا کے مرتبے سے محروم رہتا ہے چاہے وہ ماہ سے ماہی تک قدرت الہی کی زیر و زبر کی خبریں دیتا پھرے۔ تمام ظاہری مراتب اور جملہ باطنی درجات مرشد کے لیے طالب کو عطا کرنا



آسان کام ہے۔ کامل کے لیے یہ کوئی مشکل امر نہیں۔ فقیر عیاں طور پر جانِ جہان ہوتا ہے وہ اپنے وجودِ خاص کے ذریعے حقیقتِ عالم اور تمام غیبِ الغیب کو ظاہر کر سکتا ہے۔ اس پر تعجب نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ مراتبِ عارفِ دانا اور بینا کے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ پہلے حق کو تسلیم کرے، قلبِ سلیم حاصل کرے اور پھر ہر کیمیائے اکسیر کی قوت سے وصالِ الہی اور صراطِ مستقیم تک پہنچے۔ اس قسم کے فقرِ اختیاری کا مرتبہ کریمانہ صفات رکھنے والے عارف کو حاصل ہے اور کیمیائے اکسیرِ سائنات قسم کی ہے۔ اول علمِ کیمیائے اکسیر دوم علمِ دعوت جسے کیمیائے تکسیر کہتے ہیں۔ سوم علمِ قرآن مجید کہ اس کی آیاتِ مقدسہ سے اسمِ اعظم کی تفسیر حاصل ہوتی ہے اور یہ بھی ایک کیمیا ہے۔ چہارم علمِ کیمیائے روشن ضمیری۔ پنجم توجہ کے ساتھ باتاثرِ نظر کی کیمیا۔ ششم کیمیایہ ہے کہ ایک ہفتہ میں ہر ملک کی بادشاہی حاصل کی جاسکے اور مشرق سے مغرب تک سات اقلیم کو اپنے حکم اور تصرف میں لانے کے عالمگیر مراتب حاصل کیے جائیں۔ ہفتم کیمیایہ ہے کہ صبر و شکر کا، حیا و رضا کا، فنائے نفس کا، قلب کی زندگی کا اور روح کی بقاء کا مقام میسر ہو کہ جب چاہے نور کے جتنے میں غرق ہو اور بقائے الہی سے مشرف ہو۔ جو مرشد پہلے ہی روز طالب کو یہ سات قسم کی کیمیا عطا کرے اور ان علوم کا سبق دے تب مرشد کی گردن سے طالب کا حق ادا ہو جاتا ہے۔ ایسا طالب اپنی جان سے باخبر ہوتا ہے اور ایسا مرشد ارشاد کے لائق ہوتا ہے اور اگر کوئی مرشد ایسا نہ کر سکے تو وہ فساد کی بنیاد ہوتا ہے اور یہ سات کیمیا اس کو فائدہ دینے کے بجائے الٹا اس کو سزا اور قصاص کا مستحق بنا دیتے ہیں۔ ایسے مرشد کا طالب مفلس، بے دین اور بے یقین ہو جاتا ہے، خود فروش بن جاتا ہے اور شیطانِ لعین و مردود کا نائب ہوتا ہے۔ علمِ کیمیا کا عامل متوکل ہوتا ہے اور جملہ فرشتے اور موکل اسکی قید میں ہوتے ہیں اور کیمیائے اکسیر کا علم رکھنے والا کامل فقیر اور روشن ضمیر ہوتا ہے اور خضر علیہ السلام کی طرح ہوتا ہے کہ نظر اور توجہ سے مٹی

۱۔ یہاں پر سلطانِ باہو نے کیمیا کو ایک ہنر، ایک علم اور ایک کمال کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ آپکی نظروں میں علمِ دعوتِ المقبور، علمِ قرآن، علمِ روشن ضمیری، علمِ توجہ اور علمِ تصرف وغیرہ سبھی علومِ کیمیا کا درجہ رکھتے ہیں اور علمِ دعوتِ المقبور کو کیمیائے تکسیر کی اصطلاح سے ذکر کیا ہے حالانکہ تکسیر توڑنے اور ٹکڑے ٹکڑے کرنے کو کہتے ہیں۔



کے ڈھیلوں کو سونا بنادیتا ہے۔ ایسی ہی نظر کو سنگ پارس<sup>۱</sup> کہا جاتا ہے۔ جس شخص کو اس طرح کی باطنی قوت حاصل ہوتی ہے اس کی نظر میں مٹی<sup>۱</sup> اور سونا برابر ہوتا ہے۔ اگر یہ مرتبہ بھی حاصل ہو جائے تو اس پر بھی فخر نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ مرتبہ بھی اللہ کی معرفت اور توحید سے دور کر دیتا ہے۔ اس مرتبے کو حضرت رابعہ بصریہ<sup>۲</sup> اور سلطان بازید رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار نہیں کیا۔ مگر مبتدی طالب کو علم کیمیا کی تعلیم دینا اور اس کا عمل سکھانا عین کارِ ثواب ہے کیونکہ مفلسی اور فقر و فاقہ کے خطرات اور شیطانی وساوس

۱۔ سنگ پارس: گذشتہ صفحات میں ہم بیان کر آئے ہیں کہ اولیاء اللہ کی ہی نظر اور توجہ دراصل کیمیا ہے اور اولیاء کی کرامت ہی کے ذریعے مٹی کے ڈھیلے سونا بن جاتے ہیں۔ ورنہ ہڑتال، پارہ، گندھک، سیسہ اور تانبا اور قلعی وغیرہ کے نسخوں سے سونا نہیں بن سکتا۔ سلطان باہو کا نظریہ بھی یہی ہے۔ سنگ پارس کے متعلق قصے کہانیوں میں یہ بیان ہوتا ہے کہ وہ ایک پتھر ہے جو اگر لوہے کو چھو جائے تو لوہا سونا بن جاتا ہے۔ سنگ پارس کا کوئی وجود نہیں جس طرح ہما، یسرخ اور عنقا پرندے کا کوئی وجود نہیں اور یہ محض افسانوی نام ہیں اسی طرح سنگ پارس بھی محض ایک افسانوی نام ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور اس کے وجود کی کوئی ٹھوس تاریخی شہادت نہیں ملتی۔ نہ ہی کسی محقق نے اس کی کوئی تشریح اور وضاحت کی ہے۔ سائنسدانوں نے ریڈیم اور یورینیم تلاش کر لیا ہے، اگر سنگ پارس کا کوئی وجود ہوتا تو ضرور دنیا میں کسی کے پاس یا کسی مقام پر موجود ہوتا اور مل جاتا۔ ہزاروں برس پرانے اور تاریخی ہیرے کوہ نور اور دریائے نور آج تک موجود ہیں۔ پھر یہ بات بالکل بعید از عقل ہے کہ محض ایک پتھر کے چھونے سے لوہا سونا بن جائے۔ سلطان باہو نے مندرجہ بالا مضمون میں فقیر اور ولی اللہ کی نظر ہی کو سنگ پارس کہا ہے اور یہی بات درست اور صحیح ہے۔ مشہور مغل بادشاہ نور الدین جہانگیر نے اپنی خودنوشت سوانح حیات ”تزک جہانگیری“ میں اس کے متعلق ایک روایت لکھی ہے کہ راجہ بکر ماجیت سے پہلے راجہ جے سنگھ دیو کی حکومت کے دوران ایک گھسیارہ گھاس کاٹنے کے لیے جنگل میں گیا تھا۔ گھاس کاٹنے کے دوران اس کی درانتی سونے کی ہو گئی رنگ کی اس تبدیلی کو دیکھ کر وہ اس درانتی کو مادن نامی ایک لوہار کے پاس لے گیا۔ لوہار نے دیکھا کہ درانتی سونے کی ہو گئی ہے۔ کیونکہ اس نے اس علاقے میں سنگ پارس کے بارے میں سن رکھا تھا اس وجہ سے وہ گھسیارے کو لے کر اس مقام پر گیا اور تلاش کرنے پر سنگ پارس کو ڈھونڈ لیا۔ اس نے اس قیمتی پتھر کو راجہ کی نذر کیا۔ چنانچہ راجہ نے اس پتھر کی مدد سے بہت سا سونا بنایا جس میں سے ایک حصہ قلعے کی تعمیر پر خرچ کیا۔ راجہ نے اس قلعے کی دیواروں میں بیشتر پتھر لوہار کی خواہش کے مطابق ہرن کی شکل میں ترشوا کر چنوائے پھر اس راجہ نے تارک الدنیا ہو کر دریائے نربدا کے کنارے جو ہندوؤں کا مقدس مقام ہے محفل آراستہ کی اور برہمنوں کو بلا کر فردا فردا نقد و جنس دے کر نوازا۔ جب راجہ کے قدیم برہمن کی باری آئی تو اسے وہی پارس کا پتھر نذر کیا جسے برہمن نے معمولی سمجھ کر دریا میں پھینک دیا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ یہ سنگ پارس تھا تو اس نے بہت تلاش کیا مگر وہ نہ ملا۔ جہانگیر لکھتا ہے کہ یہ ایک سنی سنائی روایت ہے میں نے بھی دوسروں سے سنی ہے مگر مجھے اس پر یقین نہیں آتا۔ یہ محض افسانہ ہے۔

اور نفسانی توہمات سے خانہ بربادی تک نوبت پہنچتی ہے اور طالب کا منصب کیا ہونا چاہیے۔ پیر کا کام یہ ہے کہ وہ مرید کو حضوری محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچانے کی بشارت دے اور مرید اپنی جان اور اپنا سب کچھ پیر کے لیے قربان کر دے اور یہ ہیں حضرت رابعہ بصریہ اور سلطان بازیدؒ کی طرح مرید لا یرید کے مراتب۔ مرشد کا کام اسم اللہ ذات کی تلقین کرنا ہے اور مرید کا کام اسم اللہ ذات پر کامل یقین رکھنا ہے اور یقین اپنی آنکھوں سے ذات حق کی حضوری کا مشاہدہ کرنے کا نام ہے اور جو ان مراتب تک رسائی نہیں رکھتا وہ پیری اور مرشدی سے واقف نہیں اور اگر مرید کا اپنے پیر پر اعتقاد نہ ہو تو اس کے اعتقاد کو پختہ کرنے کے لیے مرشد اسے لوح محفوظ کا

یہاں سلطان باہو ایک بڑا عارفانہ اور حقیقت پسندانہ نکتہ بیان فرماتے ہیں جو علم کیسا (سونا چاندی بنانے کے علم) سے متعلق حرف آخر ہے کہ اللہ کا جو ولی ایسی قوت رکھتا ہے اور نظر اور توجہ کے ذریعے مٹی سے سونا بنا سکتا ہے اس کی نظر میں سونا اور مٹی برابر ہے۔ وہ کیوں یونہی مٹی سے سونا بناتا پھرے جبکہ اس کے سامنے سونے کی کوئی اہمیت ہی نہیں اور نہ ہی اسکی ضرورت ہے۔ وہ سونے کو بھی مٹی بلکہ اس سے بھی بے قیمت اور کم تر سمجھتا ہے۔ یہاں سلطان باہو نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ نسخوں اور کیماوی ترکیبوں سے سونا نہیں بناتا وہ اپنی کتابوں میں اس کا کوئی نسخہ ضرور لکھتے بلکہ کامل فقیر کی نظر اور توجہ سے ہی سونا بنتا ہے مگر وہ اپنی نظر اور توجہ سے مٹی سے سونا اس لیے نہیں بناتے کہ ان کی نگاہ میں مٹی اور سونا برابر ہے اور فرمادیا کہ اصلی فقرا خصوصاً رابعہ بصریہ اور بازید بسطامیؒ نے اس کو اختیار نہیں کیا۔ کسی اور کامل فقیر کو بھی اسے اختیار نہیں کرنا چاہیے۔ پشتو کا مشہور صوفی اور بزرگ شاعر رحمن باباؒ نے اس ضمن میں ایک بہت ہی عمدہ اور عارفانہ شعر کہا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ کوئی کمال اور ہنر نہیں کہ کوئی مٹی سے سونا بنادے بلکہ کمال یہ ہے کہ کوئی سونے کو مٹی بنادے یعنی اسکی نظر میں سونے کی کوئی قدر و قیمت نہ ہو اور وہ سونے کو بھی مٹی کی طرح بے وقعت سمجھ لے۔ درحقیقت مٹی سونے سے زیادہ مفید اور کار آمد ہے۔ مٹی ہی سے ہر شے پیدا ہوتی ہے۔ اشجار، بزیایاں، پھل، پھول اور ہر قسم کی اجناس وغیرہ حتیٰ کہ سونا چاندی اور ہیرے جواہرات بھی زمین اور مٹی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر مٹی نہ ہوتی اور زمین سونے کی ہوتی تو اس سے کوئی شے پیدا نہ ہوتی اس لحاظ سے مٹی سونے سے زیادہ قیمتی اور مفید ہے۔

ایک غریب شخص کے بہت اصرار پر کسی بزرگ نے اس کے لیے یہ امر کر دیا کہ وہ جس چیز کو ہاتھ لگائے گا وہ سونا بن جائے گی۔ وہ شخص بہت خوش ہوا جس چیز کو ہاتھ لگاتا وہ سونے کی بن جاتی۔ گھر کی تمام اشیاء کو ہاتھ لگایا اور وہ سونے کی بن گئیں۔ جب بھوک لگی اور کھانے کو ہاتھ لگایا تو وہ سونا بن گیا۔ کھانا سکا اور بھوکا رہ گیا۔ پیاس لگی۔ پانی کو ہاتھ لگادہ بھی سونا بن گیا اور وہ پیاسا رہ گیا۔ بیوی اور لڑکے لڑکیاں قریب آئیں ان کو ہاتھ لگادہ بھی سونے کا بت بن گئیں۔ اب وہ بہت پریشان ہوا۔ اسی بزرگ کے پاس آیا اور عرض کی کہ یہ کمال واپس لے لیں۔ میں تو عذاب میں مبتلا ہو گیا۔ سونا بنانے کے شوق سے میری توبہ ہے!

مطالعہ کرائے تاکہ اس کا اعتقاد قیامت تک کے لیے درست ہو جائے اور پھر اسے باطنی توجہ سے مجلس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچادے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے تلقین کریں تاکہ روزِ حشر تک طالب کا یقین قائم رہے مگر دنیا میں بہت سے پیر حجام صفت ہوتے ہیں اور بی شمار مرید ناقص اور خام اعتقاد رکھتے ہیں۔

وہ کونسا علم اور کونسی حکمت ہے کہ تمام کل و جز، خاص و عام اور ظاہر و باطن کی ہر شے ایک ہی ساعت<sup>۱</sup> میں عمل اور قبضے میں آجائے اور طالب فقری اور باطنی حاکمیت اور امیری کے مرتبے پر فائز ہو جائے۔

یہ مراتب مالک الملکی فقیر کے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (البقرہ) بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۱۔ سلطان باہو نے اس کتاب میں بھی اور دوسری تمام کتابوں میں بھی یہ بات بار بار لکھی ہے کہ کامل فقیر اور ولی اللہ پہلے ہی روز طالب کو اللہ سے ملا دیتا ہے اور ایک ہی ساعت اور ایک ہی دم میں تمام مقامات اور منازل طے کر دیتا ہے اور ایک ہی نظر سے اللہ کے قرب، دیدار، معرفت، وصال اور حضوری اور مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیتا ہے اور ایک ہی توجہ سے لوح محفوظ کا مطالعہ اور پشت ناخن پر کونین اور ہژدہ ہزار عالم کا تماشا کر دیتا ہے اور بغیر محنت، ریاضت اور مجاہدے کے فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے مراتب بخش دیتا ہے۔ اس قسم کی عبارتیں ہر کتاب میں سینکڑوں بار دہرائی گئی ہیں۔ ان کو پڑھ کر اکثر لوگ حیران ہوتے ہیں اور ان کو یقین نہیں آتا کہ اتنے بلند مراتب اور ارفع درجات ایک روز، ایک ساعت یا ایک پل میں کیسے حاصل ہو سکتے ہیں اور ایک ہی نظر اور ایک ہی توجہ سے اتنا تصرف اور اتنا کمال کس طرح مل سکتا ہے۔ اس کے متعلق کتاب ”حق نما“ میں حضرت قبلہ نور محمد سروریؒ نے بڑی مدلل اور خوبصورت تشریح اور وضاحت فرمائی ہے۔ یہاں کچھ مزید تشریح اور وضاحت کی جاتی ہے۔ واضح رہے کہ اللہ اور اللہ والوں کے کام نرالے اور حیرت انگیز ہوتے ہیں۔ کوئی شبانی کرنے اور آگ لینے جاتا ہے اور اسے پل بھر میں پیغمبری مل جاتی ہے۔

اگر کوئی شعیب آئے میرے  
شبانی سے کلیسی دو قدم ہے

اللہ ہر شے پر قادر ہے اور اللہ کے ولی بھی اللہ کے حکم اور اللہ کے دیے ہوئے اختیارات کو باطنی قوت سے کائنات پر تصرف حاصل کر لیتے ہیں اور ایک ہی نظر میں طالبانِ راہ سلوک کو تمام منازل طے کر دیتے ہیں اور تمام مراتب اور درجات عطا کر دیتے ہیں۔ مادی اور ظاہری بادشاہوں اور حکمرانوں کا حال ہم دیکھتے ہیں کہ۔۔۔۔۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)



اور یہ صاحب نظر فقیر کے مراتب ہیں۔ ذات الہی کے ان درجات کو تیلی کا نیل اور گدھا کیا جانے۔ کامل فقیر تمام علوم اور کیمیا کے تمام خزانوں سے واقف ہوتا ہے۔ اور تصور کے نور سے باطن میں اللہ حئی قیوم کی حضوری اور قرب کی توفیق اس پر منکشف ہوتی ہے اور وہ اولیاء اللہ کی قبور پر علم دعوت پڑھنے والا شہسوار ہوتا ہے۔ مرشد کامل اپنی نظر اور نگاہ سے طالب کے وجود کو چودہ طبق اور زمین و آسمان سے بھی زیادہ وسیع کر دیتا ہے مگر کم حوصلہ طالب کے وجود پر ایسی نظر کرنا بہت مشکل اور دشوار کام ہے کیونکہ حق کی حضوری اور قرب اللہ کی منفرد تلقین اور پروردگار کی نوری تجلی اور انوار دیدار کے قدرتی جلوے سے طالب کے وجود کا خام آواریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ اسم اللہ ذات کے بوجھ اور وزن کو صرف وہی شخص جانتا ہے جس نے اسے برداشت کیا ہو۔

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحہ کا) جب وہ کسی پر مہربان ہو جاتے ہیں تو ایک ہی ساعت میں ایک ہی اشارے سے بغیر محنت کے اسے اتنا کچھ عطا کر دیتے ہیں کہ وہ بے نیاز اور لایحتاج ہو جاتا ہے۔ اولیاء اللہ تو باطنی اور روحانی بادشاہ اور حکمران ہیں وہ بھی ایک ساعت میں بغیر محنت، ریاضت اور مجاہدے کے طالبوں کو باطنی خزانے اور سب کچھ عطا کر سکتے ہیں اور ان کے لیے یہ کام کوئی مشکل نہیں ہوتا اور ایک روز یا ایک ساعت میں کر دینا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ مالک الملکی فقیر: کتاب نور الہدیٰ کلاں میں مالک الملکی فقیر کی تعریف اور تشریح خود سلطان باہونے یہ فرمائی ہے کہ وہ ولی اللہ، عالم باللہ، محقق، روشن ضمیر اور کونین کا امیر ہوتا ہے اور کل و جز مخلوقات اس کے تصرف اور قبضے میں ہوتے ہیں۔ وہ عیاں طور پر روحانی اہل قبور پر حاکم ہوتا ہے اور چودہ قسم کے علوم، چودہ حکمتیں، چودہ قسم کی توجہ، تصرف، تصور و تفکر اور چودہ قسم کی توفیق، تصدیق و تحقیق اسے حاصل ہوتی ہے۔ ویسے اس اصطلاح سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ مالک الملکی فقیر وہ ہوتا ہے جو اللہ کے تمام ممالک کا مالک و مختار ہو اور ہر شے اس کے تابع فرمان ہو۔



إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ  
وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ  
يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا  
الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا۔  
اور ہم نے اپنی امانت آسمانوں، زمین  
اور پہاڑوں پر پیش کی تو انہوں نے  
اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس  
سے ڈر گئے مگر انسان نے اسے اٹھالیا۔  
(الاحزاب)

ڈالنے والا ہے۔

مرشد کامل اور پیر مکمل کی شناخت کس چیز سے ہوتی ہے اس کی شناخت یہ ہے کہ  
وہ اگر کسی جاہل کو تلقین کرے تو وہ ایسا عالم فاضل ہو جائے کہ علماء کا تمام علم اس کے  
تصرف میں آجائے۔ ایسا علم عارفوں اور عاشقوں کو نصیب ہوتا ہے جو قیامت تک  
ایک دوسرے کے قائم مقام ہوتے ہیں۔ وہ ایک ساعت میں تمام علوم سینہ بہ سینہ، توجہ  
با توجہ، حضور با حضور، قرب با قرب، تصرف با تصرف، قلب با قلب، روح با روح،  
سر با سر اور زبان با زبان حاصل کر لیتے ہیں۔ ایسا مشاہدہ بہت مبارک مقدر والے  
فقیر کو حاصل ہوتا ہے اور وہ عیاں طور پر اپنے ہاتھ کی ہتھیلی پر وہ سب کچھ دیکھ لیتا ہے  
جو لوح محفوظ میں دونوں جہان کے متعلق تحریر ہوتا ہے اور اسے پڑھ کر وہ اپنی زبان  
سے بیان کر دیتا ہے۔ وہ بغیر پڑھے سب کچھ پڑھ لیتا ہے اور بغیر جاننے کے سب  
کچھ جان لیتا ہے۔ یہ مراتب مبتدی طالب خدا کے ہیں اور اگر مرشد کسی عالم فاضل  
اور فارغ التحصیل عالم کو تلقین کرے تو اس کا دل علم کی تصدیق، معرفتِ الہی اور  
معرفتِ توحید کی تحقیق سے گویا اور جاری ہو جائے اور ظاہری علم کے بیان سے اس کی  
زبان ساقط ہو جائے۔ اگر مرشد کامل کسی بادشاہ ظلِ الہی کو تلقین کرے تو ملکِ سلیمانی  
اور ولایتِ سکندری قاف سے قاف تک اس کے قبضے اور تصرف میں آجائے اور

خاص و عام تمام لوگ اس کے مطیع اور فرماں بردار بن جائیں اور وہ مرشد جو دوسروں کا محتاج ہوتا ہے اور کشف و کرامات دکھا کر خود فروشی کرتا ہے اور پھر اس پر ہوائے نفسانی کے باعث تکبر اور غرور کرتا ہے ایسا فقر اضطراری اور پریشان حالی کا ہوتا ہے۔

از دستِ نارساست کہ مکارہ پارساست

(مکارہ اس لیے پارسا بن گئی ہے کہ اسے گناہ کی طاقت نہیں رہی)

اتَّامُرُونَ النَّاسَ بِالْبَرِّ وَتَنْسَوْنَ  
أَنْفُسَكُمْ - (البقرہ)  
کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو  
اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔

عقل مند وہ ہے کہ علم دعوت القبور اور علم دعوت<sup>۱</sup> نور کے ذریعے اللہ کی نظر میں منظور ہو اور دعوت پڑھنے کے قابل ہو۔ ایسے لوگوں کا وجود مغفرت یافتہ ہوتا ہے۔

لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ  
ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ - (الفتح)  
تاکہ اللہ تمہاری اگلی اور پچھلی خطائیں  
معاف کر دے۔

صاحب دعوت کامل یا عامل طالب جب قرآن مجید سے علم دعوت شروع کرتا ہے تو تمام ارواح انبیاء اصفیاء مرسل اور تمام ارواح اولیاء غوث، قطب، مومن مسلمان اور جملہ اہل منصب روحانیوں کی جماعت، زندہ اور فوت شدہ سے مصافحہ کرتا ہے اور

۱۔ علم دعوت نور سلطان باہو نے دعوت کی بہت سی اقسام بتائی ہیں۔ بعض لوگ کسی علاقے کی تباہی یا کسی کی ہلاکت کے لیے دعوت پڑھتے ہیں اسے سلطان باہو نے دعوت دم نوش کی اصطلاح سے یاد کیا ہے۔ بعض مال و دولت کے لیے دعوت پڑھتے ہیں اسے دعوت سیم و زر فروش کا نام دیا ہے وغیرہ لیکن جو دعوت محض قرب اور دیدار الہی اور مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کے حصول کے لیے پڑھی جائے سلطان باہو ایسی دعوت کو دعوت نور کا نام دیتے ہیں۔ اس میں کوئی مادی اور دنیاوی غرض نہیں ہوتی یہی دعوت اللہ کی نظر میں منظور ہوتی ہے۔ یہی حقیقی دعوت قبور ہے اور اس کو قرآن مجید کی تلاوت سے شروع کیا جاتا ہے اور اس میں ارواح انبیاء اولیاء اللہ حاضر ہوتی ہیں۔

گفتگو کرتا ہے اور ہر ایک کا واقف اور آشنا ہو جاتا ہے اور قبر کی شہسواری<sup>۱</sup> اور دعوت پڑھنے سے خوف نہیں کھاتا۔ یہ مراتب دعوت پڑھنے والے کو پہلے ہی روز حاصل ہو جاتے ہیں۔ علم دعوت کے دو مناصب ہیں۔ اس کے ذریعے کامل پہلے ہی روز باطنی گنج اور خزانہ پالیتا ہے اور ناقص رجعت کھا کر رنج سے ہلاک ہو جاتا ہے۔ نیز دعوت کی تشریح یہ ہے کہ دعوت ننگی تلوار کی طرح قاتل ہے اور اس کے ذریعے تمام عالم کو ایک دم میں قتل اور ہلاک کیا جاسکتا ہے۔ اس بات پر تعجب نہیں کرنا چاہیے۔ اللہ کے کلام قرآن مجید پر یقین رکھنا چاہیے۔ لہذا دعوت کی اس برہنہ تلوار کو ذوالفقار کی طرح اپنے ہاتھ میں تھام لینا چاہیے اور موزیوں، ظالموں اور کفار کو قتل کر دینا چاہیے۔ اُقْتُلُوا الْمُؤَدِّیَاتِ لیکن ناقص کے لیے دعوت کی یہ تلوار ہُو کے راستے حائل ہو جاتی ہے اور وہ جس طرف جاتا ہے خود بخود رجعت کھا کر خانہ خراب ہوتا ہے۔ عقل مند وہ ہے کہ ناقص اور کامل کو اس کے عمل سے شناخت کرے۔ کامل مرشد اور اس کا طالب ترک حیوانات نہیں کرتا۔ اسے وظائف کی زکوٰۃ، حصار، سعد و نحس وقت، اور اعداد و

۱۔ دعوت القہور کا عمل بعض اوقات کسی دلی کی قبر پر سوار ہو کر بھی کیا جاتا ہے۔ اسی لیے سلطان باہو نے دعوت پڑھنے والے عامل کو شہسوار کے لفظ سے یاد کیا ہے۔ جب قبر کے قریب بیٹھ کر دعوت کا عمل کامیاب نہیں ہوتا تو عامل قبر کے اوپر سوار ہو کر دعوت پڑھتا ہے۔ اس سے اہل قبر حاضر ہو کر تعاون کرتا ہے۔ خود حضرت سلطان باہو نے اکثر اوقات ایسی ہی دعوت پڑھی ہے۔ مناقب سلطانی میں لکھا ہے کہ سلطان باہو ملتان میں حضرت شیخ بہاؤ الدین ابو بکر محمد ذکریا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر سوار ہوئے اور دعوت پڑھی۔ حضرت ذکریا ملتانیؒ نے مزار سے نکل کر ملاقات کی اور فرمایا جو حکم ہو فرمائیں تاکہ میں بجالاؤں۔ سلطان باہو نے ایک پاکیزہ خاتون نکاح میں دینے کی فرمائش کی اور اس کے نتیجے میں ایک ہندو ساہوکار کی لڑکی مسلمان ہو کر آپ کے نکاح میں آئی۔ پیر عبدالرحمن قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی آپ نے سوار ہو کر دعوت پڑھی تھی۔ مناقب سلطانی میں لکھا ہے کہ جب آپ کو معرفت میں کمال حاصل ہوا تو آپ اولیاء اللہ کی قبروں پر سوار ہو کر دعوت پڑھتے تھے۔ مناقب سلطانی میں حضرت غلام باہو کے متعلق بھی لکھا ہے کہ انہوں نے مائی فاطمہ مستوین، سلطان نورنگ اور حضرت سلطان احمد بن سلطان العارفین حضرت سلطان باہو کی قبروں پر سوار ہو کر دعوت پڑھی تھی۔

برج کے شمار کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مگر ناقص ہمیشہ رجعت کھاتا اور خوار ہوتا ہے۔  
 حلال حیوانات کا ترک کرنا کفار کی رسم ہے جو اہل نار اور لغتی ہیں۔ حقیقی صاحب دعوت  
 کامل جو چاہتا ہے کھاتا ہے کیونکہ اس کی خوراک نور ہوتی ہے۔ اس کا خواب مشاہدہ  
 حضور ہوتا ہے، اس کی زبان ذکر اللہ سے جاری، اس کا قلب بیت المعمور اور اس کی  
 روح فرحت شوق و عشق سے مسرور ہوتی ہے۔

سیل بے رہبر بہ دریای رساند خویش را

شوق چوں رہبر شود پس رہبرے درکار نیست

(موج بغیر رہبر کے اپنے آپکو دریا تک پہنچا دیتی ہے۔ عشق اور شوق رہبر بن جائے تو کسی  
 اور رہبر کی ضرورت نہیں ہوتی۔)

دعوت صاحب دعوت کامل کو اللہ کے قرب اور حضور میں پہنچا دیتی ہے اور اسے  
 پروردگار کے قرب کے باعث الہام کے ذریعے جواب با صواب ملتا ہے۔ اسے فرشتے  
 اور مومنین سے پیغام لانے کی التجا کی کیا ضرورت ہے۔ بعض علم دعوت پڑھنے میں  
 اجازت کی جہت سے ناقص ہوتے ہیں۔ بعض علم دعوت میں اجازت کے لحاظ سے  
 کامل ہوتے ہیں مگر پڑھنے میں ناقص ہوتے ہیں اور بعض دعوت پڑھنے اور اجازت ہر  
 دو کے عمل میں عامل اور کامل ہوتے ہیں اور مزید یاد رکھو کہ دعوت پڑھنے اور اس کے  
 ذریعے سونے چاندی کے ہزاروں خزانے اور لشکر حاصل کرنے اور ذکر فکر، مراقبہ،  
 دانائی اور بے شمار حکمت حاصل کرنے سے فقیر کامل کی فقط ایک بار کی توجہ بہتر ہے۔  
 ایسی توجہ قرب و حضوری کی توفیق کی حامل ہوتی ہے اور وہ روز بروز قیامت تک ترقی  
 پذیر ہوتی ہے اور اس میں کبھی کمی واقع نہیں ہوتی۔ یہ مراتب واضح طور پر فقیر صاحب  
 عیان کے ہیں۔ ایسا فقیر تمام قابل تحصیل علم کو پڑھ لیتا ہے اور تمام علم غیب کو جانتا ہے



اور ان سنی باتوں کو بیان کر سکتا ہے۔ علم غیب کو خاص طور پر صرف خدا جانتا ہے اور خدا اپنے خاص بندوں کو یہ خاص علم عطا کرتا ہے جیسا کہ علم لدنی ہے۔ اس میں دل کے اندر سے دلیل اور خیال پیدا ہوتا ہے اور وہ راہ باطن سے آگاہ ہو جاتا ہے اور بعض کو قرب الہی سے الہام اور پیغام ملتا ہے۔ یہ راہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا اور بخشش سے عنایت ہوتی ہے اور جو اس بات کا منکر ہے وہ مردود، مردہ دل اور سیاہ باطن ہے اور جیفہ مردار دنیا اور دنیاوی عز و جاہ کا طالب ہے۔

یقین کی تشریح یہ ہے کہ انسان تلقین کے تصرف میں آجائے۔ یقین ایمان کا نور ہے جسے ازلی عطا اور بخشش کہتے ہیں اور اسم اللہ کی تلقین آفتاب کی طرح وجود میں متجلی ہوتی ہے۔ ایسا شخص اللہ کی ذات کو بے حجاب دیکھتا ہے اور اگر کوئی پوچھے کہ تو نے خدا کو دیکھا ہے اس کے جواب میں اگر کسی نے یہ کہہ دیا کہ اس نے خدا کو دیکھا ہے تو سمجھ لو کہ اس نے نہیں دیکھا۔ اللہ کی دید اور دیدار تو غیر مخلوق ہے۔ تو پھر دیدار کس طرح ہونا چاہیے اور یہ کیسے ہوتا ہے۔ اس کی صورت یوں ہے کہ جس کو اللہ چاہتا ہے جذب کر لیتا ہے جس سے اس کے ہفت اندام نور ہو جاتے ہیں اور وہ لامکان میں پہنچ جاتا ہے اور لامکان غیر مخلوق ہے اور یہ صرف اسم اللہ ذات کے تصور ہی سے نصیب ہوتا ہے اور اسم اللہ ہی اللہ سے ملا دیتا ہے۔ اس طرح جو دیدار ہوتا ہے اس کی کوئی مثال نہیں دی جاسکتی اور جو شخص اس طریقے سے بے مثال دیدار کرتا ہے وہ وہم و خیال اور مخلوق کے احوال سے بالا ہوتا ہے۔ جو شخص ان مراتب تک پہنچتا ہے اسے اسم اللہ ذات کی تلقین اور یقین کامل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت سے حاصل ہوتا ہے اس کے لیے موت اور زندگی برابر ہوتی ہے۔

مُوتُوا قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا۔ مرنے سے پہلے مر جاؤ۔

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا أَوْلِيَاءَ اللَّهُ ہرگز نہیں

اور جو شخص یقین کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے وہ اسی دم اللہ سے واصل ہو جاتا ہے اور بے یقین شخص کلی طور پر بے حاصل ہوتا ہے۔ یقین دو قسم کا ہے: ایک یقین فراری جو بت پرستوں، کفار، اہل نار اور اہل زنا کا ہوتا ہے، دوم یقین اقراری جو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ پڑھنے والوں کا ہے۔ اور یقین اعتباری وہ ہے جو صاحب تصدیق باتو فوق کو تلقین سے حاصل ہوتا ہے۔ اس قسم کا یقین پہاڑ کی طرح محکم ہوتا ہے جو نہ اپنی جگہ سے ہلتا ہے، نہ لرزتا ہے اور نہ پھسلتا ہے۔ یقین صفت فقر کی ایک صورت ہے۔ جو عاجزوں کی رنگیری کرتا ہے اسے سلطان الفقر کہتے ہیں۔ جس شخص کے دل میں یقین آ جاتا ہے اس سے بے دینی خارج ہو جاتی ہے۔ اور علماء اور فقراء میں فرق یہ ہے کہ علماء کو علم کا نشہ اور خودی کی مستی ہستی میں لاتی ہے اور فقر اشوق کے غلبہ کے باعث ہستی سے نکل آتے ہیں، اللہ سے واصل ہو جاتے ہیں اور تمام مطالب دنیا سے رہائی پالیتے ہیں اور یہ بھی تلقین بالیقین کے مراتب میں سے ہے۔ جو شخص اس کتاب کو مکمل طور پر مطالعہ کرے گا تو وہ چاہے کافر، یہودی اور عیسائی ہی کیوں نہ ہو بلاشبہ مسلمان ہو جائے گا۔ اگر مردہ دل ہوگا تو دل کی زندگی حاصل کر کے حضور ذات میں پہنچ جائے گا اور صاحب بصیرت ہو جائے گا اور اس کا شرک، کینہ اور کفر ختم ہو جائے گا۔ نیز یقین کی تشریح یہ بھی ہے کہ یقین علم ہے یا علم الیقین ہے۔ علم الیقین سے عقل بیدار ہوتی ہے، حجابات دور ہوتے ہیں اور یہ معرفت پروردگار کا وسیلہ بن جاتا ہے۔ علم الیقین کا ایک علیحدہ منصب ہے، اور علم الیقین میں ولایت کے علیحدہ مراتب ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یقین کو تلقین پر فوقیت حاصل ہے یا تلقین افضل ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ سالک کے لیے یہ دونوں

۱۔ یقین: جس میں شک و شبہ کو مطلق دخل نہ ہو اسے یقین کہتے ہیں۔ سلطان باہو نے اسے فقر کی ایک صفت قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ یقین تلقین سے حاصل ہوتا ہے اور تلقین بالیقین کی اصطلاح استعمال کی ہے اور یقین کو ایک علم کہا ہے اور پھر سوالیہ انداز میں پوچھا ہے کہ یقین کو تلقین پر فوقیت حاصل ہے یا تلقین افضل ہے؟ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بال و پر کا درجہ رکھتے ہیں جیسا کہ بینائی آنکھ سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ بھی جان لینا چاہیے کہ علم یقین سے کیا حاصل ہوتا ہے اور علم تلقین سے کیا شے میسر ہوتی ہے۔ سو واضح ہو کہ علم تلقین سے توجہ، تصور اور نور کی توفیق ملتی ہے اور علم یقین سے اللہ تعالیٰ کا حقیقی قرب حاصل ہوتا ہے۔ جس سے انسان لایحتاج ہو جاتا ہے اور علم تلقین طالب کو اسم اللہ ذات کے ذریعے باطنی معراج تک پہنچاتا ہے۔ یہ دونوں علوم یعنی علم یقین اور علم تلقین یا فتاح کے ساتھ توحید کی کلید ہیں اور طریقہ قادری میں تمام مطالب کے قفل کو

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) یہاں پر جدید ترین علم نفسیات کا ایک اہم مسئلہ بن جاتا ہے جس میں ترغیبات SUGGESTIONS یا تلقین کو ایک بنیادی اور اساسی حیثیت حاصل ہے۔ سلطان باہو کے دور میں نفسیات کے علم سے کوئی واقف نہ تھا مگر آج اس پر ہزاروں کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ مگر سلطان باہو اس علم سے پوری طرح واقف تھے اور انہوں نے ترغیب کو تلقین کے الفاظ سے یاد کیا ہے جدید نفسیات میں ترغیبات کے ذریعے شعور اور لاشعور کو متاثر کیا جاتا ہے اور اس سے نفسیاتی امراض کا علاج کیا جاتا ہے۔ یہی ترغیب طریقت اور معرفت میں تلقین کے نام سے یاد کی جاتی ہے اور اس کے ذریعے مرشد کمال طالب کے قلب اور روح کو متاثر کرتا ہے اور اسی کے ذریعے اسے تمام منازل طے کر لیتا ہے اور تمام مراتب اور مناصب عطا کرتا ہے۔

۱۔ علم تلقین: تلقین کو سلطان باہو نے ایک علم کہا ہے۔ آج کے جدید دور میں تو اسے ایک باقاعدہ سائنس کی حیثیت حاصل ہے۔ پنا نرم، مسرریم اور نفسیات (PSYCHOLOGY) کا سارا دلا مدار ترغیبات (تلقین) پر ہوتا ہے اور اس سے عجیب و غریب اور محیر العقول نتائج برآمد ہوتے ہیں اور یہ شاید میرا اولین انکشاف ہو اور اس سے قارئین حیران ہوں اور ان کے علم میں ایک نیا اضافہ ہو کہ ہندوؤں میں آواگون اور تناسخ کا جو مشہور عالم عقیدہ موجود ہے اس کا تمام تر انحصار ترغیبات ہی پر ہے۔ ان میں جب بھی کوئی ایسا واقعہ پیش آیا کہ ایک بچے نے بیان کیا کہ وہ فلاں مقام پر، فلاں تاریخ کو، فلاں نام سے پیدا ہوا۔ اتنے سال زندہ رہا، فلاں فلاں کام کیے اور فلاں تاریخ کو مر۔ اور اب اس موجودہ جون (جنم) میں دوبارہ آ گیا ہے۔ اس میں اہم بات یہ ہے کہ یہ تمام واقعات بچوں سے متعلق ہیں جن کی عمر بارہ سال سے کم ہوتی ہے۔ کسی بالغ شخص نے کبھی ایسا کوئی بیان نہیں دیا۔ ایسے بچے کسی چالاک اور بچوں کی نفسیات سے آگاہ پنڈت یا برہمن کی ترغیبات سے اس طرح کی باتیں کرنے لگ جاتے ہیں۔ ان پنڈتوں کا مقصد اس سے کچھ تو خوش عقیدہ ہندوؤں سے لاپیہ پیسہ ہونا ہوتا ہے اور کچھ یہ کہ لوگوں کو اس باطل عقیدے کا قائل کیا جائے ورنہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی اس نوع کا ایک اور عمل حضرات کے نام سے برصغیر میں تقریباً ہر جگہ کیا جاتا ہے اور ہندو اور مسلمان دونوں اس میں ملوث ہیں۔ اس میں بارہ سال سے کم عمر بچے کو مسلسل ترغیبات اور تلقین کے ذریعے میدان، جھاڑ دینے والے، چھڑکاؤ کرنے والے اور بادشاہ سلامت وغیرہ دکھائے جاتے ہیں۔ اور بچہ ترغیبات کے مطابق بیان کرتا جاتا ہے اور تصدیق کرتا جاتا ہے۔ پھر چالاک عامل چوریوں، تعویذات اور گم شدگان کے متعلق پوچھتے ہیں اور ساتھ ساتھ پر رعب انداز میں ترغیب دیتے جاتے ہیں اور بچہ سب کچھ بتاتا جاتا ہے مگر اس کے نتائج ہمیشہ غلط ہوتے ہیں یہ محض شعبہ بازی ہوتی ہے۔ یہ سارا کمال ترغیبات کا اور بچے کے متاثر ہونے والے ذہن کا ہوتا ہے کہ عامل بچے کو آواگون اور حضرات کا سارا منظر اور پس منظر دکھا دیتا ہے اور اس سے بیان کرواتا ہے فقر و تصوف میں بھی ترغیب اور تلقین کو بڑا دخل ہے اور یہ تلقین حق و صداقت پر مبنی ہوتی ہے بشرطیکہ کوئی کامل ولی اسے بروئے کار لائے جیسا کہ سلطان باہو نے بیان فرمایا ہے ورنہ آج کل تو جھوٹے اور مکار فقیر اور جعلی فقیر جو اسے بھی شعبہ بازی کے طور پر استعمال کر کے سادہ لوح عوام کا مالی استحصال کرتے ہیں۔

کھولنے والے اور عین نماء ہیں۔ مرشد کامل قادری روزِ اول طالبِ صادق کو یہ کلید عطا کر دیتا ہے۔ یقین مراد پانا، کمرِ ہمت باندھنا، باطنی طور پر سننا، باطنی طور پر دیکھنا اور باطنی زبان کے ساتھ پڑھنا سکھاتا ہے اور یقین ہی ایمان کا لباس ہے اور جانِ ایمان ہے۔ جو شخص علمِ یقین پڑھتا اور جانتا ہے اسے عمر بھر چلے اور ریاضت کی ضرورت نہیں رہتی۔

- ۱۔ اصل یقین است یقین یار کن محرم اسرار شوی گن ز گن
- ۲۔ اصل یقین است یقین کن طلب محرم اسرار شوی راز رب
- ۳۔ اصل یقین است یقین بانظر نظر یقین بہ بود از سیم و زر
- ۴۔ علم یقین یا فتنش ذات نور شد ز یقین صورت رہبر حضور
- ۵۔ ایں نہ یقین است کہ تو یافتی پیش بتاں سر کہ گلوں ساختی
- ۶۔ اصل یقین است طلب کن خدا اصل یقین است طلب مصطفیٰ
- ۷۔ باہو ہر کہ طلب غیر کند بالیقین تابع شیطان بود آں لعین

### ترجمہ

- ۱۔ اصل شے یقین ہے اسے اپنا یار بنالے تاکہ تو لفظ گن کی حقیقت اور اسرار سے واقف ہو جائے۔
- ۲۔ اصل شے یقین ہے۔ خدا سے یقین طلب کر تاکہ تو اللہ تعالیٰ کے بھیدوں اور راز کا محرم بن جائے۔

- ۳۔ اصل شے یقین ہے اور یقین والی نگاہ ہے اور یقین کی نظر سیم و زر سے بہتر ہے۔
- ۴۔ علمِ یقین سے ذاتِ الہی کے انوار ملتے ہیں اور یقین ہی سے حضوری کی طرف رہبری کی صورت پیدا ہوتی ہے۔

- ۵۔ لیکن یہ یقین نہیں جو تجھے حاصل ہے کیونکہ تو دنیا کے بتوں کے آگے سر جھکاتا ہے۔



۶۔ اصل یقین یہ ہے کہ تو صرف خدا کو طلب کرے اور پھر اس کے رسول مقبول ﷺ کو چاہے۔

۷۔ باہو جو شخص غیر خدا کو طلب کرتا ہے وہ یقیناً شیطان لعین کا تابع ہوتا ہے۔

زبانی اقرار اور محض کتابوں کے مطالعے اور ان کے بیان و ثواب سے یقین حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ جب فقیر مکان و زمان اور اربع عناصرِ خاک، باد، آتش اور آب سے گزر جائے تو وہ مرتبہ نور تک پہنچتا ہے۔

چار بودم سہ شدم اکنون دوم وز دوئی بگذشتم و یکتا شدم

ہر کہ یکتا گشت فی اللہ شد تمام فیض فہلش ایں بود فقرش تمام

ترجمہ: (پہلے میں چار پر مشتمل تھا پھر تین پر اور اب دو ہو گیا ہوں۔ اور پھر دوئی سے گزر کر یکتا ہو گیا

ہوں۔ اور جو یکتا ہو گیا وہ مکمل طور پر فنا فی اللہ ہو گیا۔ اللہ کے فیض اور فضل سے یہی فقر کی انتہا ہے۔)

إِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللَّهُ ط فقر کی انتہا اللہ کی ذات پر ہے۔

جب انتہائے فقر سے وجود پر ہو جاتا ہے تو وہ دریا کی طرح ہو جاتا ہے جس میں

ہمیشہ کے لیے نورِ توحید میں استغراق حاصل ہوتا ہے اور یہ ہے فقرِ عارف کا مرتبہ۔

اے عالم! اپنے علم پر مغرور نہ ہو اور اے زاہد بہشت کی مزدوری پر گھمنڈ نہ کر۔

۱۔ نفس مارا در قبر شد زیر خاک روح مارا برد رحمت شد بہ پاک

۲۔ قلب مارا قرب دائم با حضور ہر کہ یکتا گشت فی اللہ ذات نور

۳۔ فق را گم قبر گم با جُتہ جان جُتہ را با خود برد در لامکان

۴۔ ہر کہ گوید اولیاء را مُردہ عقل آن رانیت دل افسردہ

۵۔ باہو این راہ نما بہراز خدا زندگی دائم بہمد مصطفیٰ

## ترجمہ

۱۔ اگرچہ ہمارا نفس قبر میں زیر خاک ہے مگر ہماری روح کو رحمت، اللہ پاک کے پاس لے گئی۔

۲۔ ہمارے قلب کو دائمی حضوری اور قرب حاصل ہے۔ جو یکتا ہو گیا وہ اللہ کی ذات میں فنا ہو کر نور بن گیا۔

۳۔ فقیر کی قبر بھی گم ہوتی ہے اور اس کا ظاہری جسم بھی گم ہوتا ہے اور وہ اپنے ظاہری جسم کو بھی لامکان میں لے جاتا ہے۔

۴۔ جو شخص اولیاء کو مردہ کہتا ہے اسے شعور حاصل نہیں اور اس کا دل افسردہ اور مردہ ہے۔

۵۔ اے باہو! طالبانِ راہِ خدا کو فقر کا یہ راستہ دکھاتا کہ ان کی زندگی دائمی طور پر محمد مصطفیٰ کے ساتھ بسر ہو۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ط بَلْ أَحْيَاءٌ

ان کو مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں۔ ہاں وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (البقرة) تمہیں خبر نہیں۔

معرفت راہے دگر علمے دگر با مطالعہ زو نیارند جان نگر

ناظراں را نظر باشد با خدا ایں مراتب یافتم از مصطفیٰ

ترجمہ: (معرفت کا راستہ اور علم الگ ہے۔ کتابوں کے مطالعہ سے یہ حاصل نہیں ہوتا۔ اپنی جان پر نظر رکھ۔

مشاہدہ کرنے والوں کی نظر اللہ کی ذات پر ہوتی ہے۔ یہ مراتب میں نے محمد مصطفیٰ سے حاصل کیے ہیں)

محبت خاص معراج بھی ہے اور مشاہدہ اور لقاء بھی ہے اور یہ بات وقت پر موقوف

ہے چاہے طالب معروف کرختی کی مانند ہی کیوں نہ ہو۔ جس کی ابتداء اصل میں اسم اللہ ذات اور مشق وجودیہ پر ہو اس کے لیے وصل میں ابتدا اور انتہا برابر ہے۔ بعض کو اس بات کا علم ہوتا ہے اور بعض کو نہیں ہوتا۔ بہتر یہی ہے اس کو جانتا ہو مگر وہ یہ سمجھے کہ وہ نہیں جانتا۔ اسی سے تمام غم کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

جو شخص اپنے علم کو نفس کی لذات پر صرف کرتا ہے وہ سانپ کی مانند ہے اور جو عالم اپنے علم کو قلب اور روح کی اصلاح کے لیے استعمال کرتا ہے وہ عالم اپنے علم میں ہوشیار اور لائق دیدار ہوتا ہے اور وہی عالم باللہ، فنا فی اللہ اور ولی اللہ ہوتا ہے۔ وہ علم کے مراتب سے آگے نکل جاتا ہے اور فقر اور ولایت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے اور توحید اور اسم اللہ ذات میں حضرت بایزیدؒ کی طرح مستغرق ہو جاتا ہے اور جو شخص اسم اللہ اور اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہے وہ ابو جہل کا ثانی یا فرعون کی مثل ہوتا ہے۔ اب تو بتا کہ تو اپنے آپ کو ان میں سے کس کی مثل سمجھتا ہے۔ جس طرح کافر کے لیے کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ پڑھنا مشکل اور دشوار ہے اسی طرح مردہ دل کے لیے تصوف کا حصول مشکل ہے کیونکہ تصوف نفس کی شرمندگی، دل کی زندگی اور روح کی بینائی ہے اور علم تصوف عیاں طور پر سچے طریقے خدا کی طرف لے جاتا ہے۔ محض کتابوں کے مطالعہ سے اللہ کے اسرار کا پردہ نہیں کھلتا اور وصل حاصل نہیں ہوتا۔ مرشد ناقص زیادہ ذکر فکر، ورد و وظائف اور چلہ و ریاضت میں ڈالتا ہے مگر مرشد کامل پہلے ہی روز جملہ تصرف معرفت اور حضوری کا خزانہ بخش دیتا ہے۔

باحضوری معرفت دل زندگی      بے حضوری رو سیاہ شرمندگی

ترجمہ: (حضوری سے معرفت اور دل کی زندگی حاصل ہوتی ہے اور بے حضوری شرمندگی اور رو

سیاہی ہے۔)

مرشد بننا آسان کام نہیں کیونکہ مست ہاتھی کی مثل طالب کے گھٹنے باندھنا مشکل

اور دشوار ہے، اس کے لیے توفیق اور قوت درکار ہے۔ مرشد مہاوت کی طرح ہونا چاہیے کہ جس طرح چاہے مست ہاتھی کے مثل طالب کو گھماتا پھرے اور اگر طالب لومڑی اور مرشد گیدڑ کی مانند ہو تو دونوں کو صرف جیفہ مردار دنیا کا عروج اور حصول ہوتا ہے۔ اور اگر طالب شیر ہے تو مرشد شیر بان ہونا چاہیے اور شیر زندہ شکار کھاتا ہے مردہ شکار کی طرف نہیں دیکھتا اور اگر مرشد شہباز ہے اور طالب اس کے برعکس محض غلیو از (چیل) کی مانند ہے تو اسے روحانی مجلس راس نہیں آتی۔

سنو! احمق کو نصیحت کرنا محض فضیحت ہے۔ مرشد کامل علم کا معنی کھول دیتا ہے اور وہ عین حق نما ہوتا ہے اور وجود کے ظلم کو شکستہ کر دیتا ہے اور اسم اللہ ذات کے ذریعے باطنی گنج بخشے والا ہوتا ہے۔ یہ مرتبہ ایمان کارمز اور عارفوں و فقرا و اولیاء کا مقدر ہے۔

مرشد کی توجہ کے بغیر طالب کسی منزل اور مقام تک نہیں پہنچ سکتا چاہے وہ تمام عمر سخت ریاضت کرے اور بہت سارے چلے کاٹے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ واضح رہے کہ آدمی نور کی ایک صورت ہے اور جس شخص کے وجود میں اللہ کا نور آ جاتا ہے تو اس کی ہر بات اللہ کے حضور سے ہوتی ہے۔ یہ مراتب لسان الفقراء سیف الرحمن کے ہیں اور جس شخص کے وجود میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم آ جاتا ہے اس کی ہر بات نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتی ہے اور یہ مرتبہ فنا فی الرسول کا ہے۔ اور جس شخص کے وجود میں پیر و مرشد کا نور آ جاتا ہے اس کی ہر بات پیر و مرشد کی طرف سے ہوتی ہے۔ یہ مرتبہ فنا فی الشیخ کا ہے۔ یہ بات عارفوں، عاشقوں اور واصلوں کو نصیب ہوتی ہے۔ ظاہری علوم کے عالم فاضل اس علم سے بے خبر ہیں کیونکہ وہ تو صرف حروف کے زیر و زبر کے مطالعہ اور مسائل فقہ سے واقف ہوتے ہیں اور فقہ کا مغز اللہ کی معرفت ہے جس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فخر ہے اور جو شخص دنیا پر فخر کرتا ہے اس کی تمام خصلت فرعون جیسی ہوتی ہے اور تجھے کوئی خصلت پسند ہے۔ نفس سانپ کی طرح ہے جو سانپ کا افسوں



پڑھنے سے باہر آتا ہے اور قید کیا جاتا ہے۔ جو شخص انصاف کے ساتھ نفس کے خلاف محاسبہ نہیں کرتا اور اس پر افسوس نہیں پڑھتا وہ احمق ہے اگر وہ سانپ کو ہاتھ لگاتا ہے۔ نفس کے سانپ کا ڈسا ہوا ہرگز علاج پذیر نہیں ہوتا کیونکہ اس کا زہر لازوال ہوتا ہے اور جان سے بے جان کر کے ہلاک کر دیتا ہے۔

ان لوگوں پر حیرانی ہے کہ زبان پر تو قرآن مجید، تفسیر اور حدیث ہے مگر دل میں نفسِ شیطان خبیث ہے اور یہ خبیث ہرگز دفع نہیں ہوتا جب تک مرشد کامل عالم فاضل تلقین نہ کرے کیونکہ عالم فاضل مرید طالب ہی حقیقی فقیر ہے اور فقیر عالم تمام دنیا پر حاکم ہے۔ آخر انتہائے فقر کیا ہے؟ فقیر ہر بات میں اللہ کے ساتھ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، انبیاء و اولیاء کے ساتھ اور فرشتوں کے ساتھ ہم سخن ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ فقیر خلقِ خدا کے ساتھ بھی ہم کلام ہوتا ہے۔ اس بات کا تعجب نہ کر اور اس امر کا انکار نہ کر کیونکہ سلطان بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں تیس سال تک اللہ کے ساتھ ہم کلام رہا اور لوگ یہ سمجھتے رہے کہ میں ان کے ساتھ ہم کلام ہوں۔ تصور اسم اللہ ذات طالب کے ہفت اندام کو مشق و جود یہ کے ذریعے پہلے ہی روز اس طرح پاک و صاف کر دیتا ہے کہ اسے تمام عمر ریاضت اور چلوں کی ضرورت نہیں رہتی۔ چلہ محض طالب کی آزمائش کے لیے ہوتا ہے۔ کامل پہلے ہی دن اللہ کے قرب کا راز، مشاہدہ، کشائش، جمعیت اور آسائش بخشتا ہے۔

چشم شد عینک کہ بنماید خدا ایں مراتب شد نصیب اولیاء

ترجمہ: آنکھ ایسی عینک بن جاتی ہے جس سے دیدارِ خدا ہوتا ہے۔ یہ مراتب صرف اولیاء کو نصیب ہوتے ہیں۔

چار چیزوں کو چھوڑ دینا چاہیے یعنی چار نفس کو تا کہ نفس اور ہوا کی لذت سے نفرت پیدا ہو۔

۱۔ خندہ ہا بر سینہ صافاں مے کنی ہشیار باش ہر کہ بر آئینہ خند در لیش خندی خود کند

ترجمہ: (صاف دل لوگوں کا مذاق نہ اڑا۔ خیال رکھ جو آئینے پر بنتا ہے وہ اپنا ہی مذاق اڑاتا ہے۔)

فقیر کا دشمن تین باتوں سے خالی نہیں ہوتا۔ یا وہ ایسا عالم ہوگا جو حاسد، مردہ دل، چرب زبان، صداقت سے بے خبر اور جہل میں گرفتار ہوگا یا وہ منافق، جھوٹا اور کافر ہوگا یا وہ اہل دنیا بد بخت ہوگا جسے بہشت میں کوئی ٹھکانا نہیں ملے گا۔ فقیر کامل وہ ہے جو ایک لمحہ بھی مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہو اور جسے دائمی مجلس محمدی صل اللہ علیہ وسلم میں حضوری حاصل نہ ہو وہ فقیر نہیں ہوتا۔ جس کو درویش کہا جاتا ہے اس کے کیا مراتب ہیں۔ اس کے مراتب یہ ہیں کہ وہ مدام لوح محفوظ اور علم باطن کے مطالعہ میں رہتا ہے۔ نیز ظاہری علم والے وارث الانبیاء کی کیا شناخت ہے۔ ان کی شناخت یہ ہے کہ علم ان کا وسیلہ بن جائے اور اس وسیلے سے وہ ہر رات یا ہر شب جمعہ یا ہر ماہ یا ہر سال دیدار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوں اور انہیں خاص وصال حاصل ہو اور جو عالم دیدار محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضوری حق سے واصل نہ ہو تو سمجھ لو کہ علم نے اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچایا اور ان پر علم کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ اس قسم کے عالم کو بوجھ اٹھانے والا گدھا کہا جاتا ہے جو تمام لوگوں کی آنکھوں میں خار کی طرح کھٹکتا ہے۔ وہ اہل ستم، رشوت خور، اور اہل آزار ہوتا ہے۔ اگر تمام علماء فقہاء، مفسرین، محدثین، زاہد، عابد، متقی، عالم اور حکمت میں کامل حکیم زندہ و مردہ، جن و انس اکٹھے ہو جائیں تو وہ تمام ایک صاحب تفکر ولی اللہ کے مرتبے تک نہیں پہنچ سکتے۔ وہ تفکر جو پشت ناخن پر کونین کا تماشا دکھائے۔

تَفَكَّرُ السَّاعَتِ خَيْرٌ مِّنْ  
 عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ  
 ایک ساعت کا تفکر دونوں جہان کی عبادت سے  
 افضل ہے۔

اور یہ صحیح حدیث ہے جس میں ذکر کی تسبیح بیان کی گئی ہے۔  
 ذِكْرُ اللَّهِ فَرَضٌ مِّنْ قَبْلِ  
 كُلِّ فَرَضٍ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
 تمام فرائض سے قبل  
 ذکر اللہ فرض ہے۔  
 مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

لیکن ذکر خفیہ ہونا چاہیے۔ جس کا تعلق اللہ کے قرب کے راز اور مشاہدے سے  
 ہو۔ ذکر بلند آواز سے نہ ہو۔ خفیہ ذکر کرنے والے کے نصیب میں حضوری محمد رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتی ہے اور وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس آیت کے  
 مطابق معشوق ہوتا ہے۔

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِینَ  
 یَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِیِّ  
 یریدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَیْنُکَ  
 عَنْهُمْ تُرِیدُ زِینَةَ الْحَیْوةِ الدُّنْیَا  
 وَلَا تُطِيعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ  
 ذِکْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ  
 فُرْطَاةً (الکھف)  
 اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح و  
 شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی  
 رضا چاہتے ہیں اور تمہاری آنکھیں انہیں  
 چھوڑ کر اور پر نہ پڑیں۔ کیا تم دنیوی  
 زندگی کی زینت چاہو گے اور اس کا کہنا نہ  
 مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل  
 کر دیا اور اپنی خواہش کے پیچھے چلا۔ اس  
 کا کام حد سے گذر گیا۔

فقیر زندہ دل ہیں جو اللہ کے حکم سے کونین پر قادر اور نفس پر امیر ہونے کا رتبہ  
 رکھتے ہیں۔ بموجب اس آیہ کریمہ کے:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ ارْنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ ط قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ مِنْ ط قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِنْ لَّيَظْمَنَنَّ قَلْبِي ط قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ط وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ (البقرہ)

اور جب عرض کی ابراہیم نے اے رب میرے مجھے دکھا دے تو کیونکر مردے زندہ کرے گا۔ فرمایا تجھے یقین نہیں۔ عرض کی یقین کیوں نہیں مگر میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو اطمینان حاصل ہو۔ فرمایا: اچھا، چار پرندے لیکر اپنے ساتھ ہلا لے پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے پھر ان کو بلا وہ تیرے پاس پاؤں سے دوڑتے ہوئے آئیں گے اور جان رکھ کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔

تجھے معلوم ہے کہ اس طرح چار پرندوں کو ذبح اور قتل کرنے والا زندہ قلب اور دائمی حضوری ہوتا ہے ایسا ذکر فقیر قلب کی تصدیق والا ہوتا ہے اور تفسیر کے علم کا عالم ہوتا ہے۔ یہ ہے فقر اور فقر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم۔ الْفَقْرُ فَخْرِي وَالْفَقْرُ مِنِّي (فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے)

فقر دانی چست گنج کان کرم ہر کہ بیند روئے فقرش نیست غم ترجمہ: (تو جانتا ہے فقر کیا ہے۔ فقر گنج اور کان کرم ہے۔ جو حضور کے فقر کا مشاہدہ کرتا ہے اسے کوئی غم نہیں)

فقر پیغمبر خدا سے پیغام لانے اور لے جانے کا نام ہے۔ وہ جس وقت چاہتا ہے حضوری میں پہنچ جاتا ہے اور تصور اسم ذات کے ذریعے راہ باطن سے مشرف ہو جاتا ہے اور راہ تصرف سے قبور کی روحانیت فقیر پر کس طرح آشکار ہوتی ہے۔ فقیر اسم اللہ ذات کے ذریعے جب مرتبہ فنا فی اللہ پر پہنچتا ہے تو وہ مردہ دل کو قیامت تک کے



لیے زندہ کر دیتا ہے اور زندہ آدمی کبیرہ اور صغیرہ گناہ سے نجات حاصل کر لیتا ہے اور جو زندہ دل ہوتا ہے اس سے گناہ ہرگز سرزد نہیں ہوتا۔ لیکن انسانوں کی شکل میں گدھوں کی سی صفت والے بیشمار لوگ پھرتے ہیں۔

كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَثْقَارًا ۝ اس کی مثال گدھے کی سی ہے  
(الجمعه) جو کتابیں اٹھالے۔

معلوم رہے کہ انسان کی شناخت کیا ہے۔ انسان وہ ہے کہ وہ تجربہ کار، باوقار، اور جاں نثار ہو اور زبانی نانی یا نہ ہو ویسے تو اللہ کے نام کا ذکر عندلیب اور طوطے وغیرہ بھی کرتے ہیں مگر کامل وہ ہے کہ اسم اللہ کے ذریعے حضوری میں پہنچ جائے۔

ذکر را بگذار و فکرش را بجزو ذکر و فکر و وسوسہ از دل بشو  
طلب کن از مرشدت توحید نور طلب کن از مرشدت قربش حضور  
بے حضوری ہر طریقہ را ہزن طالبان را بس بود ایں یک سخن  
با حضوری قادری را ابتداء انتہائے قادری بیند لقاء  
ترجمہ: ذکر کو چھوڑ اور فکر کی تلاش نہ کر۔ ذکر فکر اور وسوسہ دل سے نکال دے۔

مرشد سے نور توحید طلب کر اور حضور ذات کا قرب مانگ۔

حضوری کے بغیر ہر طریقہ را ہزن ہے۔ طالبوں کے لیے یہی ایک بات اور نصیحت کافی ہے۔ قادری کی ابتداء حضوری ہے اور انتہا لقاۃ الہی ہے۔

وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَى ۝ جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت

فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَى ۝ (بنی اسرائیل) میں بھی اندھا ہوگا۔

گر بگویم کور را با چشم میں کور مادر زاد کے بیند بہ دین

اگر اندھے سے کہا جائے کہ دیکھو تو پیدائشی اندھا کس طرح دیکھ سکتا ہے۔

## قادری طریقے کی فضیلت

قادری حق کا مقرب ہوتا ہے۔

حَسَنَاتُ الْأَبْرَارِ سَيِّئَاتُ

ابرار یعنی نیک لوگوں کی نیکیاں بھی

الْمُقَرَّبِينَ۔ مقربین کے حق میں معصیت ہوتی ہیں۔

کامل قادری فقیر کی نگاہ میں طالب جاہل و عالم برابر ہیں اور اہل نصیب و بے نصیب یکساں ہیں۔ کامل کو ہر علم اور ہر نصیب کا اختیار حاصل ہوتا ہے کیونکہ وہ اللہ کا مقرب ہوتا ہے۔ وہ لوح محفوظ کے علم کے ذریعے بد بخت کو نیک بخت اور نیک بخت کو بد بخت بنا سکتا ہے اس بات پر تعجب نہ کر۔ طالب مرید قادری کی غذا مجاہدہ ہے اور اس کا خواب مشاہدہ اور حضوری کا درجہ رکھتا ہے۔ دانا اور آگاہ رہ کہ قادری طریقے میں دوسرے طریقوں سے جاسوس چوروں اور شیطانوں کی شکل میں گھس آتے ہیں تاکہ طالب مرید قادری کو گمراہ کریں لیکن قادری کو طریقہ قادری کی وجہ سے فتح حاصل ہوتی ہے۔ جو طالب مرید قادری کسی دوسرے طریقے کی طرف رجوع کر کے اس سے خلوص برتتا ہے وہ مردود اور سلب ہو جاتا ہے اور قیامت تک اسے ہرگز دل کی زندگی نہیں ملتی۔ اور قادری اور غیر قادری کی شناخت کن باتوں سے ہوتی ہے: قادری بلا تکلیف اہل توحید ہوتا ہے اور دوسرے طریقوں والے اکثر اہل تقلید ہوتے ہیں۔ قادری کے ہاتھ میں پہلے ہی روز باطنی کلید آ جاتی ہے وہ اسے جس قفلِ مہمات میں ڈالتا ہے کھول لیتا ہے۔

جَزَاكَ اللَّهُ فِي الدَّارَيْنِ خَيْرًا اللَّهُ بس ماسوئی اللہ ہوس۔

حضرت پیر میراں محی الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ طالبوں اور مریدوں کے لیے اس طرح ہیں جس طرح آدمی کے جسم میں روح اور جان ہوتی ہے۔ اگر پیر دستگیر سید عبدالقادر جیلانی کا طالب مرید صالح ہے تو وہ ہمیشہ حضرت پیر دستگیر کی آستین میں

رہتا ہے اور اگر طالب مرید طالح ہے تو حضرت پیر دستگیر اس طالب مرید کی آستین میں رہتے ہیں۔ خدا اور اس کے رسول کی سوگند کہ حضرت شاہ محی الدین قدس سرہ العزیز کسی حال و احوال و اقوال و اعمال طالب مرید فرزند سے قیامت تک ہرگز جدا نہیں ہوتے بلکہ طالب ہر مقام پر اور حشر نشر میں ان کی نگاہ اور پناہ میں رہتا ہے۔ یہ بخشش اور وعدہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے کیا ہے کہ حضرت پیر دستگیر کا طالب مرید دوزخ میں نہیں جائے گا اور حاسد کاذب اور منافق لوگ کہتے ہیں کہ پیر دستگیر کا مرید دوزخ میں جائیگا۔ ہاں یہ بات کہنے والا خود بہشت سے محروم رہے گا۔ جو قادری طالب مرید اپنے آپ کو حضرت پیر دستگیر سے جدا سمجھتا ہے وہ کس طرح اپنے آپ کو حضرت پیر دستگیر کا طالب مرید اور فرزند جانتا ہے۔ جو شخص کسی بھی وقت حضرت پیر دستگیر کو اخلاص، اعتقاد اور یقین کے ساتھ مشکل حالات میں امداد کے لیے یاد کرتا ہے اور یہ الفاظ کہتا ہے۔

أَخْضِرُوا يَا مَالِكُ الْأَرْوَاحَ الْمُقَدَّسَ وَ مُحْيِ الْحَقِّ شَاهَ عَبْدُ الْقَادِرُ  
جِيلَانِي حَاضِرُ شَوْ۔ اور تین مرتبہ پورے جذب اور غضب کے ساتھ نفس اور دل پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی تین ضربیں لگاتا ہے۔ تیسری ضرب پر بلاشبہ حضرت پیر دستگیر حاضر ہو جاتے ہیں اور ان کی حاضری یا تو اربع عناصر کے جشہ کے ساتھ ظاہری آنکھوں سے ہوتی ہے یا قلب کے جشہ کے ساتھ یا نور کے جشہ کے ساتھ ہوتی ہے اور ضرور ہوتی ہے۔ بعض کو ان سے ظاہر میں ملاقات ہوتی ہے۔ بعض کو الہام، بعض کو وہم، بعض کو دلیل، بعض کو خیال، بعض کو وصال ہوتا ہے اور بعض کو پیغام ملتا ہے۔ جو شخص طالبی و مریدی اور فرزندگی میں اصل، وصل اور نسل کو جانتا ہے وہ مرتبہ اولیاء پر فائز ہوتا ہے اور اولیاء اللہ مردہ نہیں بلکہ ان کو اسم اللہ ذات کی قوت سے دائمی حیات حاصل ہوتی ہے وہ ہرگز مردہ نہیں بلکہ اولیاء کی موت سے مراد یہ ہے

کہ وہ خلق کے خطرات سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ قال علیہ السلام: مَنْ عَرَفَ اللَّهَ لَمْ يَكُنْ لَهُ لَذَّةٌ مَعَ الْخَلْقِ (جو شخص اللہ کو پہچان لیتا ہے پھر خلقت سے اسے لطف نہیں آتا)۔ حضرت شاہ محی الدین رضی اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

الْأَنْسُ بِاللَّهِ وَالْمُتَوَحِّشُ  
عَنْ غَيْرِ اللَّهِ - وہ اللہ سے محبت کرتا ہے اور  
غیر اللہ سے اسے وحشت ہوتی ہے۔

یہ اولیاء اللہ کا مرتبہ ہے جن کے لیے زندگی اور موت برابر ہے۔ قال علیہ السلام:  
إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا يَمُوتُونَ      بلاشبہ اولیاء اللہ نہیں مرتے بلکہ  
بَلْ يَنْتَقِلُونَ مِنَ الدَّارِ إِلَى      وہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں  
الدَّارِ -      منتقل ہو جاتے ہیں۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي  
سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ "بَلْ أَحْيَاءٌ"      اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں  
وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (البقرہ)      ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔  
تمہیں خبر نہیں۔

جن و انس مَوَکَل اور فرشتہ کے تمام علوم علم و دعوت القبور کی قید میں ہیں۔ یہ بات اہل تصور اہل حضور عارف کو حاصل ہے۔ تو جانتا ہے کہ تمام وہ لوگ جو عوام و خواص سے ہیں اگر زبان سے اسم اللہ کا ورد کرتے ہیں اور اسم اللہ کی حقیقت نہیں جانتے وہ قرب اور معرفت سے محروم رہتے ہیں۔ مرشد کامل اپنی تلقین سے اسم اللہ کی حقیقت کھول دیتا ہے اور طالب کو اسم اللہ کی حقیقت سے تمام مطالب عطا کر دیتا ہے۔ عقل مند مرشد وہ ہے جو طالب کو چار قسم کے تصرفات عطا کر دے تاکہ طالب تمام عمر برباد، پریشان اور بے جمعیت نہ ہو بلکہ وہ شاہ ظل اللہ، فقیر لایحتاج اور غالب اولیاء اللہ بن جائے جس کو نہ کسی کی احتیاج ہو اور نہ وہ کسی سے التجا کرے۔ وہ چار تصرفات یہ ہیں: اول تصرف علم دعوت القبور ہے۔ قال علیہ السلام:



اِذَا تَحَيَّرْتُمْ فِي الْأُمُورِ      جب تم کسی امر میں حیران ہو جاؤ تو

فَاسْتَعِينُوا مِنْ أَهْلِ الْقُبُورِ - اہل قبور سے مدد طلب کرو۔

جو طالب علم دعوت میں کامل ہے ہر ایک تصرف مدام اسکی نظر میں ہے۔ مگر طالب پر یہ فرض عین ہے کہ وہ اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔ اگر کوئی شخص تمام عمر علم پر باعمل اور عامل ہے وہ شخص کامل ہے اور اکمل فقیر ہے۔ یہ اللہ کے قرب اور وصل کا راستہ ہے۔ یہ دنیاوی عز و جاہ، خوبصورت فرش فرش اور شب و روز گناہ اور نفس کی فریبی کا راستہ نہیں۔

لے جان من سن لے! ہزار کتابیں صرف ایک ہی بات سے منکشف ہو جاتی ہیں اور ایک عارفانہ بات کسی کتاب میں نہیں سما سکتی۔ وہ بات حضور سے ہوتی ہے اور عارفوں اور اہل مغفرت کو نصیب ہوتی ہے لہذا کوئی غیر کیا ہوتا ہے جو اہل سخن کے سامنے دم مار سکے۔ سخن صفات الگ ہے اور سخن ذات الگ ہے اور سخن سرا لگ ہے۔ تو سخن کو کیا جانتا ہے اور یقیناً نہیں جانتا۔ یہ سخن دوام حضور سے ہے اور علم لدنی سے ہے جو ازلی فیض فضل کی توفیق سے ہے اور حلال خوراک اور صادق قول اور مشاہدہ حضوری ذات سے ہے۔ یہ مراتب وصال، قرب، حضوری اور اللہ کی معرفت کے ہیں جو مطلق توفیق الہی سے ہے۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ      مجھے صرف اللہ ہی سے توفیق ہے۔

اس راہ کی اصل علم ہے۔ جاہل اس پر نہیں چل سکتا۔

گر ترا عقل است علم از حق طلب      جاہلانے خوک خرس و مثل سگ

ترجمہ: اگر تو عقل مند ہے تو اللہ سے علم طلب کر۔ جاہل تو محض جانور اور درندہ ہوتا ہے۔

علم تین طرح اور تین قسم کا ہے: ایک شعراء اعرابی کا علم، دوم علماء معرفت توحید کا علم اور سوم اہل تصرف فقراء اور اولیاء کا علم۔ شعراء کا علم فصاحت و بلاغت اور دانش و

شعور پر مشتمل ہے۔ علماء اہل فقہ، مفسرین و محدثین کا علم مطالعہ، مناظرہ، مذاکرہ اور ذکر مذکور پر منحصر ہے اور فقراء اہل تصوف، عارف اولیاء اللہ کے علم کا اللہ حی قیوم کے قرب اور حضوری پر دار و مدار ہے جہاں حضور ہے وہاں سے رسم رسوم و مطالعہ کتب تحریر و کتابت اور شعر و شعور کا علم بہت دور اور بے خبر ہے۔

دانا اور آگاہ رہ اور اپنے دل سے ماسوی اللہ کے دفاتر خطرات کو دور کر دے اور چند کلمات اسم اللہ ذات کی حضرات<sup>۱</sup> سے سیکھ لے جس سے گنج بے رنج کا تصرف اور اللہ کا فیض اور فضل عطا ہوتا ہے اور بے نصیب طالبوں کو ہر نصیب خدا کے حکم اور کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کی کنہ اور حقیقت سے نصیب ہوتا ہے۔ دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے اور ایمان و بہشت اور اللہ کی رحمت اور فضل اس کا گرویدہ ہوتا ہے اور تمام جمعیت اور ہر گنج کا تصرف اور جملہ قسمت اور رزق کلمہ پڑھنے والے کے نصیب میں ہے۔ اور ہر گنج کا تصرف، قسمت و مقدر ازلی فیض فضل اسم اللہ اور کلمہ طیبہ کی طے پیر کامل اور مرشد مکمل باطنی توجہ سے کلمہ طیبہ کی<sup>۲</sup> طے کھول دیتا ہے اور تمام تصرف گنج، قسمت اور رزق کلمہ طیب سے عطا کر دیتا ہے کیونکہ حق حق سے ہے جو

۱۔ حضرت سلطان باہو نے اکثر مقامات پر اسم اللہ ذات کے ساتھ حضرات کا لفظ لکھا ہے۔ سو واضح رہے کہ مشق تصور اسم اللہ ذات بھی ایک طرح کی حضرات ہی ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعے تصور، تخیل اور تفکر میں لفظ اللہ کو قائم، مرقوم اور نقش کرنا پڑتا ہے اور یہی اسم اللہ ذات کی حضرات ہے اور اس کے نتیجے میں جب انوار اور تجلیات کا ظہور اور ورود ہوتا ہے۔ اللہ کا قرب، حضور اور دیدار ہوتا ہے۔ باطنی مقامات طے ہوتے ہیں اور مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کا شرف حاصل ہوتا ہے اور انبیاء و اولیاء اللہ کی ارواح سے ملاقات اور ہم کلام ہونے کا موقع ملتا ہے۔ یہ تمام امور حضرات کے زمرے میں آتے ہیں۔ مشق تصور اسم اللہ ذات کی برکت سے تصور، تخیل اور تفکر میں اس قدر قوت اور توانائی آ جاتی ہے کہ عامل کامل اس کے ذریعے ملائکہ، ارواح، موکلات اور جنات کی حضرات کرنے پر قادر ہو جاتا ہے اور ان سے کام اور خدمت لیتا ہے۔ یہ تمام حضرات ہی ہے۔

۲۔ کلمہ طیبہ کی طے۔ طے کے لغوی معنی کسی مسافت کو عبور کرنا، تصفیہ کرنا وغیرہ ہیں۔ مگر تصوف میں اس کے اصطلاحی معنی کچھ اور ہیں اور سلطان باہو نے اسے اصطلاحی معنوں میں استعمال کیا ہے۔ کلمہ طیبہ کی طے سے مراد یہ ہے کہ کلمہ طیبہ کے تمام باطنی اسرار و رموز منکشف ہو جائیں اور تمام واردات باطنی وارد ہو جائیں جو کلمہ طیبہ سے متعلق ہیں۔ (بقیہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

برحق ہے اور معرفت اللہ عزوجل ہے۔

یہ کتاب کم بخت، بے نصیب، بے عقل اور کم طالع کو پسند نہیں آتی۔ اس کتاب سے مقدر کا گنج اور اللہ کے انعام ملتے ہیں۔ یہ بات یہ فقیر (باہو) تحقیق سے کہتا ہے اور توفیق سے بخشتا اور دکھاتا ہے۔ انسان کو ہمیشہ صاحب دانش ہونا چاہیے اور بے عقل آدمی صرف روٹی اور نام کی خواہش لیے پھرتا ہے۔ یہ کتاب علماء، فقہاء، فقراء اور عارف اولیاء اللہ کی کسوٹی ہے جو خدا کی عنایت، معرفت اور ہدایت کے مراتب تک پہنچاتی ہے اور مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں لے جاتی ہے۔ جو شخص شب و روز اس کتاب کا مطالعہ

(گزشتہ صفحہ کا بقیہ) کلمہ کا پہلا جز یا حصہ معروف معنوں میں نفی اثبات پر مشتمل ہے۔ پہلے تمام الہ کی نفی کی جاتی ہے اور یہ تمام الہ ماسوائے اللہ میں سے ہوتے ہیں۔ ان کی نفی زبانی بھی کرنی پڑتی ہے اور عملی بھی اور خصوصاً قلبی طور پر بھی۔ زبانی نفی میں اتنی دقتیں اور مشکلات پیش نہیں آتیں جتنی عملی اور قلبی نفی میں پیش آتی ہیں۔ سب سے پہلے تو انسان اپنی خواہشات نفس کو الہ بنا لیتا ہے جیسا کہ قرآن بیان کرتا ہے۔ اَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ الْهَوَاَ (الجنائیہ) انسان خواہشات نفس کے پیچھے دوڑتا ہے اور اسی پر مرتا ہے اور اللہ اور اس کے احکام کو بھول جاتا ہے۔ کلمہ طیبہ کے پہلے حصے کی عملی اور قلبی طور پر طے میں تمام ماسوائے اللہ خداؤں سے نجات مل جاتی ہے اور آدمی صحیح معنوں میں اللہ معبود برحق کی طرف رجوع کرتا ہے اور یہ ایک عظیم کامیابی ہے۔ یہ فقر و تصوف کا پہلا راستہ اور اولین زینہ ہے جو اس طرح طے ہو جاتا ہے اور یہ بات مرشد کی تلقین اور توجہ سے حاصل ہوتی ہے۔

نفی کے بعد اثبات کا مرحلہ آتا ہے یعنی ایک الہ کو ثابت کرنا اور یہ امر اور بھی مشکل ہے۔ اِلَّا اللہ کا مطلب یہ ہے کہ سوائے اللہ کے اور کوئی معبود اور مسجود نہیں ہے اور معبود اور مسجود محبوب بھی ہوتا ہے۔ جب اپنے محبوب کے سوا کسی اور سے عشق اور محبت ہو جائے تو یہ امر عشق و محبت کی روایات کے بالکل منافی ہوتا ہے۔ جب ہم مال و دولت اور اولاد سے محبت کرنے لگتے ہیں اور ان کی محبت دل پر اس قدر غالب آ جائے کہ ہم محبوب حقیقی کو فراموش کر دیں تو کلمہ طیبہ کا مقصد اور نصب العین بالکل فوت ہو جاتا ہے۔ کلمہ طیبہ کی طے سے اصل مراد یہی ہے کہ اس کے تمام ظاہری اور باطنی تقاضے پورے کیے جائیں۔ اگر اس میں کامیابی ہو جائے تو پھر ہر تصرف اور باطنی خزانہ حاصل ہو جاتا ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ کلمہ طیبہ کی حقیقی شان نزول کی کیفیت وارد اور منکشف ہو جائے اور اس کا پورا پورا مشاہدہ ہو جائے اور وہ تمام فیوض و برکات حاصل ہو جائیں جو اس سے وابستہ اور متعلق ہیں اور اس کے دوسرے حصے میں محمد رسول اللہ کی طے کے ذریعے حضور کی رسالت اور نبوت کے تمام کمالات اور مقامات کا صحیح طور پر ادراک ہو جائے اور حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکشاف ہو جائے اور عشق رسول کے تمام مراتب اور مدارج طے ہو جائیں اور فنا فی الرسول کا مرتبہ حاصل ہو جائے ورنہ زبانی طور پر تو طوطے بھی کلمہ پڑھ لیتے ہیں۔ کلمہ طیبہ کی اصل طے یہ ہے کہ اس کا پڑھنے والا فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول ہو جائے۔

کرتا ہے وہ دنیا اور آخرت میں لایحتاج ہو جاتا ہے اور اسے کوئی احتیاج نہیں رہتا۔

- ۱۔ بے عقل را خوش نہ آید ایں کتاب عاقلان را گنج بخشد بے حساب
  - ۲۔ ایں کتابے غوث قطب ہر ورق ہر تصرف کیما بدہ سبق
  - ۳۔ اکیر تکسیر است و علم کیما و ز کیما ہنرش نظر گردد غنا
- ترجمہ: ۱۔ بے عقل آدمی کو یہ کتاب پسند نہیں آتی۔ مگر یہ عقل مندوں کو بے حساب باطنی خزانے بخشی ہے۔

۲۔ اس کتاب کا ہر ورق غوثی اور قطبی کی تعلیم دیتا ہے اور کیما کے ہر تصرف کا سبق سکھاتا ہے۔

۳۔ اس میں علم اکیر و تکسیر و کیما کا علم موجود ہے اور کیما کے ہنر سے انسان کی نظر غنی ہو جاتی ہے۔

بعض کو ایک دوسرے کی نصیحت سے عقل آتی ہے اور یہ گدائی اور دریوزہ گری کی مثل ہے لیکن اولیاء اللہ کو علم اور عقل بغیر کسی دنیاوی مصلحت کے اللہ کی عطا اور بخشش سے حاصل ہوتی ہے۔ اسی کو عقل کلی کہتے ہیں جو کل و جز پر حاکم اور امیر ہے۔ عالم معلومات رکھتا ہے مگر وہ صرف کتاب کے مطالعے سے معلومات حاصل کرتا ہے اور طمع اور حرص سے باز نہیں آتا۔ چاہے اس کی زبان پر تفسیر ہی کیوں نہ جاری ہو۔

قال علیہ السلام

لِكُلِّ شَيْءٍ آفَةٌ وَ آفَةُ

ہر شے کی آفت ہوتی ہے مگر علم

الْعِلْمُ بِالطَّمْعِ

کی آفت طمع ہے۔

لہذا پہلے غنایت اور کیما کے ہنر کا تصرف اور نظر کی کیما ہے بعد میں ہدایت ہے اور طالب شاگرد خاص کو علم کیما سے آگاہ کرنا نیکی اور ثواب کا کام ہے اور عطا کا راز ہے اور طالب شاگرد نالائق کو یہ علم عطا کرنا بہت بڑی غلطی ہے اور جو بے عقل کو بتائے



اس کا وبال اور خون خرابے کی ذمہ داری اور زوال بتانے والے کی گردن پر ہے۔ فقیر وہ ہے جو ہر تصرف کا عامل، ہر تصور میں کامل، ہر توجہ میں مکمل اور ہر تفکر میں اکمل ہوتا ہے اور تمام مراتب کا جامع اور مجموعہ ہوتا ہے اور بے طمع ہوتا ہے۔

- ۱۔ عقل حق نور است و زحق آفتاب      عے شود روشن بمثل ماہتاب
- ۲۔ کور تیرہ را بنا شد عقل و رائے      بے خبر از معرفت وحدت خدا
- ۳۔ عارفاں را عقل شد با ذات حق      علم و حلم با مطالعہ دل ورق
- ۴۔ ایں سخن گرفتم از کنہ گن      جاوداں را یافتم از یک سخن
- ۵۔ یک زیک آیت زقرآن یافتم      با خود رفیق آیتش را ساختم
- ۶۔ عقل یک سرِ یست از ادبش بجو      بے ادب با بے عقل بس گفتگو
- ۷۔ ہر کرا عقل است دائم سکوت      لب بہ لب بستہ شود اہل از لہوت

### ترجمہ

- ۱۔ حق پر مبنی عقل ایک نور ہے اور حق کے آفتاب سے چاند کو روشنی ملتی ہے۔
- ۲۔ دل کے اندھے کو عقل اور سمجھ نہیں ہوتی وہ معرفت اور اللہ کی وحدت سے بے خبر ہوتا ہے۔
- ۳۔ عارفوں کو اللہ کی ذات کی طرف سے عقل عطا ہوتی ہے اور علم و حوصلہ ملتا ہے اور وہ دل کے ورق کا مطالعہ کرتے ہیں۔
- ۴۔ میں نے یہ بات کُن کی حقیقت سمجھ کر حاصل کی ہے اور اسی بات سے میں نے لافانی اللہ کو پایا ہے۔
- ۵۔ میں نے قرآن کی ایک ایک آیت کو سمجھا ہے اور قرآن کی آیات کو اپنا رفیق بنایا ہے۔
- ۶۔ عقل ایک راز ہے اس سے ادب سیکھ۔ بے ادب اور بے عقل کے ساتھ گفتگو فضول ہے۔
- ۷۔ عقل مند آدمی ہمیشہ خاموش رہتا ہے۔ وہ اہل لاہوت ہوتا ہے اور زبان بند رکھتا ہے۔

حدیث: مَنْ عَرَفَ رَبَّهُ فَقَدْ كَلَّ لِسَانَهُ

جس نے اپنے رب کو پہچان لیا وہ اپنی زبان کو بند رکھتا ہے۔

اہل حضور خاموش رہتے ہیں اور خاموشی میں حضوری کے اندر رہتے ہیں۔ خونِ جگر پیتے ہیں اور جو بے عقل ہیں وہ محض جوش و خروش میں خود فروشی کرتے ہیں۔

عقل کلی گنج نورش با حضور      بے حضوری بے عقل و زحق بدور  
عقل بیدار است خوابش را بگیر      عاقلان غالب بود روشن ضمیر  
سر ہدایت عقل طالب معرفت      بے عقل در طلب دنیا سگ صفت  
علم سہ حرف است و عقل سہ حرف      عالم و عاقل یک شود انسان شرف  
عاقلان در طلب اللہ ہر دوام      ہر مطالب در طلب حق شد تمام  
انبیاء را عقل بودن حق عطاء      اولیاء را عقل بردہ با خدا  
عاقلان ناظر نظر حاضر نبی      عاقلی جز طالبی است دنیا شقی

ترجمہ

- ۱۔ عقل کلی نورِ حضوری کا خزانہ ہے۔ جسے حضور حاصل نہیں وہی بے عقل اور حق سے دور ہے۔
- ۲۔ عقل ہمیشہ بیدار ہے اسے خوابیدہ نہ کر۔ عاقل غالب اور روشن ضمیر ہوتا ہے۔
- ۳۔ عقل ہدایت کا بھید ہے جس سے طالب معرفت حاصل کرتا ہے۔ بے عقل دنیا کی طلب میں سگ صفت ہوتا ہے۔

- ۴۔ علم کے تین اور عقل کے بھی تین حرف ہیں۔ عالم اور عاقل انسانیت کے شرف میں یکساں ہیں۔
- ۵۔ عاقل مدام اللہ کی طلب میں رہتا ہے اور حق کی طلب میں تمام مطالب حاصل ہو جاتے ہیں۔
- ۶۔ انبیاء کو عقل اللہ کی طرف سے حاصل ہوتی ہے اور اولیاء کو عقل اللہ تک پہنچاتی ہے۔
- ۷۔ عاقل نبی کی حضوری میں حاضر و ناظر ہوتا ہے۔ عقل مندی کے بغیر اللہ کی طلب دنیا کی بدبختی ہے۔

سنو! اللہ کا طالب اگرچہ لوگوں کی نظروں میں بے عقل معلوم ہوتا ہے مگر اللہ کی

معرفت کے علم میں وہ اللہ کے قریب ہوتا ہے۔ قال علیہ السلام

مَنْ مَاتَ فِي حُبِّ اللَّهِ فَقَدْ

جو اللہ کی محبت میں فوت ہوا اس

مَاتَ شَهِيدًا۔

نے شہادت پائی۔

فقیر اگرچہ خلق کی نظر میں بے علم ہوتا ہے مگر توحید الہی کے علم میں عالم فاضل ہوتا ہے اور الہام، کلام، ذکر اور حضور کے ذریعے اللہ کے ساتھ ہوتا ہے۔

فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ (البقرہ)

تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

عقل خدا کی طرف متوجہ ہوتا اور بے عقل نفس کی حرص و ہوا اور طمع میں گرفتار ہے۔ تجھے ان میں سے کیا چیز چاہیے۔ تو معرفت بردار بننا چاہتا ہے یا باطل دنیا کی طرف رجوع کرنا پسند کرتا ہے۔ ایمان کی اصل اخروی نجات اور کم آزاری ہے۔ جان لے کہ حضوری کے انوار اور تجلیات سے عقل کلی اور دانش و شعور میں اضافہ ہوتا ہے۔ علم کے طالب علماء اور مولے کے طالب فقرائے اولیاء میں کیا فرق ہے۔

علماء صرف علم بیان کرتے ہیں مگر فقراء اس علم کے ذریعے عین بعین مشاہدہ کراتے ہیں۔ فقیر کا کوئی مقرر طریق کار نہیں ہوتا مگر وہ تمام مقامات اور طبقات طے کر دیتا ہے اور فقیر کا کوئی خاص مسلک نہیں ہوتا مگر وہ تمام آفات ظاہر و باطن سے

۱۔ یہاں عقل سے مراد دنیاوی اور مادی عقل و دانش نہیں بلکہ یہاں عقل سے مراد وہ عقل و فراست ہے جو نور ایمان، نور توحید، معرفت الہی اور لقاء ذات سے حاصل ہو۔ حدیث میں آیا ہے:

اتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ

مومن کی فرست سے ڈرو کیونکہ

فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ

وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

دنیاوی عقل و فراست اور دانش و شعور کی اس عقل کلی کے سامنے کوئی حقیقت نہیں جو اللہ کے نور سے حاصل ہوتی ہے۔ سلطان باہو نے اسی عقل کا ذکر کیا ہے۔

۲۔ فقراء اولیاء کی صرف نظر اور توجہ سے تمام منازل اور مقامات طے ہو جاتے ہیں۔ منازل اور مقامات طے کرنے اور کرانے کا ان کا کوئی مخصوص طریق کار نہیں ہوتا۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

توفیق الہی کے ساتھ سلامت نکل آتا ہے۔ اگر کوئی حاسد، منافق، مردہ دل، کاذب، فرزند شیطان، خناس کے وسوسے والا، پیر و مرشد کا منکر، بے پیر و بے مرشد اور بے معرفت یہ دلیل اور حجت پیش کرے کہ اس زمانے میں کوئی صاحبِ قوت اور لائق ارشاد پیر و مرشد موجود نہیں ہے تو اسے کتاب کے مطالعے کو پیر و مرشد کے بجائے وسیلہ پکڑنا چاہیے۔ یہ تمام حیل و حجت شیطانی اور نفسانی مکر و فریب اور کبر و ہوا کی وجہ سے ہے جو اللہ کی معرفت اور ہدایت سے روکتی ہے اور مجلسِ محمدیؐ سے باز رکھتی ہے اور تو ایسے لوگوں کی بات پر کان نہ دھرا اور یقین نہ کر ایسے لوگ مردہ دل اور جیفہٴ مردار دنیا کے طالب اور سگ ہیں۔

علم صرف کتابوں میں رہ گیا ہے اور باعمل علماء قبروں میں پہنچ گئے ہیں اور مرشدِ کامل ظاہر باطن میں حضوری اور اللہ کے خزانوں کا خزانچی اور صاحبِ ولایت ہوتا ہے اور وہ اللہ کی مخلوق کی حفاظت سے ایک لمحہ بھی غافل نہیں رہتا اور فقراء اور اولیاءِ قیامت تک ایک دوسرے کے قائم مقام ہوتے ہیں اور آفتاب کی طرح فیض بخش ہوتے ہیں اور بہرہ ور لوگوں کے رہنما ہوتے ہیں۔ طالبی و مریدی ایک ایسا مرتبہ ہے جو منصب بہ منصب حضوری سے مشرف ہے۔

گر بیائی طالباً حاضر کنم جشہ را از قہر غصہ بر کشم

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) وہ نہ درد و طائف پڑھتے ہیں نہ پڑھاتے ہیں نہ چلے کاٹتے ہیں نہ کھاتے ہیں۔ ع ”فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا۔“ اور ان کا کوئی مخصوص مسلک بھی نہیں ہوتا۔ وہ نہ دیوبندی ہوتے ہیں نہ بریلوی اور نہ اہل حدیث اور نہ شیعہ۔ بلکہ ان کا مسلک فقیری اور درویشی ہوتا ہے اور یہی ایک عالمگیر مسلک ہے جو تمام فقراء اور اولیاء میں مشترک ہے۔ یہاں تک کہ وہ حنفی، مالکی، شافعی، اور حنبلی مسالک سے بھی بے نیاز ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ تصوف اور طریقت میں بھی ان کا اپنا خاص اور ذاتی مسلک ہوتا ہے اور وہ ان سے بھی آزاد اور بے نیاز ہوتے ہیں۔ یہ مسالک اور سلسلے اور فرقے بعد کی پیداوار ہیں۔ فقیری اور درویشی ان سے مقدم اور پہلے کی چیز ہے۔ بعض اوقات ظاہری اور رکی رواجی مذاہب سے بھی ان کا کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔

ترے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا نہ وہ دنیا یہاں مرنے کی پابندی وہاں جینے کی پابندی



تا شناسی معرفت حق اولیاء سے شود حاصل ترا وحدت خدا

صاحب گنج تصرف صد کرم عارف با اللہ بود آل جان من

ترجمہ: ۱۔ اے طالب! اگر تو میرے پاس آئے تو میں تجھے حضور ذات الہی میں حاضر کر دوں۔ اور تیرے وجود سے قہر اور غصہ دور کر دوں۔

۲۔ تاکہ تو اللہ کی معرفت پالے اور تجھے اللہ کی وحدانیت حاصل ہو جائے۔

۳۔ جسے گنج تصرف حاصل ہو جائے اس پر اللہ کا ہزار کرم ہے۔ اے جان من! یہ مقام عارف باللہ کا ہے۔

جس شخص کو باطن کی صفائی اور نظر کی وسعت حاصل ہے اے تمام گنج تصرف کی توفیق دستیاب ہے اور وہ حق کارِ فقیق ہے اور طالبوں کو علم تصرف کی تعلیم ابتداء میں دینے کا یہی طریقہ ہے۔ حدیث: خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَنْفَعُ النَّاسَ (انسانوں میں بہتر انسان وہ ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے)۔

پس معلوم ہوا کہ فقیر کا وجود معدن ہے۔ اسکی ہر بات درست اور بیش قیمت ہے۔ اسکی زبان کُن کے حقائق کا مرکز ہے۔ اے احمق حیوان! اس کے قہر اور جلال سے خائف اور خبردار رہ۔ فقراً کا قہر خدا کے قہر کا نمونہ ہوتا ہے۔ فقیر کی ہر بات فقر کی کار کشائی ہے۔ فقیر کی نظر اور توجہ یا اسکی نشست و برخاست اور اس کا ہر کام حکمت اور مصلحت سے خالی نہیں ہوتا۔

فَعِلْ الْحَكِيمَ لَا يَخْلُوا عَنْ حَكِيمٍ كَأَفْعَلِ حَكْمَةٍ سَ خَالِي نَهِي  
الْحَكْمَةِ - ہوتا۔

جس پیر و مرشد سے طالب مرید کو روزِ اوّل علم دنیا کے خزانوں کا تصرف اور سکون حاصل نہ ہو، طالب مرید کو معرفت اور فقر اختیار کیسے نصیب ہو سکتا ہے۔ قال علیہ السلام:

عَذَابُ الْجُوعِ أَشَدُّ  
بُھوک کا عذاب قبر کے عذاب  
سے زیادہ سخت ہے۔

حدیث:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْفُقَرَاءَ الْغَنِيِّ غَنِي فَقِيروں سے اللہ محبت کرتا ہے۔  
جو شخص فقیر کا گلہ کرتا ہے گویا خدا کا گلہ کرتا ہے۔ اس طرح اگر کوئی فقیر زبان کے ذریعے  
فقر کی شکایت کرتا ہے تو اس کا فقر اضطرابی ہے اور وہ بھوکا شرمندہ اور خوار ہوتا ہے۔

حدیث:

نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ فَقْرِ الْمُكِبِّ۔ فقرنگوں سار سے اللہ محفوظ رکھے۔  
تو جانتا ہے کہ شیطان بڑا ظالم ہے اور اس نے اپنے شیطانی علم کی قوت سے تمام  
عالم کو اپنے قبضے میں کر رکھا ہے۔ ہزاروں میں سے کوئی ایک شخص ہوگا جو علم میں  
شیطان سے بازی لے جائے۔ پس معلوم ہوا کہ شیطان توریت، زبور، انجیل اور فرقان  
حمید چاروں کتابوں کی تعلیمات اور علم ہدایت سے محروم اور بے نصیب ہے۔ اور

۱۔ فقر دو قسم کا ہے۔ ایک فقر اضطرابی اور مکب یعنی نگوں سار فقر جس سے حدیث میں پناہ مانگی گئی ہے۔ یہ وہ  
فقر ہے جو آدمی کی اپنی بدبختی، بے علمی، جہالت اور بے کاری کے باعث اس پر غربت، مسکنت اور بھوک اور تنگ  
کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے اعمال کی سزا کے طور پر اس پر مسلط کر دیا جاتا ہے۔ ایسا فقیر سوائی  
بن کر در در بھیک مانگ کر اور دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر ذلیل، خوار اور رسوا ہوتا پھرتا ہے۔ یہ  
مجبوری کا فقر اور فقری ہوتی ہے اور یہ احتیاج، لاچاری اور بے بسی کی حالت ہوتی ہے۔ اسی سے اللہ کی پناہ طلب  
کی گئی ہے۔ دوسرا فقر اختیاری ہے۔ اسے بلند حوصلہ اور عالی ہمت فقر طاقت، اختیار، مال و دولت اور عزت و  
ناموس ہوتے ہوئے دیدہ وانتہ اللہ کی رضا کی خاطر اختیار کرتے ہیں۔ مال و دولت، جاہ و شہرت اور بادشاہتوں  
تک کو چھوڑ کر جان بوجھ کر فقر، فقری اور درویشی اپنا لیتے ہیں۔ ان کی کوئی مجبوری نہیں ہوتی وہ بے بس، لاچار اور  
محتاج نہیں ہوتے۔ وہ اللہ کی رضا، لقا، دیدار اور وصال کی خاطر لذات اور خواہشات دنیا کو ترک کر کے پوری  
زندگی یاد اور ذکر الہی میں صرف کر کے اعلیٰ روحانی مراتب اور باطنی درجات حاصل کر لیتے ہیں اور پورے عالم کا  
تصرف ان کے قبضے میں ہوتا ہے۔ وہ لا محتاج اور غنی ہوتے ہیں۔ پہلی قسم کے فقیر اپنے فقر و فاقہ پر پریشان اور  
اپنے رب سے شاکي ہوتے ہیں اور راہ راست سے بھٹک کر گمراہ ہو جاتے ہیں مگر دوسری قسم کے فقیر سکون،  
اطمینان اور دل جمعی کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں اختیار کی ہوئی فقری پر فخر ہوتا ہے۔  
اسی فقر پر رسول اللہ نے فخر فرمایا ہے۔

شیطان فرزندِ آدم میں سے ہر ایک پر غالب ہوتا ہے، سوائے باعمل علماء، فقراء، کامل درویشوں اور مکمل غوث و قطب کے۔ شیطان اولیاء اللہ کو اللہ کی حضوری سے روکتا ہے اور اپنا تابع بنانے کی کوشش کرتا ہے اور شیطان کے پاس ایسا کونسا علم ہے۔ اس کے پاس طمع اور حرص میں گرفتار کرنے کا علم اور فن ہے۔ اسی کے ذریعے شیطان انسان کے نفس کو تعلیم اور ترغیب دیتا ہے اور نفس اس سے طمع اور لذتِ حرص میں پڑ کر بے دین ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ دنیا کی طمع، زینت اور لذت شیطان کی متاع ہے جو شخص شیطان کی اس متاع کو ہاتھ لگاتا ہے وہ گویا شیطان کو قول دیتا ہے۔ اس لیے پہلے دنیا کا تصرف عمل میں لانا چاہیے تاکہ احتیاج باقی نہ رہے اور شیطان کو غلبہ حاصل کرنے کا موقع نہ ملے۔ جو طالب دنیا نہیں مانگتا وہ طالبِ مولا ہے اور نفس و شیطان پر غالب ہے۔ فقیر غنی ہوتا ہے اور تصرف کے عمل پر غالب ہوتا ہے۔ فقیر فیض بخش عالم ہوتا ہے اور لوگوں کا دستگیر ہوتا ہے۔

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ (النساء) کہہ دو کہ دنیاوی مال تھوڑا ہے۔

اور قلیل عورتوں کے حیض سے آلودہ کپڑے کو بھی کہتے ہیں۔ عربوں کا ایک قول ہے کہ يَا أَخِي لَا تَجْلِسْ عَلَيْهَا لِأَنَّ تَحْتَهَا قَلِيلٌ۔ اے بھائی! اس پر نہ بیٹھ کیونکہ اس کے نیچے حیض کے خون سے آلودہ کپڑا پڑا ہے۔

پس فقیر عارف اہل فیض دنیا اہل حیض کو قبول نہیں کرتا۔ اہل فیض اور اہل حیض کو ایک دوسرے کی مجلسِ راس نہیں آتی۔ علم ظاہرِ سد (بند) ہے جس سے شرم و حیا جاتی رہتی ہے۔ اور انسان بے حیا ہو جاتا ہے اور علم معرفت کی کوئی حد نہیں جو خدا تک پہنچاتا ہے اور اسم اللہ سے خدا حاصل ہوتا ہے۔ نفسِ امارہ کا لالچ اور ناکارہ دنیا کی طمع شیطان کے قریب کر دیتی ہے اور قلبِ سلیم اور حق کو تسلیم کرنے والی روح کی تمنا اللہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ جب تک شوق کا جذبہ بیدار نہ ہو اللہ کی حضوری اور ملاقات

انصیب نہیں ہوتی۔

یاد رہے کہ ذکر فکر میں تمام حیرت ہے، علمی مطالعہ سراسر غیرت ہے، تصور تمام عبرت ہے اور تفکر جمعیت اور استقامت ہے۔ عشق تمام ملامت ہے، محبت سوز ہی سوز ہے اور فقر سراسر ہدایت اور تعلیم (باطنی) ہے۔ اگر مراتب صرف علم پر منحصر ہوتے تو شیطان تمام پر بازی لے جاتا۔ اگر صرف تقویٰ کی بات ہوتی تو بلعم! باعور سبقت لے جاتا۔ اگر جہل کا معاملہ ہوتا تو ابو جہل جیت جاتا۔ پس اللہ کی معرفت کس بات پر منحصر ہے اور وہ کونسا علم و دانش اور تمیز ہے۔ تو جانتا ہے کہ اصحاب کہف کے کتے کو محبت کہاں سے لے آئی اور شیطان کو اس کا علم کہاں لے گیا۔ شیطان کا علم روح کے خلاف تھا جس میں نفس کا تکبر شامل تھا۔ ابتداً نفس انسان کو بے یقین بنا کر خدا سے روک دیتا ہے اور یقین علم کے ساتھ زادِ راہ کا کام دیتا ہے اور علم بغیر معرفت کے گمراہی کا باعث ہے۔ معرفت کیا شے ہے۔ معرفت علم نور ہے جو تکبر اور غرور سے باز رکھتا ہے۔ اکمیس دونوں جہان کے علوم لکھے ہوئے ہیں اور وہ فقیروں کی زبان پر جاری ہیں جن کے بیان کو فقیر ہی رد اور قبول کرتا ہے۔

لِسَانُ الْفُقَرَاءِ سَيْفُ الرَّحْمَنِ فقیر کی زبان اللہ کی تلوار ہوتی ہے۔

اگر کوئی شخص تمام عمر عبادت میں کمر خم کر دے اور کوزہ پشت ہو جائے اور اس کا جسم بے شمار ریاضت، خلوت، تنہائی اور چلہ کشی کی وجہ سے بال کی طرح باریک اور ضعیف ہو جائے اور دن رات خشک ایندھن کی طرح گناہ سے توبہ کی گرم آہ میں جلتا رہے تو یہ مراتب بھی اسے اللہ کے قرب اور معرفت سے باز رکھتے ہیں کیونکہ یہ سب اعمال ظاہری اعضاء کے ہیں اور

---

۱۔ بلعم باعور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک عالم اور متقی شخص تھا اور اسم اعظم جانتا تھا۔ اس نے اپنی قوم کے کہنے پر اور ان سے مال و دولت لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے حق میں بددعا کی تھی جو الٰہی پڑ گئی۔ وہ دنیا کا مفتون ہو گیا اور قرآن میں آیا کہ اس کا حال اس کتے کی طرح ہو گیا کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تو بھی ہانپے اور اگر اسے چھوڑ دے تو بھی ہانپے۔ بعض کتابوں میں اس کا نام بلعم بن باعور آیا ہے۔ اس کا نام بلعم تھا اور اس کے باپ کا نام باعور تھا۔

---



ظاہر عمل سے دل طاہر اور پاک نہیں ہو جاتا اور مرتبہ عاشقی و معشوقی میں اور مرتبہ محبوبی و مرغوبی و محبوب القلوبی میں تصور اسم اللہ ذات اور مشق وجودیہ مرقوم سے جب ہفت اندام نور ہو جاتے ہیں تو صاحب تصور یک بارگی حضور ذات میں پہنچ جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ انسان کے اندر چند امراض ہیں۔ مریض دنیا کا طبیب شیطان ہے۔ وہ نفاق کی دوا دے کر پریشان کرتا ہے اور عقبی کے مرض کے لیے طبیب تقویٰ ہے اور تقویٰ نفس کو قتل کرنے کا روایتی فتویٰ دیتا ہے اور مریض عشق لا دوا ہے اور لا علاج ہے۔ مگر صرف اللہ کا دیدار اور لقاء اس کا علاج اور دوا ہے اور جو یہ بات چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ زندگی کی پرواہ نہ کرے اور جس عالم فاضل کو مرشد تلقین کرے اور اسے مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر کرے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک سے فرمائیں کہ اے طالب مولیٰ عالم! یہی مرشد تیرے لیے عارف اور ولی اللہ ہے۔ اس کے بعد اس عالم فاضل کو یقین ہو جاتا ہے اور عارف واصل طالب ایسا ہونا چاہیے۔ ورنہ ہزاروں کو نظر سے دیوانہ بنا دینا کوئی مشکل کام نہیں اور جاہلوں کو جنونیت سے پاگل کر دینا کوئی دشوار نہیں۔ مرشد صاحب توفیق اور طالب عالم فاضل صاحب تحقیق ہونا چاہیے۔ جاہل ہرگز عارف باللہ نہیں ہو سکتا اور اللہ کی معرفت تک نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ وہ اہل زندیق ہوتا ہے۔

فقیری، فقر اور اللہ کی معرفت اور ہدایت کے لیے دو گواہ درکار ہوتے ہیں: ایک یہ کہ وہ خاص علم کی راہ سے واقف ہو جو مفسر کہلائے اور علم تفسیر میں عالم فاضل ہو، دوم باطنی علم اور اللہ کا قرب بخشے والا ہو۔ جو مرشد فقر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے یہ دو علامات نہ رکھتا ہو وہ اللہ کی معرفت کا راستہ نہیں جانتا۔ اور وہ جو مشاہدہ بھی کرائے تمام استدراج ہے اس میں معراج کی کوئی بات نہیں ہوتی۔

علم را آموز علمش حق نماء جاہلاں را پیش ایزد نیست جا

ترجمہ۔ علم حاصل کرنا کہ علم تجھے حق دکھائے۔ جاہلوں کو اللہ کی طرف کوئی راستہ نہیں۔  
وہ مرشد جو ظاہری علم نہ رکھتا ہو مگر باطنی علم رکھتا ہو وہ بہتر ہے جیسا کہ آدم علیہ  
السلام۔ اور وہ مرشد جسے ظاہری علم حاصل ہو لیکن اس کا دل جاہل ہو وہ برا ہے جیسا کہ  
شیطان لعین۔

حدیث:

اتَّقُوا مِنْ عَالِمِ الْجَاهِلِ      جاہل عالم سے بچو۔ صحابہ نے  
قِيلَ مَا عَالِمِ الْجَاهِلِ      پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!  
يَا رَسُولَ اللَّهِ - قَالَ عَالِمِ      جاہل کون ہوتا ہے؟ فرمایا جو  
اللسان وَ جَاهِلُ الْقَلْبِ -      زبان کا عالم ہو مگر دل کا جاہل ہو۔

دل کی تصدیق اور ارشاد کا علم فقیر سے حاصل کرو۔

لَمَّا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ -      میں اس کھانے کا محتاج ہوں۔

ایہاں جاہل سے مراد وہ شخص ہے جس کا دل جاہل ہو اور جسے حق اور روحانیت کی خبر نہ ہو۔ اور عالم سے  
مراد وہ شخص ہے جسے حق کی معرفت حاصل ہو اور جو باطنی، روحانی، وہبی اور الہامی علم رکھتا ہو۔ جس شخص نے  
ظاہری کبھی کتابی علم حاصل نہیں کیا اسے ناخواندہ اور امی کہہ سکتے ہیں جاہل نہیں کہہ سکتے، جاہل وہ ہوتا ہے  
جو حق سے بے خبر ہو۔ اسلام سے قبل کے عرب دور کو ایام جاہلیت یا زمانہ جاہلیت اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ  
حق کی معرفت سے بے خبر تھے اور کفر و شرک اور بت پرستی میں مبتلا تھے۔ ورنہ ظاہری کتابی اور لکھنے پڑھنے کا  
علم ان میں سے اکثر لوگوں کو حاصل تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جہل کو صرف اس لیے ابو جہل  
کا نام دیا تھا کہ وہ حق کا انکار کرتا تھا۔ شرک اور بت پرستی پر سختی کے ساتھ اڑا ہوا تھا اور اس کے دل میں  
اسلام اور ایمان کی روشنی موجود نہیں تھی۔ ورنہ وہ ظاہری طور پر بڑا ہوشیار اور دانا آدمی تھا اور اسی ظاہری  
ہوشیاری اور دانائی کی وجہ سے اس کی قوم اس کو ابوالحکم کہتی تھی۔ اس کا اصلی نام عمرو بن ہشام تھا۔ خود رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امی اور ناخواندہ تھے مگر امی ہونا حضور کے علم کے منافی نہیں تھا۔ اس کے باوجود حضور  
کتاب اور دانائی کا علم سکھانے والے تھے۔ و يعلمہم الكتاب والحکمة اور اس کے باوجود حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم علم کی کائنات تھے اور فرمایا: انا مدینۃ العلم۔ اصل علم وہ ہوتا ہے جو وہبی، آسمانی الہامی اور لدنی ہو  
اور جو پیغمبروں کو وحی کے ذریعے حاصل ہوتا ہے اور اولیاء اور فقراء کو الہام اور لدنی طور پر حاصل ہوتا ہے۔

فقیر "O (القصص) جو تو میرے لیے اتارے۔

تصدیق اقرار کے ساتھ ہو اور اقرار تصدیق اور اقرار کے ساتھ ہو۔ جو یہ دو معلوم رکھتا ہے وہی عالم عارف اور فقیر ہے، توفیق کے ساتھ حق کا رفیق ہے اور علم و تحقیق کو کھولنے والا ہے۔ اس کا وجود معرفت کا دریائے عمیق ہے اور وہ فنا فی اللہ غریق ہے۔ اسی کو نظارہ بین یعنی مشاہدہ کرنے والا اور مشاہدہ کرانے والا کہتے ہیں۔ وہ غم دور کرنے والا اور فرحت بخشنے والا ہوتا ہے۔ اللہ اسے دونوں جہانوں میں جزائے خیر عطا کرے۔ علماء عین نماء اور وارث الانبیاء ہیں اور وہ علم کے ہر طرح کے مسائل بیان کرتے ہیں اور فقیر فنا فی اللہ عارف باللہ ہوتا ہے اور وہ اللہ کی معرفت، حضور اور قرب کا مشاہدہ کراتا ہے۔ پس دکھانے اور بتانے میں فرق ہے۔ جس شخص کے وجود میں اسم اللہ تاثیر کرتا ہے اور عمل کی توفیق بخشتا ہے وہ اللہ کا رفیق ہو جاتا ہے اور اسے ظاہر و باطن کے خزانوں کے تصرف کی توفیق مل جاتی ہے اور جسے چاہتا ہے سر سے قدم تک ہفت اندام اور تمام جسم قلب قالب طالب اللہ کو پاک اور نور بنادیتا ہے اور یک بارگی اللہ کی معرفت سے مشرف کر دیتا ہے۔ اللہ کی نظر میں دوام منظور اور مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل اور حاضر کر دیتا ہے اور طالب کبر و ہوا اور غرور سے باہر نکل آتا ہے اور اٹھارہ ہزار عالم میں مشہور ہو جاتا ہے اور خدا کے ساتھ الہام اور ذکر مذکور پالیتا ہے۔ وہ باطن معمور، اور وجود مغفور اور ذوق و شوق میں مست الست اور استغفار میں مسرور ہو جاتا ہے اور تفکر کے ساتھ اسم اللہ ذات اور تصور مشق و جود یہ مرقوم کرنے کی تلقین و ارشاد کرتا ہے۔ جس سے ماضی و حال اور مستقبل کے تمام حالات معلوم ہو جاتے ہیں اور مشق محبت و معرفت و مراقبہ کی توفیق عطا ہوتی ہے اور مجلس و ملاقات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کی ذات کا مشاہدہ اور حضوری عنایت ہوتی ہے۔ درجات اور مقامات طے ہوتے ہیں اور خدائے تعالیٰ تک قوت اسم اللہ ذات سے لامکان تک رسائی ہوتی ہے اور تصور کی توفیق سے اللہ کی رویت اور لقاء ہوتا ہے اور تصور اسم ذات سے شریعت

کا ہر طریق معلوم اور دریافت ہوتا ہے اور روحانیت کا حاصل وصول ہوتا ہے۔ اس حقیقت کو ظاہر عالم اور باطن جابل، زندہ زبان و مردہ قلب طالب مردار دنیا کیا جانے جو علم سے بے عمل ہو اور سلب ہو گیا ہو۔

جستہ در جستہ شود انوار تر	خوش نہیں دیدار صاحب نظر
ہر کہ ایں جائے نہ بیند بے نصیب	کے بہ بیند کور چشم اہل ازرقیب
ہر کہ بیند آں شناسد ز اں بداں	او خدا را دیدہ اندر لامکان
دیدہ ام دریافتم ینم دوام	معرفت توحید فقرش شد تمام
گر بگویم دیدہ ام گردن زنند	دیدہ را نادیدہ گو کافر شوند
در میان حیرتم لب بستہ بہ	ہر کہ از دیدار ترسد من بدہ

ترجمہ

۱۔ جستہ کے اندر ایک اور جستہ منور ہو جاتا ہے۔ اے صاحب نظر اچھی طرح دیدار کر لے۔

۲۔ جو یہاں اس دنیا میں کچھ نہیں دیکھتا وہ بے نصیب ہے۔ باطن کا اندھا دشمن خدا کب دیکھ سکتا ہے۔

۳۔ جو دیکھ سکتا ہے وہی اس کی معرفت کر سکتا ہے اور وہی لامکان کے اندر خدا کا دیدار کر سکتا ہے۔

۴۔ میں نے دیدار کیا ہے، اسے پایا ہے اور مدام اسے دیکھتا ہوں۔ اللہ کی معرفت، توحید اور فقر مجھ پر تمام ہے۔

۵۔ اگر میں اللہ کی رویت اور دیدار کا دعویٰ کروں تو گردن زدنی قرار پاؤں اور دیدہ کو نادیدہ کہنا کفر ہے۔



۶۔ میں حیرت زدہ ہوں اور بالکل خاموش ہوں۔ جو دیدار سے ڈرتا ہے اسے میرے حوالے کر دے۔

جب تک کسی جانور کو چھری اور اللہ اکبر کی تکبیر سے ذبح نہ کریں وہ حلال نہیں ہوتا۔ اسی طرح جب تک نفس کو اللہ اکبر کی تکبیر سے ذبح نہ کریں کبھی کوئی وصال اور معرفت تک نہیں پہنچ سکتا اور جو موت سے ڈرتا ہے وہ عاشق نہیں ہوتا۔ بلکہ عشق میں خام ہوتا ہے۔ جو طالب دیدار کا دعویٰ کرے اور جان کی قربانی نہ دے وہ دنیا مردار کا اہل ہے۔ مجاہدہ مشاہدہ کے ساتھ ہو۔ ریاضت مدام عبادت کے راز کے ساتھ ہو۔ نماز سر اور اسرار اور پروردگار کے حجاب اور پردہ کے ساتھ ہو اور فنا و بقا اور ایمان حیا کے ساتھ ہو۔ اور معرفت کا شرف لقاء کے ساتھ ہو اور بے رنج گنج کا تصرف اور اللہ حی قیوم کے علم کا الہام اور دعا حاصل ہو۔ لوح محفوظ کا مطالعہ اور حکمت نظر کا مرتبہ، روشن ضمیری اور بغیر لشکر کے تمام عالم پر حکومت اور عالمگیر بادشاہی حاصل ہو۔ یہ تمام مطالب اگر طالب چاہے تو مشق وجودیہ سے حاصل کر سکتا ہے اور قطب الاقطاب، غوث الوحدت، ولی الفرد، نور الجامع، ہدایت الفقر، فیض البرکات اور فضل الاسم اعظم کے درجات پالیتا ہے۔ اسم اللہ ذات اور نقش وجودیہ سے مردوں کو زندہ کرتا ہے اور جملہ علوم کو روحانیت کے ساتھ کھول لیتا ہے۔ نقش یہ ہے جو عارفوں اور طالبان حبیب محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو بالیقین حاصل ہے۔

تصور مشق مرقوم کا دائرہ اگلے صفحہ پر ہے:



اور تو جب اسم اللہ ذات کے ذریعے پروردگار کے دیدار کی تجلیات سے مشرف ہوتا ہے اور لامکان میں بے مثل بے مثال، لم یزل ولا یزال غیر مخلوق کو دیکھتا ہے تو اس پر تجھے اعتبار نہیں آتا اور جو کچھ مخلوق میں سے صورت حال کے موافق خام طریقے سے دیکھتا ہے اسے وصال سمجھتا ہے۔ یہ دیدار نہیں ہے۔ دیدار کرنے والے کے لیے حق کے یقین کی چند علامات ہیں۔ وہی شخص اشرف الانسان ہے اور عیاں طور پر طالب عارف باللہ ہے جو علم دیدار کا سبق مرشد سے پڑھتا ہے اور مرشد کے فرمان پر یقین رکھتا ہے۔ اسی طالب صادق کو مرشد باطنی توجہ سے دیدار سے مشرف کرتا ہے۔ پہلے وہ ہمیشہ تکلیف میں رہتا ہے پھر اس کا دل زندہ و بیدار ہو کر روح کی فرحت حاصل کرتا ہے اور ہوشیار ہو جاتا ہے۔ وہ بدعت سے بیزار ہوتا ہے اور شرک اور کفر سے ہزار بار استغفار پڑھتا ہے۔ یہی اہل دیدار ہیں جن کے یہ احوال اور آثار ہوں۔

## نغمہ و سرود کا مشروط جواز

کلمہ طیبہ پڑھنا، قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور نماز کے لیے اذان دینا ایک طرح کی آواز ہے اور سرود بھی ایک قسم کی آواز ہی ہے اور سرود کی آواز کی چند اقسام ہیں اور ہر ایک آواز اسم کے ساتھ ہوتی ہے۔ اذان کی آواز بھی سرود و نغمہ ہی ہے جو راز سے پردہ اٹھاتی ہے اور دیدار اور معرفت کا وسیلہ ہے۔ یہ رحمانی آواز قرب رحمانی کے ساتھ عاشقوں کو اور روحانی اہل تصوف فقراء کو نصیب ہوتی ہے اور یہ اذان کا نغمہ و سرود خدا کی طرف رہنمائی کرنے والا ہے اور شیطانی و نفسانی آواز کا نغمہ و سرود اور قسم کا ہے اور شیطانی معصیت کی آواز و سرود جس سے دل میں شہوت پیدا ہو حرام ہے اور ہوا و ہوس طمع خام ہے اور معرفت خدا سے روکتی ہے۔

سرود سر دردیست بسر نفس و ہوا ایں ہوا را اے برادر کے روادار خدا

ترجمہ: سرود و نغمہ سرردی ہے اور یہ محض نفس کی ہوا و ہوس ہے اس کو خدا پسند

نہیں کرتا۔

اس قسم کا نغمہ و سرود کفار اہل نار کی رسم ہے جو وہ بتوں کے سامنے پیش کرتے ہیں یا اہل دنیا نغمہ و سرود کے ذریعے غلبہ شہوت سے زنا کی طلب میں خوش وقت ہوتے ہیں اور زنا سے ایمان کی بنیاد ختم ہو جاتی ہے۔ اس قسم کا نغمہ و سرود محض خیالی اور دجالی ہے لیکن آواز و سرود روحانی جو الست کی خوبصورت آواز ہے اور عارفوں، عاشقوں، طالبوں، محبوبوں، واصلوں، غوث قطب، جان فدا مومن مسلمان کے صاف دل سے اٹھتی ہے، اس سے فیض رحمت، نور اور فضل حضور حاصل ہوتا ہے۔ اس قسم کا جانی سرود قرب رحمانی بخشا ہے اور عارف عیانی ہر مقام کا اس سے نظارہ کرتے ہیں۔ اور سرود دجالی، سرود وصال، سرود شیطانی اور سرود روحانی کی تاثیر کی شناخت کس طرح ہوتی ہے۔ جو روحانی اور اچھی سرود ہے وہ بھلائی کی طرف لے جاتی ہے اور جو مردود سرود ہے وہ مردود بنا دیتی ہے۔ اچھی سرود عارفوں پر حالت (وجد) طاری کر دیتی ہے۔ وہ محبوب کی روحانی غذا ہے، عاشقوں کے لیے دیدار کا وسیلہ اور واصلیں کے لیے شوق کا باعث ہے۔ سرود کا سننا بعض پر فرض ہے، بعض کے لیے سنت اور بعض کے لیے بدعت ہے۔ فرض ان پر ہے جو واصلیں ہیں، سنت ان کے لیے جو طالبین ہیں اور بدعت ان کے لیے جو غافل ہیں اور تو اپنے آپ کو کن میں سے سمجھتا ہے؟

۱۔ سلطان باہو کی سرود سے مراد سماع ہے اور سماع میں ساز و آواز دونوں شامل ہوتے ہیں اور یہ ایک بہت طویل اور پیچیدہ بحث ہے کہ سماع حرام ہے یا مباح اور جائز ہے۔ اگر سماع ان آداب اور شرائط کے ساتھ ہو جو بزرگان دین نے بیان کی ہیں تو سماع بالا تفاق اور بالا جماع مباح، جائز اور ضروری ہے۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کتاب ”غنیۃ الطالبین“ میں، حضرت ابو الحسن سید علی الجویری نے اپنی کتاب ”کشف المحجوب“ میں، امام غزالی نے اپنی کتاب ”کیمیائے سعادت“ میں آداب و شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے سماع کو مباح قرار دیا ہے۔ امام غزالی نے اپنے رسالہ ”الاسماع فی تکفیر من سحرم الاسماع“ میں احادیث صحیحہ سے بروایت بخاری و مسلم بغیر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا شہداء بدر کی تعریف میں دو لڑکیوں کا دف پر گانا سننا اور ایک مرتبہ مید کے دن دو لڑکیوں کا گانا سننا اور ایک انصاریہ عورت کو نذر پوری کرنے کے لیے دف بجانے کی اجازت دینا اور اس کے دف اور گانے کی سماعت فرمانا اور حبشیوں کا تاج دیکھنا اور حضرت عائشہ کو دکھانا اور ان حبشیوں کا گانا سننا ثابت کیا ہے۔ پھر امام غزالی کہتے ہیں کہ جس نے یہ کہا کہ گانا سننا یا تاج دیکھنا حرام ہے اس نے فعل رسول کو حرام قرار دیا اور وہ بالا جماع کافر ہے۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)



سرود کے تین درجات ہیں: بہتر خوش آواز سرود وہ ہے جس میں مدح محمد ﷺ پڑھی جائے، دوم وہ جس میں اصحاب کے شعر پڑھے جائیں اور سوم وہ جس میں آیات قرآنی اور اسماء الحسنیٰ پڑھے جائیں جس سے کافر نفس قتل ہو جائے۔ لہذا سننے کے لائق اس شخص کا نغمہ ہوتا ہے کہ آواز نکالتے اور نغمہ گاتے وقت سننے والا جان سے بے جان ہو جائے گویا وہ مردہ ہے اور اپنے آپ کو حضور تک پہنچا دیتا ہے۔ نفسانی جنت سے نکل آتا ہے اور روحانی جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور پھر سرود سننے سے دوبارہ زندہ ہو جاتا ہے۔ ایسا شخص آواز سن کر فانی اللہ کا راز پالیتا ہے۔ یہ مرتبہ قلب سلیم کا ہے جو جان سے بے جان ہو جائے اور بحق تسلیم ہو جائے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ      ہم اللہ کے واسطے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ (البقرہ)

رَضِينَا بِقَضَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰی۔ ہم اللہ کی قضا پر راضی ہیں۔

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) جن احادیث سے فقہاء حرمت سماع پر دلیل لاتے ہیں ان کی نسبت امام نوویؒ کا یہ فتویٰ ہے کہ یہ تمام روایات بے بنیاد ہیں۔ امام سخاویؒ "مقاصد حسن" میں تحریر فرماتے ہیں کہ جن احادیث کو فقہانے حرمت غنا (گانے بجانے) کی سند میں بیان کیا ہے ان کی کچھ اصلیت نہیں پائی جاتی۔ امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور دیگر ائمہ مجتہدین نے ان احادیث کو معتبر نہیں مانا۔ ابن عربی مالکیؒ نے ان احادیث کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حرمت غنا کے بارے میں ایک بھی حدیث ثابت نہیں۔ امام ابراہیم بن سعد ایک بہت بڑے عالم حدیث ہو گزرے ہیں جنہیں امام شافعیؒ اور امام بخاریؒ جیسے جلیل القدر ائمہ کی استادی کا فخر حاصل ہے۔ وہ اپنے شاگرد طالب علموں کو محفوظ کرنے اور ان کے دلوں کو نرم کرنے کے لیے حدیث سننے سے قبل سماع سنایا کرتے تھے اور ان کے سامنے دف بجایا جاتا تھا۔ وہ سماع، سرود یا غنا یقیناً ممنوع ہے جس میں کوئی نا مشروع پہلو ہو یا جس میں منہیات یا مکروہات نے دخل پالیا ہو یا جب سماع کوئی مضرت رساں صورت اختیار کر لے مثلاً سماع کی جو شرائط اور اس کے سننے کے متعلق جو آداب بزرگوں نے بیان کیے ہیں ان سے انحراف کیا جائے۔ فی نفسہ سماع حرام نہیں مگر جب ممنوعات سے ملوث ہو جاتا ہے تو حرام ہو جاتا ہے۔ ان ممنوعات کا ظہور سماع کے علاوہ کسی اور چیز میں بھی ہو گا تو وہ بھی حرام ہو جائے گی۔ قابل اعتراض وہ ممنوعات ہیں نہ کہ فی نفسہ سماع۔

سلطان باہر رحمۃ اللہ علیہ نے سماع کو بلکہ سرود کو بعض طالبوں کے لیے فرض قرار دیا ہے۔ اور سرود واضح طور پر نغمے اور گانے بجانے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور بعض طالبوں کے لیے سنت قرار دیا ہے اور بعض کے لیے بدعت قرار دیا ہے۔ اور اس کی تشریح بھی کر دی ہے۔

ایسے لوگوں پر فاتح ہو اور ایسے باطن صفا اور باطن آباد لوگ مبارکباد کے مستحق ہیں

سرود با سرود رساند عاشقان عاشقانے کم بود اندر جہان

سرود تیغ قاتل است سرپیش نہ گرتو عاشق واصلی سررا بدہ

۱۔ ان عبارتوں اور ان اشعار میں حضرت سلطان باہو نے سرود، نغمہ اور سماع کی تعریف کی ہے اور آخری شعر میں یہاں تک بہہ دیا ہے کہ سرود کی سماعت سے باہو خدا تک پہنچ گیا ہے اور اسے یہ مرتبہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوا ہے۔ جو لوگ غلطی سے سمجھتے ہیں کہ سلطان باہو سماع، سرود اور نغمہ کے سخت مخالف تھے وہ ان اشعار پر پڑھ کر ان پر غور کریں۔ سلطان باہو صرف اس سماع، سرود اور نغمہ کے خلاف تھے جس میں نفس اور شہوت کی لذات موجود ہوں اور ایسا سماع تمام بزرگوں کی نظر میں ممنوع ہے۔ لیکن جو سماع ان آداب اور شرائط کے مطابق ہو جو سالانہ کے لیے بزرگوں نے مقرر کی ہیں تو وہ سماع مباح اور جائز ہے۔ سید علی ہجویریؒ نے کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ عطاء کے نزدیک جس پر خوش آوازی کی تاثیر نہ ہو وہ بے حس ہے یا جھوٹا ہے یا نفاق رکھتا ہے یا انسانوں اور جانوروں کے طبقہ سے خارج ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک عجمی بادشاہ مر گیا۔ اس کا دو سالہ بچہ تھا وزیروں نے اسے تخت نشین کرنا چاہا۔ بزرگمہر نے کہا کہ تخت نشینی سے پہلے امتحان ضروری کرنا چاہیے کہ اس کے دواں دوست ہیں یا نہیں تاکہ نظام مملکت چلانے کی اس سے امید کی جاسکے۔ لوگوں نے پوچھا وہ امتحان کیسے کیا جائے۔ بزرگمہر نے گانے والے بلائے اور اس بچے کے آگے وہ گانے لگے۔ بچہ خوشی میں آیا اور ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ بزرگمہر نے کہا یہ بچہ زیرک ہے اس سے نظام مملکت کی امید ہے۔

جب میں بنوں میں تھا میرا ایک دوست تھا جو چشتی سلسلے میں مرید تھا مگر دیوبندی مولویوں کے ساتھ نشست و برخاست کے باعث وہ سماع اور قوالی کا سخت مخالف ہو گیا تھا اور اسے حرام سمجھنے لگ گیا تھا۔ ایک دن میرے مطلب پر آیا۔ عصر کا وقت تھا آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے اور ہلکی ہلکی بوند باندی ہو رہی تھی۔ سامنے ایک دکان پر پشتو کے ایک گانے کا ریکارڈ بیچ رہا تھا جس میں محبوب کی یاد اور ہلکی ہلکی بوند باندی کا ذکر تھا۔ میں ایک کتاب کے مطالعے میں مصروف تھا۔ اچانک میری نظر اس دوست کے چہرے پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھیں بند ہیں اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ چند لمحے میں اسے دیکھتا رہا۔ اس کے بعد اس نے آنکھیں کھولیں۔ گانا ختم ہو چکا تھا۔ میں نے پوچھا کیا بات تھی کیوں رو رہے تھے۔ کہنے لگا گانا سن کر مجھے اپنے فوت شدہ والدین یاد آ گئے۔ میں نے اس سے کہا کہ جس چیز کو تم حرام سمجھتے تھے اس نے تمہیں رلا دیا اور تم پر وجد طاری کر دیا۔ اور تمہیں اپنے محبوب والدین کی یاد آ گئی۔ اسی طرح سماع اور قوالی سے بزرگوں کو محبوب حقیقی کی یاد آتی ہے اور ان کا گریہ جاری ہوتا ہے۔

مناقب سلطانی میں حضرت غلام باہو کے متعلق ایک واقعہ لکھا ہے کہ وہ ایک دفعہ پاک پٹن شریف عاشورہ کے ایام میں تشریف لے گئے اور اس وقت کے گدی نشین دیوان غلام رسول صاحب کے ساتھ مجلس سماع میں شریک ہوئے۔ دیوان صاحب پر وجد طاری ہوا۔ اسی حالت وجد میں بہشتی دروازہ کے قریب انہوں نے ایک ہاتھ اور بازو حضرت غلام باہو کے کندھے پر رکھ دیا جس سے حضرت غلام باہو پر بھی وجد اور مستی کی حالت طاری ہو گئی مگر انہوں نے بہت کوشش سے اپنے آپ کو سنبھالے رکھا، اپنا ہاتھ دروازہ کے حلقہ پر رکھا اور دہلیز سے چمٹ گئے۔ جس سے ان کا پردہ رہ گیا۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

چوں تو بے سزے شوی بشنوی آواز خوش آوازے بے سراں رابرد راز  
 باہو با سرودے سامع شد با خدا این مراتب یافتم از مصطفیٰ  
 ۱۔ سرودے عاشقوں کو سرور حاصل ہوتا ہے مگر ایسے عاشق دنیا میں بہت تھوڑے ہیں۔  
 ۲۔ سرود تیغ قاتل ہے اس کے سامنے اپنا سر رکھ دے۔ اگر تو واصل عاشق ہے تو  
 اس طرح جان دے دے۔

۳۔ جب تو جان دے دے تو پھر سرود کی آواز کو سماعت کر اور جو جان دے دیتے  
 ہیں خوش آوازی ان پر بھید کھول دیتی ہے۔

۴۔ باہو سرود کی آواز سن کر خدا تک پہنچا ہے اور یہ مراتب اسے محمد مصطفیٰ سے حاصل ہوئے ہیں۔  
 سرود سے وجد کی حالت طاری ہوتی ہے۔ میں نے خوش آوازی کے ساتھ کلمہ خوانی  
 اور وحدت کا فیض اور فضل حاصل کیا اور کلمے کو سمجھ کر کلمے کی حقیقت کو پالیا۔ یہ ہے  
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ۔

احق نادان! فقراء ہر کلام، منطق اور معانی کے عالم ہوتے ہیں اور وہ نفسانی اور  
 روحانی ہر دو کی زبان کو سمجھتے ہیں بلکہ فقراء اللہ تعالیٰ سے علوم جلد حاصل کرنے میں ماہر  
 اور حافظ ہوتے ہیں۔

فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ (البقرہ) تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔  
 فقیر کامل کون ہوتا ہے وہ جو تمام عالم کا مشاہدہ اور مطالعہ کرتا ہے اور تمام مخلوق

---

(بقیہ پچھلے صفحہ کا) حضرت غلام باہو فرماتے ہیں کہ اس کے بعد جب کبھی سماع و سرود سننے کا اتفاق ہوتا  
 طبیعت میں فوراً وہی مستی آ جاتی۔

۱۔ معانی ایک علم کا نام ہے جسے علم معانی کہتے ہیں جس سے مضمون کا حسن و قبح معلوم ہوتا ہے اور یہ  
 درس نظامی کے نصاب میں شامل ہے۔

---

کا مقدر اس کے تصرف اور قبضے میں ہوتا ہے۔ وہ مطالعہ (لوح محفوظ) سے طالب کو اس کا مقدر دکھا دیتا ہے اور مقدر سے مطالعہ کا علم کھول دیتا ہے۔ یہ علوم اور تصرفات مرشد کامل بلا محنت و بارانج بخشتا ہے۔

با مطالعہ یکشاید ترا

مرشد کامل بود عارف خدا

ترجمہ: مرشد مطالعہ کے ساتھ تیرا مقدر کھولتا ہے اور مرشد کامل اللہ کا عارف ہوتا ہے۔

سن اے طالب! افسانہ چھوڑ دے اور معرفت کی طرف متوجہ ہو جا۔ اگر تو طالبی کا مرتبہ رکھتا ہے تو قوت برداشت کے ذریعے دیدار پروردگار کے قابل بن جا۔ طالب تین قسم کے ہیں اور تین نام کے ہیں: طالب خدا پسند، طالب مصطفیٰ پسند جو نفس کو قید اور قابو میں رکھتا ہے اور بعض طالب خلق پسند ہوتے ہیں چاہے وہ عالم فاضل اور دانشمند ہی کیوں نہ ہوں۔

بعض مرشد فسادی اور راہزن ہوتے ہیں اور بعض طالب مایہ فساد ہوتے ہیں جو نظر سے مٹی کو سونا بنانے کا دعویٰ کرتے ہیں اور بعض مرشد محمود ہوتے ہیں جو نظر سے سونے کو خاک پا سمجھنے کا راز بتاتے ہیں اور طالبوں کو حضور تک پہنچاتے ہیں۔ جو طالب مرشد کامل اور مرشد ناقص کو اپنی توفیق سے شناخت نہ کر سکے وہ طالب بھی ناقص اور احمق ہوتا ہے اور فیض سے محروم رہتا ہے۔ آخر طالب صادق کسے کہتے ہیں۔ طالب بننا بہت مشکل کام ہے۔ بے ادب اور بے حیا طالب سے ایک دن کا آشنا کتنا بہتر ہے۔ طالبوں کے اس گروہ پر مجھے تعجب ہوتا ہے جن کی زبان پر تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات ہوتی ہے مگر دل میں فرعون کا نفاق ہوتا ہے اور جن کی زبان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بات ہوتی ہے مگر دل میں نمرود جیسا حسد ہوتا ہے اور جن کی زبان پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہوتی ہے مگر دل میں ابو جہل کی غیریت ہوتی ہے۔



فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ ۖ جَنَ كَے دِل مِیں مَرَضُ ہِے

فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا (البقرہ) جسے اللہ نے اور بھی بڑھا دیا ہے۔

پس اس مرض کا علاج طبیب القلوب، عارف مرشد اس طرح کرتا ہے کہ پہلے تمام دنیا کے خزانوں کا تصرف عطا کرتا ہے تا کہ طالب کا دل شرک اور کفر سے سرد ہو جائے اور وہ بے نیاز اور لا یحتاج ہو جائے۔ پھر طالب کو مرشد دریائے وحدت میں غوطہ دیتا ہے اور معراج کا مشاہدہ کراتا ہے۔ یہ ہے صاحب استدراج طالب کے مرض کا علاج۔

طالبان را بس بود ایں یک خن طالب آں باشد بود طلب گن  
ترجمہ: صادق طالبوں کے لیے ایک خن حق کافی ہے اور سچا طالب وہ ہوتا ہے جو  
اس ایک بات یعنی کُن کو طلب کرتا ہے۔

حیران نہ ہو اور انکار نہ کر کہ اللہ کی رحمت، اس کا فضل اور اس کی عطا تمام کونین،  
کل مخلوقات، لا مکان اور بیان نص و حدیث اور قرآن مجید اس کے دل میں سما  
جائیں۔ اسی سے دل روشن ہوتا ہے اور صاحب روشن ضمیر ہر شے پر قادر، غالب اور  
امیر ہوتا ہے۔ یہ مراتب مالک المملکی فقیر کے ہیں۔

دل کہ جبہ بالیقین قرب از خدا فرش سازد عرش را بیند خدا  
دل کہ بادیدہ شود نے بے بصر صاحب دل کے بود ایں گاؤخر  
دل کہ دم را برد و باروح و قلب شد مشرف اہل دل با راز رب  
ایں مراتب قادری را دل بیان کم بود چوں قادری اندر جہان

ترجمہ: ۱۔ دل جب قرب خدا سے جنبش کرتا ہے تو عرش کو فرش بنا کر خدا کا دیدار کرتا ہے۔

۲۔ جب دل دیدہ و در ہوتا ہے تو وہ بے بصر نہیں رہتا۔ لیکن جانور صاحب دل نہیں ہو سکتے۔

۳: جب دل دم انسانی کو روح اور قلب تک پہنچا دیتا ہے تو پھر اہل دل راز رب سے مشرف ہوتا ہے۔

۴: یہ مراتب قادری فقیر کے دل کا حال بیان کرتے ہیں۔ دنیا میں قادریوں کی طرح کے لوگ بہت کم ہیں۔

یہ راستہ جان کی بازی لگانے سے طے ہوتا ہے۔ تصور اور تصرف اسم اللہ ذات سے اللہ کے قرب اور معرفت تک پہنچا جا سکتا ہے۔ مکمل فقر سے ہر دو جہان قدم کے نیچے آ جاتے ہیں اور ارواح اور جن و بشر سب حلقہ بگوش غلام بن جاتے ہیں۔

حُبُّ الْفَقْرِ آءِ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ (فقر کی محبت جنت کی کنجی ہے)

از دل بیروں کشم غم دنیا و آخرت یا خانہ جائے رخت بود یا خیال دوست

ترجمہ: مجھے دل سے دنیا و آخرت کا خیال نکال دینا چاہیے کیونکہ گھریا تو سامان رکھنے کے لیے ہوتا ہے یا خیال دوست کے لیے ہوتا ہے۔

یہ مراتب اہمہ از دوست کے ہیں جیسے مغز چھلکے کے اندر ہوتا ہے۔ جان لے لے کہ اسم اللہ ذات فرشتے کی طرح پاک ہے اور دنیا نا پاک اور پلید کتے کی طرح ہے۔ جس گھر میں کتا گھس آئے وہاں سے فرشتہ چلا جاتا ہے۔

حدیث

لَا يَدْخُلُ الْمَلِكَةُ فِي بَيْتِ الْكَلْبِ جس گھر میں کتا ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

اصوفیاء کے دو مسلک اور مشارب ہیں۔ ایک ہمہ اوست یا وحدت الوجود کا مسلک ہے اور دوسرا ہمہ از دوست یا وحدت الشہود کا۔ اس فلسفے پر بہت بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھی گئی ہیں اور یہ مسئلہ بہت پیچیدہ اور الجھا ہوا ہے اور اس کا سمجھنا بہت مشکل اور دشوار ہے خصوصاً ہمہ اوست یعنی وحدت الوجود کا مسئلہ۔ اس عقیدے والے یہ کہتے ہیں کہ وجود صرف ایک ہے اور وہ وجود حق ہے اس کے سوا اور کوئی وجود نہیں۔ اسے تشبیہ بھی کہتے ہیں۔ اور وحدت الشہود یہ ہے کہ اللہ کی ذات ہر شے سے منزہ ہے اور پاک، اور سب کچھ اسی سے ہے اور وہ سب کا خالق مالک ہے۔ یہ ہمہ از دوست یا تنزیہ ہے۔ یہ سیدھا، سادہ، آسان اور لغزشوں اور گمراہیوں سے پاک مسلک اور مشرب ہے مگر ہمہ اوست کا مشرب لغزشوں اور رجعتوں سے پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تشبیہات اور اشکال میں جلوہ گر سمجھ کر مظاہر پرستی شروع کر دی گئی جو کفر اور شرک کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ سلطان باہر رحمۃ اللہ علیہ ہمہ از دوست یا وحدت الشہود کے قائل ہیں۔

چنانچہ دل کی حضوری کے بغیر نماز نہیں ہوتی: لَا صَلَوةَ إِلَّا بِحُضُورِ الْقَلْبِ۔ اہل القلب فقراء کی مجلس اہل القلب کو پسند نہیں آتی۔ جو شخص چاہے کہ خواہشاتِ نفس کی نفی کرے اور دل کا تصفیہ، نفس کا تزکیہ اور روح کا تجلیہ کرے اور اس کے وجود میں لوح منور ہو اور وہ روشن ضمیر بنے وہ ہمیشہ اس نقشِ مرقوم وجودیہ کی مشق کرے۔

(نقش نیچے ملاحظہ فرمائیں)

لا الہ	الا اللہ	محمد	رسول	اللہ
تصور نظر بکلمہ لہجہ	تصور نظر بکلمہ لہجہ	تصور نظر بکلمہ لہجہ	تصور نظر بکلمہ لہجہ	تصور نظر بکلمہ لہجہ
اللہ	للہ	لہ	هو	محمد
تصور نظر بکلمہ لہجہ	تصور نظر بکلمہ لہجہ	تصور نظر بکلمہ لہجہ	تصور نظر بکلمہ لہجہ	تصور نظر بکلمہ لہجہ
فقر	فیض	رحمت	جمیعت	مشاہدہ
تصور نظر بکلمہ لہجہ	تصور نظر بکلمہ لہجہ	تصور نظر بکلمہ لہجہ	تصور نظر بکلمہ لہجہ	تصور نظر بکلمہ لہجہ
نور	حضور	قرب	تجلی	خیر
تصور نظر بکلمہ لہجہ	تصور نظر بکلمہ لہجہ	تصور نظر بکلمہ لہجہ	تصور نظر بکلمہ لہجہ	تصور نظر بکلمہ لہجہ
وصال	جمال	جلال	اللہ	للہ
تصور نظر بکلمہ لہجہ	تصور نظر بکلمہ لہجہ	تصور نظر بکلمہ لہجہ	تصور نظر بکلمہ لہجہ	تصور نظر بکلمہ لہجہ
لہ	هو	محمد	فقر	اللہ
تصور نظر بکلمہ لہجہ	تصور نظر بکلمہ لہجہ	تصور نظر بکلمہ لہجہ	تصور نظر بکلمہ لہجہ	تصور نظر بکلمہ لہجہ

جو شخص کُنْ فیکُون سے اسم اللہ ذات صدقِ دل اور صحیح زبانی اقرار کے ساتھ اعتقاد اور اخلاص سے پڑھے اور یا اللہ یا اللہ یا لہ یا ہو کا ذکر کرے تو اسم ذات اس کے وجود میں سما جاتا ہے۔

بعد ازاں توجہ اور توفیق کے ساتھ مشق و جود یہ مرقوم ہو جاتا ہے۔ نقش الحقِ رفیق یہ ہے۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوں۔ (نقش سامنے صفحہ پر ملاحظہ کریں)

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحہ کا) بڑے بڑے ہیں اور اکثر لوگ اتنے بڑے نقش اور دائرے اور ان میں لکھے ہوئے مختلف اسماء اور الفاظ دیکھ کر حیران ہوتے ہیں کہ ان کا تصور کیسے کیا جائے اور ان کو اعضائے جسم پر کیسے نقش کیا جائے۔ سو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ اتنا بڑا نقش یک بارگی تصور میں نہیں آ سکتا۔ اس کو نقش کرنے اور مرقوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ایک اسم اور ایک ایک لفظ الگ الگ اور باری باری ماتھے، دل اور دیگر اعضاء اور مقامات پر تصور اور تفکر کے ذریعے نقش اور تحریر کرنا چاہیے۔ دوسری بات یہ کہ صرف اسماء اور الفاظ ہی کو تصور کے ذریعے مطلوبہ اعضاء اور مقامات پر نقش اور تحریر کرنا چاہیے۔ خصوصاً اللہ اللہ لاھو اور اسم محمدؐ۔ اس کے علاوہ باقی جو لمبے چوڑے نقش اور دائرے ہیں اور ان میں جو عربی عبارتیں اور آیات ہیں ان کو صرف کاغذ پر بار بار لکھا جاتا ہے اور پھر اس خوبصورت لکھے ہوئے نقش یا دائرے کو صرف دیکھا جاتا ہے اور اس پر نظر جمائی جاتی ہے۔ ان نقش اور دائروں میں حضرت سلطان باہوؒ نے خود اس ہدایت کو لکھ کر اس کی وضاحت کر دی ہے کہ جو اس نقش کو صرف لکھتا ہے اور اسے دیکھتا رہتا ہے وہ صاحبِ نظر ہو جاتا ہے اور فقر کے بلند مراتب تک پہنچ جاتا ہے۔ اس کا نفس مر جاتا ہے اور دل زندہ ہو جاتا ہے اور وہ عارف ہو جاتا ہے۔

کوئی شخص غلط فہمی کی بنا پر لمبے چوڑے اسماء، الفاظ اور آیات و عبارتوں سے بھرے ہوئے پورے نقش کو تصور اور تفکر کے ذریعے نقش اور تحریر کرنے کی مشق کر کے اپنا وقت ضائع نہ کرے بلکہ مذکورہ بالا وضاحتوں اور طریقوں پر عمل کر کے کامیابی حاصل کرے۔

ان نقش کے خانوں اور دائروں کے اندر کچھ اسماء ہیں اور کچھ دیگر الفاظ ہیں۔ تصور میں نقش کرنے اور تحریر کرنے کے لیے اسماء ہیں یعنی اللہ اللہ لاھو محمدؐ اور فقہ۔ ان کو الگ الگ اور باری باری مطلوبہ اعضاء اور مقامات پر تصور کے ذریعے نقش اور تحریر کرنا ہے اور اسی ترتیب سے نقش اور تحریر کرنا ہے جس ترتیب سے یہ لکھے ہوئے ہیں۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)



لا الہ الا اللہ	محمد رسول اللہ	ہو	اللہ بس	ما سوائ اللہ ہوس
توجہ کلید	توجہ کلید		توجہ کلید	توجہ کلید
اللہ	اللہ	اللہ	اللہ	اللہ
معرفت تصور	معرفت تصور	معرفت تصور	معرفت تصور	معرفت تصور
توجہ کلید	توجہ کلید	دفع خفا سے	کلید	توجہ کلید
لہ	ہو	معرفت	لہ	ہو
معرفت تصور	معرفت تصور	معرفت تصور	معرفت تصور	معرفت تصور
توجہ کلید	توجہ کلید	جمعیت	توجہ کلید	توجہ کلید
محمد	فقر	محمد	فقر	محمد
معرفت تصور	معرفت تصور	معرفت تصور	معرفت تصور	معرفت تصور
توجہ کلید	توجہ کلید	کل	توجہ کلید	توجہ کلید
نور	تجلی	کل	اشتیاق	معرفت کلید
معرفت تصور	معرفت تصور	معرفت تصور	معرفت تصور	معرفت تصور
توجہ کلید	توجہ کلید	توجہ کلید	توجہ کلید	توجہ کلید
شوق	ذوق	تصرف	محبت	عشق
معرفت کلید	معرفت کلید	معرفت تصور	معرفت تصور	معرفت تصور

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحہ کا) اس سے فیض، رحمت، جمعیت، مشاہدہ، نور، حضور، قرب، تجلی، خیر، وصال، جمال اور جلال الہی کا حصول اور فیضان ہوتا ہے یہ بات پچھلے صفحہ کے نقش سے متعلق ہے اس صفحہ کے نقش سے انوار اور تجلیات الہی کا صدور ہوتا ہے اور معرفت، اشتیاق، شوق، ذوق، محبت اور عشق کے منازل اور مقامات طے ہوتے ہیں اور جمعیت اور کل و جز کا تصرف حاصل ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ان اسماء اور الفاظ کے دائروں کے گوشوں میں تصور، تفکر، تصرف اور سرقوم (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جو شخص چاہتا ہے کہ وہ قطب یا غوث کے مرتبے تک پہنچے اور ماہ سے ماہی تک تمام طبقات دنیا قدرت کی نظر سے اس پر واضح ہو جائیں تو اس کے لیے حضرات اسم اللہ ذات اور اسم محمد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات کلمہ طیبات کا نقش<sup>۱</sup> یہ ہے:

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ		رسول اللہ	
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ للہ لہ ہو	<p>والصالحین وصون اولئک رقیقا</p> <p>دفع خفاہیں خیر و سوسہ و اہانت خطرات جدائی نفس شیطان</p> <p>کلید مشکلات</p> <p>تصنیق ذکر حامل نصیب کامل مجمل علم لدنی پردہ بردار</p> <p>مومن النبیین والصدیقین والشہداء</p>	<p>اللہ للہ لہ ہو</p> <p>یا فتاح</p> <p>یا احم</p> <p>یا قیوم</p> <p>یا رحمن یا رحیم</p> <p>کان اللہ لہ</p>	<p>لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ للہ لہ ہو</p> <p>لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ للہ لہ ہو</p> <p>لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ للہ لہ ہو</p> <p>لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ للہ لہ ہو</p> <p>من کان اللہ</p>

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحے کا) کے الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ جب ان اسماء کا تصور کیا جاتا ہے اور ان الفاظ کو دیکھا اور لکھا جاتا ہے تو ایک گوشے سے تصور کی قوت اور توفیق کا حصول اور ظہور ہوتا ہے اور دوسرے گوشے سے تفکر اور تصرف کی عطا اور کشائش ہوتی ہے اور ایک گوشے سے نقش اور مرقوم ہونے کی عنایت ہوتی ہے۔ اسی طرح دوسرے نقش میں توحید، کلید، معرفت اور تصور کی عطا، بخشش اور قوت ملتی ہے۔ یہ تشریحات اور توضیحات حضرت فقیر نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بتائی ہوئی ہیں جو اس کتاب کی تشریح کے دوران لکھ رہا ہوں اور پہلی بار اس کا انکشاف کر رہا ہوں۔ یہ وضاحتیں اور تشریحات قارئین کو اور کہیں نہیں ملیں گی۔

۱۔ یہ پورے وجود کا نقش ہے۔ اوپر گول حصہ سر کا ہے وہاں اسم صو اور اسم محمد نقش کرنا ہے اور کلمہ طیبہ تحریر کرنا ہے۔ سر کے نیچے کی پٹی سینے کا حصہ ہے۔ (بقیہ اگلے صفحے پر)

مَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا فَهُوَ طَالِبٌ  
الدُّنْيَا وَمَنْ طَلَبَ الْعُقْبَى  
فَهُوَ طَالِبٌ الْعُقْبَى وَمَنْ  
طَلَبَ الْمَوْلَى فَهُوَ طَالِبُ  
الْمَوْلَى وَمَنْ طَلَبَ الْمَوْلَى  
فَلَهُ الْكُلُّ

جس نے دنیا کو طلب کیا وہ دنیا کا طالب  
ہے، جس نے عقبیٰ طلب کی وہ عقبیٰ کا  
طالب ہے اور جس نے مولیٰ کو طلب  
کیا وہ مولیٰ کا طالب ہے اور جس  
نے مولیٰ کو طلب کیا اس کے لیے ہر  
شے ہے۔

اگر اسم اللہ ذات دل میں قرار پکڑ لے تو دل کا تصفیہ ہو جاتا ہے اور دل کا استغراق  
حاصل ہوتا ہے اور پھر وہ دیدار الہی سے مشرف ہوتا ہے۔ عجیب بات ہے کہ یہ مقام  
بھی مَوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کا ہے یعنی مرنے سے پہلے مرنے کا۔

دل یکے نظر گاہ ربانی  
خانہ دیور اچہ دل خوانی

دل ایک نظر گاہ ربانی ہے اور جس دل میں شیطان ہوا سے دل نہ کہو۔

حدیث

رَأَيْتُ فِي قَلْبِي رَبِّي  
دل کعبہ اعظم است بکن خالی از بتاں  
بیت المقدس است مکن جائے بتاں

دل کعبہ اعظم ہے اسے بتوں سے خالی کر دے اور دل بیت المقدس ہے اسے  
بت خانہ نہ بنا۔

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحہ کا) اس نقش سے مشکلات کے حل کی کنجی اور کلید عطا ہوتی ہے۔ خناس خرطوم کے وسوسے،  
توہمات اور خطرات سے نجات ملتی ہے اور نفس اور شیطان الگ ہو جاتے ہیں۔ سچا اور صادق ذکر نصیب ہوتا ہے اور  
کامل علم لدنی پر سے پردے اور حجاب اٹھ جاتے ہیں۔ نچلا حصہ ناف کا ہے جہاں اسم اللہ تحریر کرتا ہے۔ اسی سے نفس  
مر جاتا ہے۔ دونوں اطراف دونوں پہلوؤں کے حصے ہیں وہاں جو اسماء تحریر ہیں وہی باری باری نقش اور تحریر کرنے  
ہیں۔ اگر یہ نہ ہو تو اس نقش کو کاغذ پر خوشخط لکھ کر سامنے رکھنا ہے اور اس پر نظر جمانی ہے اور اسے دیکھنا ہے۔

حدیث

إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِكُمْ      اللہ تمہاری صورتوں اور اعمال کو نہیں  
وَلَا يَنْظُرُ إِلَى أَعْمَالِكُمْ      دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور نیتوں  
وَلَكِنْ يَنْظُرُ فِي قُلُوبِكُمْ      کو دیکھتا ہے۔  
وَنِيَّاتِكُمْ۔

اور اسم اللہ ذات سے آئینے کی طرح ہر دو جہان کا مشاہدہ کر اور تمام احوال اور مشاہدات کی آزمائش اور معائنہ کر۔

دادہ ۱۔ خود سپہر بستاند اسم اللہ جاوداں ماند  
آسمان اپنا دیا ہوا واپس لے لیتا ہے مگر اسم اللہ ہمیشہ باقی رہتا ہے۔

دل اور قلب کی ولایت کا سلسلہ لایزال اور کلی ہے اور دونوں ایک جڑ کی طرح ہیں۔

قلب قالب روضہ رضوان پاک      لحد قبرش نور چوں گویند خاک  
خاک باہو از ہو یافتہ وحدت خدا      بر سر باہو کہ ہو آید چرا  
قلب رضوان پاک کا روضہ ہے اس کی لحد اور قبر نور ہے اسے مٹی کیوں کہتا ہے۔

باہو کی خاک نے اسم ہو سے وحدت پائی باہو کے سر پر ہو اسی لیے مسط ہے۔

اس راہ میں فقر گواہ ہے کہ فقر کو فاقے سے ہی لذت اور ذائقہ نصیب ہوتا ہے  
لیکن فقیر لایحتاج ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے خزانوں پر تصرف رکھتا ہے اور عارف باللہ  
اور عالم باللہ ہوتا ہے۔

فقر یک نور است با قدرت خدا      فقر یک امر است با رحمت عطا



فقر یک گنج است از کان کرم      ہر کہ بیند روئے فقرش نیست غم  
فقر یک علم است با حکمت حکم      مردہ را ز زندہ کند باخن قم  
فقر یک ذوق است یا باشد فضل      واقف اسرار گردد زان ازل

ترجمہ: ۱: فقر خدا کی قدرت کا ایک نور ہے۔ فقر رحمت اور عطاء الہی کا ایک امر ہے۔

۲: فقر کان کرم کا ایک خزانہ ہے۔ جو فقر کا جلوہ دیکھتا ہے اسے کوئی غم نہیں۔

۳: فقر حکمت اور دانائی کا ایک علم اور وہ مردے کو قوم کہہ کر زندہ کر دیتا ہے۔

۴: فقر ایک ذوق ہے یا اللہ کا فضل ہے اور ازل کے اسرار سے واقف کر دیتا ہے۔

ریا کاری کی عبادت حجاب اکبر ہے جو خدا کے قرب سے روکتی ہے۔ اگر کوئی نقاش ہے تو وہ نقاشی اور نگارش کرتا ہے، اگر کوئی عالم فاضل ہے تو وہ ان مطالب کو مطالعہ میں رکھتا ہے اور کوئی عاشق ہے تو جان فدا کر کے بقا پاتا ہے اور اگر عاقل اور ہوشیار ہے تو انتہائے معرفت اور فقر اور فنا کو بقا تک لے جاتا ہے اور لقا کو بقا تک پہنچاتا ہے۔ جو ان مراتب تک رسائی حاصل کر لیتا ہے اسے دنیا و آخرت میں اور موت و حیات میں ذکر فکر اور مراقبہ لطف نہیں دیتا اور وہ تماشاخانے کو نہیں، نور حضور، حور و قصور اور نعمت بہشت سے بھی ہرگز خوش وقت نہیں ہوتا کہ جو کچھ وہ عیاں طور پر دیکھتا ہے خود بخود لاہوت لا مکان کی کیفیت بیان کر دیتا ہے۔ اس کے لیے مقام لا نہایت اور ابدیت ایک ہو جاتی ہے اور درمیان میں رسم رسوم، گفت و شنید، کوشش اور کشش، جذب و توجہ، وجد، واردات اور الہام و درجات باقی نہیں رہتے اور اللہ کے قرب کی خواہش بے قرار رکھتی ہے۔ اس کا دل مشتاق نظارہ ہوتا ہے اور اسے موت کا انتظار ہوتا ہے کہ اسے

قربانی اور رحمت روحانی کا لباس کہتے ہیں۔ جو ان مقامات تک پہنچتا ہے وہ احوالات، خیالات، مشاہدہ، وسوسہ اور واہیات سے نکل آتا ہے اور وصال الہی سے لازوال مراتب حاصل کرتا ہے۔ یہ ہے فقر فانی اللہ کی انتہا۔ ان مراتب کو گن کہتے ہیں جو گن کی حقیقت ہے جو دیکھنے میں ہوشیار ہے لیکن ظاہری دیکھنے پر اعتبار نہیں اور نہ ذکر فکر اور مراقبہ سے جلوہ ہوتا ہے مگر خواب میں بے حساب طور پر اور کبھی مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور گاہے فانی اللہ کے مقام میں استغراق سے اور کبھی سلطان الفقراء عارف باللہ کی صحبت سے یہ مقام طے ہوتا ہے۔ جس کو یہ تینوں مراتب یک جا حاصل ہو جائیں وہ فقر کی انتہا تک پہنچ جاتا ہے۔

جان لے کہ فقیر علماء پر غالب ہوتا ہے۔ علماء فقرا سے تلقین حاصل کرتے ہیں اور ان کے مرید بنتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ علماء اپنے مطالعے کی مدد سے اور کتاب کے علم سے جواب دیتے ہیں اور فقراء حضوری سے جواب دیتے ہیں اور جو کچھ علم نص و حدیث، اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے آیا ہے اس کا پیغام فقراء معلوم کر لیتے ہیں اور تمام خلق کا مفہوم جان لیتے ہیں۔ پس فقیر کو تکلیف اور تقلید کرنے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ ان کے تن پر نور کا لباس ہوتا ہے اور ان کا دل مدام حضوری میں رہتا ہے۔

گر نبودے ایں مراتب اولیاء کس ندیدے رویت وحدت خدا

ترجمہ: اگر اولیاء کو یہ مراتب حاصل نہ ہوتے تو کوئی بھی خدا کی وحدت کا مشاہدہ نہ کر سکتا۔

نجات کا مرتبہ راستے کا راست ہوتا ہے۔ کم آزاری اللہ کی طرف رہبری کا وسیلہ ہے۔

اور دل کم آزاری اللہ کی طرف رہبری کا وسیلہ ہے اور دل آزاری سراسر گناہ ہے اور اہل حضور ہر مرتبے سے آگاہ ہوتے ہیں۔

ہر کہ مے بیند بود دائم خموش      نادیدہ احمق شود مطلق خروش  
ترجمہ: جو دیدار کر لیتا ہے وہ ہمیشہ خاموش رہتا ہے اور جو نہیں دیکھتا وہ احمق شور مچاتا ہے۔  
نفس پرست بہت ہیں اور خدا پرست تھوڑے ہیں۔

اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مَظْلُومًا وَلَا تَجْعَلْنِي ظَالِمًا      اے اللہ مجھے مظلوم بنا ظالم نہ بنا۔  
زندہ دل تمام مظلوم ہیں اور اللہ کی لقاء سے مشرف ہیں اور مردہ دل تمام کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کے سبب ظالم ہیں۔

معرفت نور است فقرش باحضور      ہر کہ فقرش مے رساند شد حضور  
بُرد نورش باحضورش اشتغال      جز فدا دیگر نہ بیند ہیچ حال  
ترجمہ: معرفت ایک نور ہے اور فقر حضور ہے اور فقر فقیر کو حضور تک پہنچا دیتا ہے۔ نور اسے حضور میں مشغول کر دیتا ہے اور وہ کسی حال میں خدا کے سوا کسی کو نہیں دیکھتا۔ اس مقام پر صاحب نظر طالبوں کو تمام فقر طے اور معلوم ہو جاتا ہے۔

عاشقان را قوت دیدن رویت خدا      عیش شوق و ذائقہ لذت لقاء  
ہر کرا اصل است بروصلش جمال      آنچہ داند مے خورد بروئے حلال  
ہر تصرف در تصرف ملک او      احتیاجے نیست آں راجتو  
مالک الملکی فقر عالم تمام      کل و جز در حکم او مثل غلام  
ایں مراتب فقر را شد ابتداء      ہمد و ہم صحبتے با مصطفیٰ  
ترجمہ: ۱۔ عاشقوں کے لیے اللہ کا دیدار ہی غذا اور قوت ہے۔ یہی ان کے لیے عیش شوق و ذائقہ اور لذت و لقاء ہے۔

۲۔ جس کی اصل اللہ کے جمال کے وصل پر ہے وہ جو کچھ کھاتا ہے اس کے لیے حلال ہے۔

۳۔ ہر تصرف اس کے اختیار اور قبضے میں ہوتا ہے اور اسے کسی شے کی جستجو کی ضرورت نہیں رہتی۔

- ۴۔ وہ تمام عالم کا مالک المملکی فقیر ہوتا ہے اور ہر شے اس کی محکوم اور غلام ہوتی ہے۔
- ۵۔ یہ مراتب فقر کی ابتداء ہیں اور وہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے ہمد اور ہم صحبت ہوتے ہیں۔
- تمام دنیا کو تصرف اور اختیار میں لانے اور اللہ کے خزانوں کو حاصل کرنے کی عنایت بہتر ہے یا یہ بہتر ہے کہ اللہ کی عنایت کی توفیق سے دنیا کا منہ نہ دیکھے۔ ان میں سے کونسا عمل قابل اعتبار ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تصرف کا عمل حاصل تو ہو لیکن اسے اختیار نہ کرے کیونکہ دنیا دراصل فرعون کے لیے باعث فخر ہے اور یہ زندیقوں کا مرتبہ ہے۔

نفس، خلق اور دنیا یہ تینوں عام حجاب ہیں اور طاعت کو دیکھنا، ثواب کو دیکھنا اور کرامت کو دیکھنا یہ تین بھی خاص حجاب ہیں۔ اگر کوئی عرش پر نماز پڑھے، لوح محفوظ کا مطالعہ کرے اور تمام زمین کو نیم گام میں طے کرے اور پانچوں وقت کعبۃ اللہ میں باجماعت نماز ادا کرے تو یہ بھی حجاب اکبر ہے۔ بلکہ توحید میں غرق ہونا چاہیے، نفس کو فنا کرنا چاہیے اور ہمیشہ مجلس محمدی ﷺ میں رہنا چاہیے۔ دل مصفا رکھنا چاہیے اور طبقات ہوا کی طیر سیر کی تمنا نہیں کرنی چاہیے۔ یہ ہیں مراتب بے حجاب اللہ با خدا کے۔

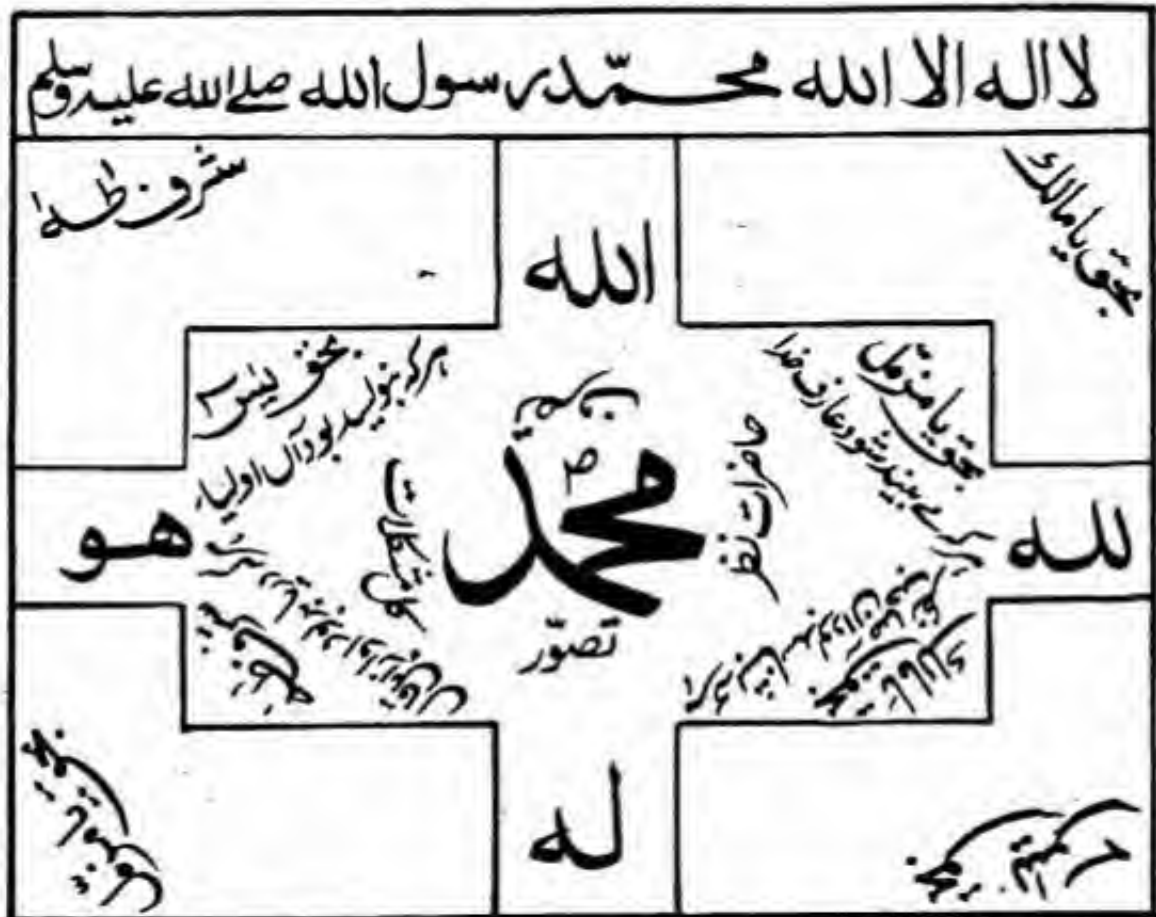
### حدیث

إِنَّ اللَّهَ يُجَرِّبُ الْمُؤْمِنِينَ بِالْبَلَاءِ      اللہ تعالیٰ مومنین کی آزمائش بمصائب  
كَمَا يُجَرِّبُ الذَّهَبَ فِي النَّارِ۔      میں اس طرح کرتا ہے جیسے سونے کی  
آزمائش آگ میں کی جاتی ہے

دنیا آزمائش اور اعتبار کے لیے ہے اور دنیا بندے اور خدا کے درمیان ایک حجاب ہے۔ اے اللہ وہ سر باقی نہ رہے جو تیرے بغیر مخلوق کو سجدہ کرے اور وہ آنکھ نہ رہے جو تیرے سوا کسی اور کو دیکھے اور وہ کان نہ رہے جو تیرے کلام کے بغیر کسی اور کا کلام سنیں اور وہ زبان نہ رہے جو تیرے بغیر کسی اور کی حمد و ثنا کرے اور وہ قدم نہ رہے جو تیرے بغیر کسی اور کی طرف گامزن ہوں اور وہ ہاتھ نہ رہے جو تیرے سوا کسی اور سے دستگیری چاہیں اور وہ کمر نہ رہے جو تیرے سوا کسی اور کے لیے بستہ ہو اور وہ سینہ نہ رہے جو تیرے بغیر غلاظت اور



نجاست کا مسکن ہو اور وہ دل نہ رہے جو تیرے بغیر کسی اور کا قُرب رکھتا ہو۔  
 علم باعین است مے باشد قبول  
 ز اں بود حاصل ترا وحدت وصول  
 ترجمہ: جو علم بصیرت کے ساتھ ہو وہ قبول ہوتا ہے اور اسی سے وحدت کا وصال ہوتا ہے۔ پہلے  
 ہی روز مرتبہ نور حضور مکمل بغیر رجعت اور بغیر غم کے حاصل کرنے کا نقش اور دائرہ یہ ہے۔



تصور اسم اللہ ذات دنیاوی تماشوں، خطرات، وساوس اور توہمات و خیالات سے روکتا ہے۔ تصور نور ہے۔ صاحب تصور جو کچھ دیکھتا ہے وہ اللہ کے قرب، معرفت اور حضور سے ہوتا ہے اور وہ خواب و بیداری ہر دور میں اللہ کی رویت اور دیدار سے مشرف ہوتا ہے۔

حدیث

يَنَامُ عَيْنِي وَلَا يَنَامُ قَلْبِي ميري آنکھ سوتی ہے مگر قلب جاگتا ہے۔

تصور اسم اللہ ذات لاہوت لامکان کی سیر اور اللہ کا قرب بخشا ہے اور زمین و آسمان کے طبقات کے تماشوں سے باز رکھتا ہے اور تصور اسم اللہ ذات مخلوقات کے نظاروں سے بھی روکتا ہے۔

نورِ وحدت مے در آید در وجود  
شیطان را بدنام کردی از جود

ترجمہ: نورِ وحدت آدمی کے وجود میں سما جاتا ہے اور شیطان کو یونہی سجدہ نہ کرنے کے باعث بدنام کرتا پھرتا ہے۔

يَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ  
(المائدہ)

اللہ جو چاہتا کرتا ہے اور جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔

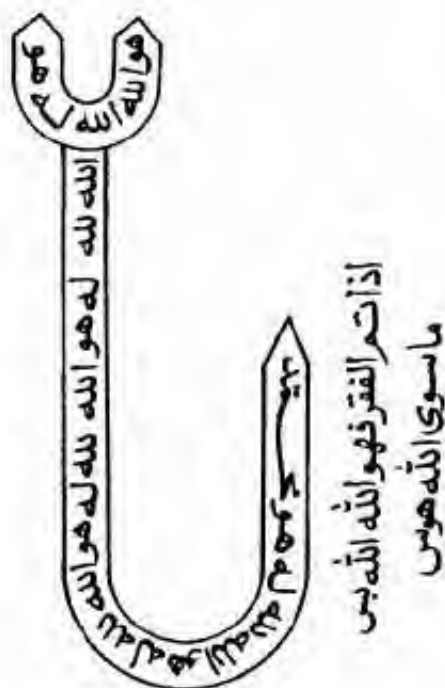
حاضرات اسم اللہ ذات کے ذریعے ماضی و حال اور مستقبل کے نیک و بد تمام حالات کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔ بعض کے وجود میں شیطانی آگ ہوتی ہے اور بعض کے وجود میں رحمانی نور ہوتا ہے۔ شیطان کو خودی اور تکبر کی آگ نے سجدۂ امر خدا سے روکا اور وہ خود ہوا اور ریا میں گرفتار ہوا۔ جو شخص تصور اسم اللہ ذات کی توفیق کے ساتھ اس دائرے میں آتا ہے اس پر حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ دائرہ اور نقش یہ ہے:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ هُوَ الْأَوَّلُ  
وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ -

(الحديد)

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝

(شوری)



جو شخص اس نقش کو لکھتا ہے وہ صاحب نظر ہو جاتا ہے اور جو اسے دیکھتا ہے وہ فقر کے مقام تک پہنچ جاتا ہے، اس کا نفس مر جاتا ہے اور دل زندہ ہو جاتا ہے اور وہ عارف ہو جاتا ہے۔ مردہ دل وہاں نہیں پہنچ سکتا۔ اس سے پہلے روز طالب ولی ہو جاتا ہے اور محمد مصطفیٰ کا ہم صحبت ہو جاتا ہے۔ ابتداء اور انتہا ایک مقام سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ معرفت قرب الہی ہے اسی سے راز معلوم ہوتے ہیں۔ یہ مراتب اس وقت ملتے ہیں جب وجود نور کا راز بن جاتا ہے وہ حضوری ہو جاتا ہے اور نور ذات امر غالب ہے۔ قال علیہ السلام: یَمْشِیْ عَنِ الرَّأْسِ بِلُؤْنِ الْأَقْدَامِ (اللہ کی طرف بغیر قدم اٹھائے سر کے بل چلو)۔ اس کا ذکر جس دم یہ ہے کہ وہ حضوری کے ساتھ دم ہلائے اور حضوری حاصل کرے یہی اصل جس دم ہے۔ اسے آنکھ سے دیکھنا معیوب ہے۔ دل سے مشاہدہ ہوتا ہے اور وہ روشن ضمیر ہو جاتا ہے اور اسے حضوری ہوتی ہے۔ یہ روز الست سے واقف کاملوں کا راستہ ہے۔ یہ لوگ دریائے معرفت کا نور نوش کرتے ہیں اور ہمیشہ پوشیدہ رہتے ہیں۔ خام اور نامکمل نگاہ والے مردہ دل عوام حیران ہیں۔

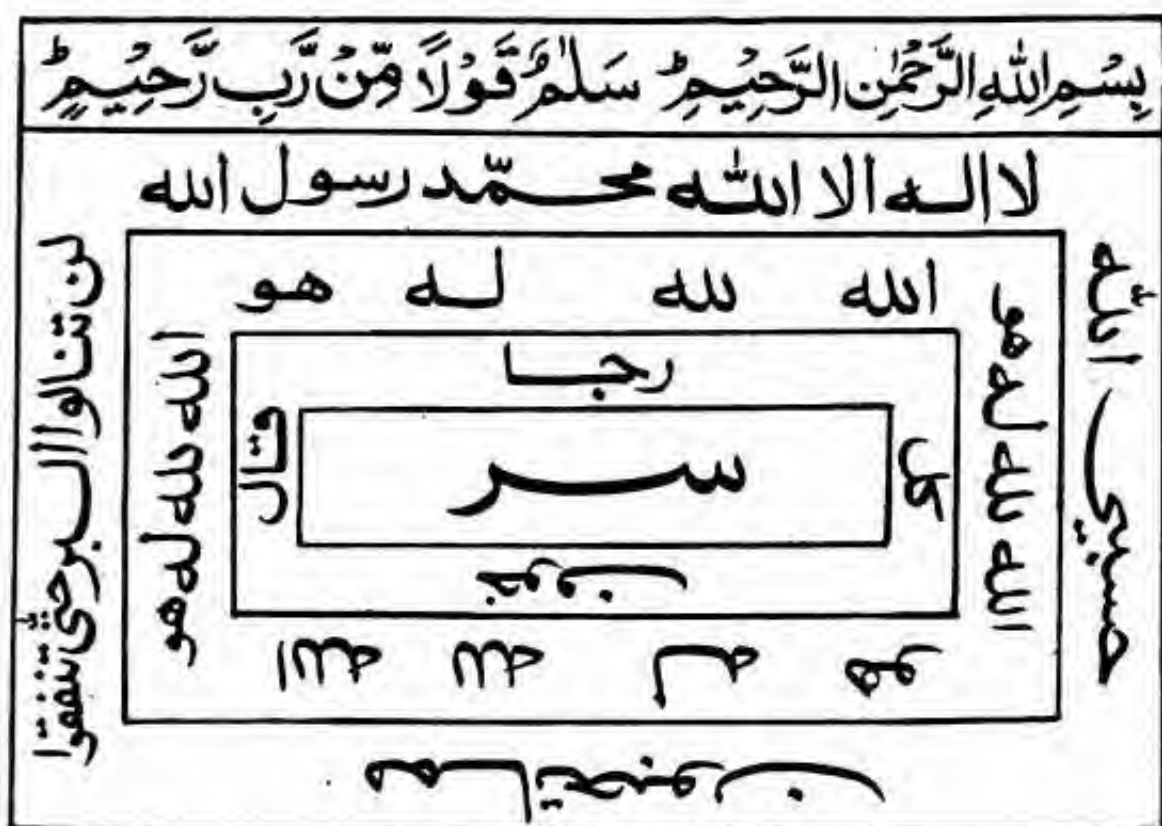
یہ وہ راہ ہے کہ سر کو پاؤں بنایا جاتا ہے اور سر کے بل اس کی طرف دوڑا جاتا ہے۔ یہ تصور قبور ہے اور اس کی طرف بھاگنا ہے اور تصرف کے ساتھ مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہونا ہے۔ تصور توجہ باطنی ہے جو اس کو جان لیتا ہے وہ ایک دم میں پہنچ جاتا ہے۔ یہ ہے مرتبہ نظر ناظر دوام۔ اسی مقام سے منور اور روشن ضمیر ہو کر حق کی ربانی درگاہ تک عجیب طریقے سے پہنچ جاتا ہے۔

إِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللَّهُ - اللہ بس ماسوئی اللہ ہوس۔

جو شخص تمام عمر یا صرف ایک بار اسم اللہ ذات کے اس نقش کو تصور اور تفکر کے ذریعے وجود میں نقش اور مرقوم کرنے کی مشق کرے گا قیامت تک اس کے ہفت اندام سے اسم اللہ ذات جدا نہ ہوگا اور ایسا عمل جاری ہوگا کہ زندگی اور موت اس کے لیے برابر ہو جائیں گے۔

۱۔ یہ نقش اور گزشتہ تقریباً تمام نقوش انسانی وجود سے متعلق ہیں۔ اوپر کے حصے انسانی سر اور دماغ کے ہیں، درمیانی حصے سینے کے ہیں جس میں دل وغیرہ شامل ہیں اور نچلے حصے ناف کے اور اطراف کے حصے ہاتھوں اور مقام سماعت سے متعلق ہیں۔

جو اسم اللہ ذات کے اس نقش کا داغ اپنے دماغ پر قائم کرے گا اس پر محبت، مشاہدہ، حضوری، مراقبہ، معراج اور ملاقات کے اسرار کھل جائیں گے۔ ہدایت اور علمیت پاک سینے والوں کو حاصل ہوتی ہے اور ان کو ہدایت نصیب نہیں ہوتی جن کا سینہ کینے سے پر ہو۔ تزکیہ نفس، تصفیہ قلب، تجلیہ روح اور تخلیہ اسرار کا نقش تصور اسم اللہ ذات حسب ذیل ہے، جسے عارف لوگ یقینی طور پر جانتے ہیں:



جو اسم اللہ لہ لہ ہو سے سبق حاصل کرتا ہے وہ سر سے قدم تک نور ہو جاتا ہے۔ اس کے جتنے میں اربع عناصر باقی نہیں رہتے۔ جو فنا فی اللہ ہو کر اللہ کا قرب حاصل کر لیتا ہے اسے خوف ورجا کی کوئی خبر نہیں رہتی اور نہ ہی اسے نفس و شیطان اور شہوت کا کوئی پتہ ہوتا ہے۔

ہر کہ بات فکر خوش نویسد راز راہ در وجودش یافتہ قرب اللہ



دو چشم خویش را بر بند چوں باز درونت تا دہد گم گشتہ آواز

در سینه من درس وحدت معرفت ہر کہ مے خواند شود عیسے صفت

ہر کہ بنویسد بہ سینه سر بر سر عامل و کامل شود عارف نظر

ہر کہ خواند سطر حرف از خدا عالم باللہ شود او اولیاء

ترجمہ: ۱۔ جو فکر کے ساتھ اسے مرقوم کرتا ہے وہ راز پالیتا ہے۔ دل کے اندر اللہ کا قرب حاصل کرتا ہے۔

۲۔ باز کی طرح پہلے اپنی دونوں آنکھوں کو بند کر لے تاکہ تیرے اندر گم گشتہ دوست کی آواز سنائی

دے۔

۳۔ میرے دل کے اندر سے مجھے معرفت اور وحدت کا درس ملتا ہے جو اسے پڑھتا ہے وہ عیسیٰ صفت

ہو جاتا ہے۔

۴۔ جو اسم اللہ ذات کو سینے پر مکمل طور پر تحریر کرتا ہے وہ عامل کامل اور صاحب نظر ہو جاتا ہے۔

۵۔ جو اللہ کی طرف سے سطر اور حرف پڑھتا ہے وہ عالم باللہ اور ولی اللہ ہو جاتا ہے۔

مرشد کامل وہ ہے جو باطنی توجہ سے طالب کو تلقین کرے اور تلقین سے اسے یقین

دلوائے۔ چنانچہ مرشد جس طرح زندگی میں طالب مرید کو ہدایت دیتا ہے موت کے بعد بھی

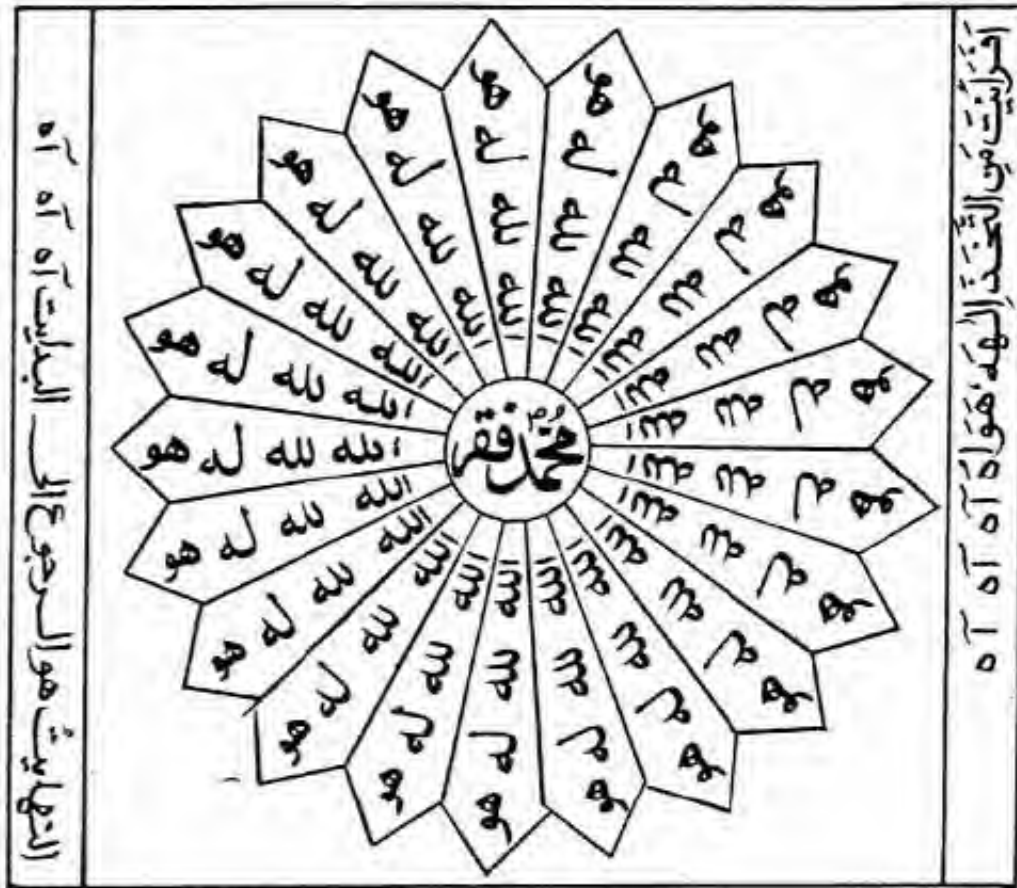
مرشد اپنی قبر سے دست بیعت کرتا ہے۔ اس پر حیران نہ ہو اور اس بات کا انکار نہ کر کیونکہ

اولیاء کو ایسے تمام مراتب کی توفیق حاصل ہوتی ہے اور وہ خزانوں کے مالک ہوتے ہیں۔

الرِّضَاءُ فَوْقَ الْقَضَاءِ۔ رضا قضا پر فوقیت رکھتی ہے۔

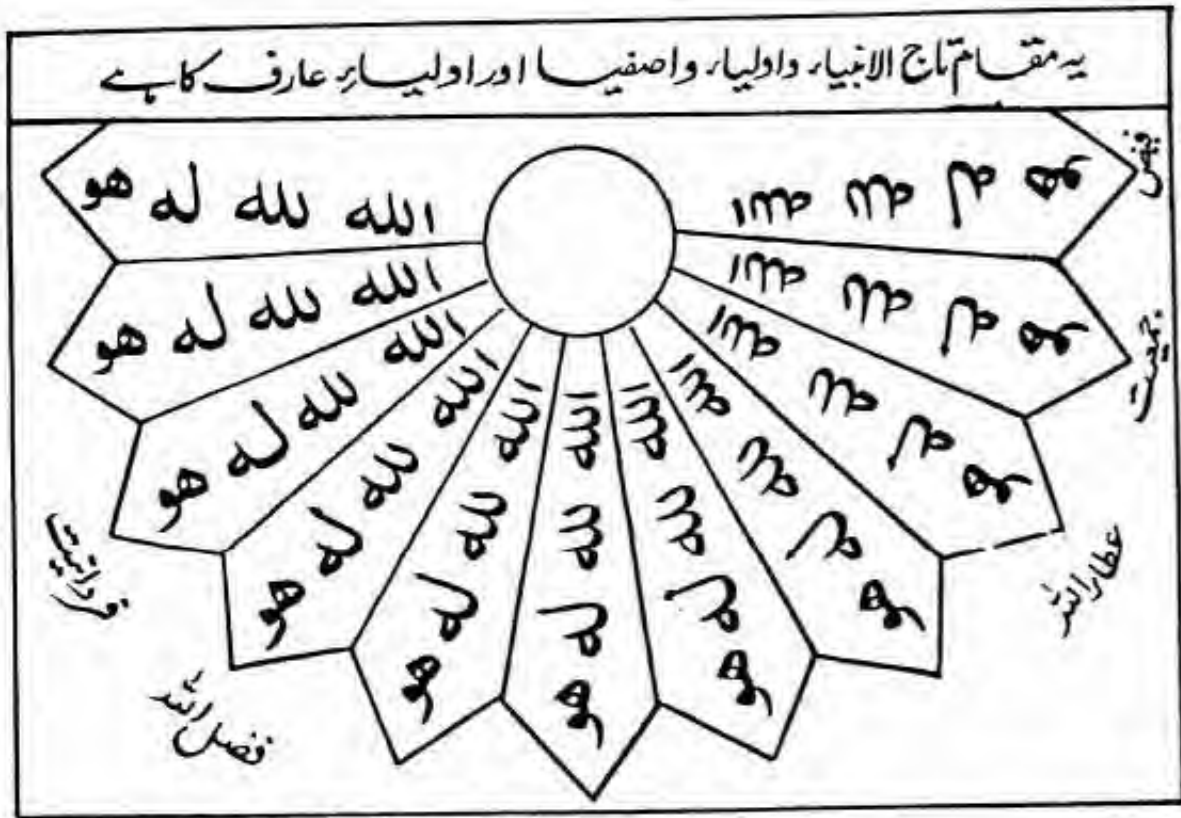
جو شخص اس نقش کو دیکھا کرے گا اور اسے لکھے گا وہ کامل ہو جائے گا:

(نقش اگلے صفحہ پر دیکھیں)



یہ کاملیت کل کا نقش ہے اور ہر مشکل کو آسان کرتا ہے۔ جو ایسی توجہ جانتا ہے تو تعجب کی کوئی بات نہیں کہ وہ عرش سے تحت الثریٰ تک تمام اشیاء کو تہ وبالا کر دے۔ یہ راستہ پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ فقیر کا مرتبہ ہے کہ ہر ملک اور ہر ولایت پر غالب آ جائے اور ایسا صاحب اختیار امیر بن جائے کہ جسے چاہے ملک ولایت بخش دے اور جسے نہ چاہے اسے معزول کر کے ملک سے باہر نکال دے۔ یہ کام ذاتی فقیر کے ہیں جیسا کہ فقیر باہو فنانی ہو ہے۔ فقراء سے ڈرنا چاہیے کہ ہر گنج اور دولت ان کے تصرف میں ہوتا ہے اور وہ اس نقش کامل سے اس راہ کو کھولتے ہیں اور مشاہدہ کراتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں۔

(نقش اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)



جب روح<sup>۱</sup> اعظم وجود معظم میں داخل ہوئی اور اللہ کی عطا سے گویا ہوئی اس وقت سے لے کر اب تک اسم اللہ کی حقیقت ماہیت اور انتہا تک کوئی نہیں پہنچا۔ اول مرشد طالب کو اسم اللہ کا سبق دیتا ہے اور اسم اللہ کی تلقین کرتا ہے۔ طالب اسم اللہ پڑھتا ہے اور اسم اللہ کی توفیق سے مرشد طالب کو باطنی توجہ سے اللہ کے حضور پہنچا دیتا ہے۔ جو مرشد اسم اللہ کی تعلیم دے کر طالب اللہ کو حضور تک لے جاتا ہے۔ یہی کاملوں کا راستہ ہے کہ وہ روز الست کا نظارہ کرتے ہیں اور یہ مستوں کا مرتبہ ہے۔

آنچه خوانی از اسم اللہ بخوان اسم اللہ باتو ماند جاودان

ترجمہ: تو جو کچھ پڑھنا چاہے اسم اللہ سے پڑھ کیونکہ اسم اللہ تیرے ساتھ مدام رہے گا۔ یہ لاہوت لامکان کا راستہ ابتداء ہی میں عیاں طور پر حاصل ہوتا ہے اور تیلی کا نیل اور احق

۱۔ روح اعظم کا اشارہ اس روح کی طرف ہے جو آدم کے جسم میں و نفخت فیہ من روحی کہہ کر پھونکی گئی اور وجود اعظم سے مراد آدم علیہ السلام کا وجود اور جسم ہے۔

نادان اسے کیا سمجھے اور تو خود کو کس زمرے میں شمار کرتا ہے۔  
نقش یہ ہے:-



دیکھ کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے فیض اور فضل سے ازل کا مشاہدہ ہوتا ہے اور ان کے وجود سے تمام جہل خارج ہو جاتا ہے۔ یہ نعم البذل اعظم ہے ان کو جمعیت اور جمال الہی کا مشاہدہ تفکر تصور اور تقال سے حاصل ہوتا ہے اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے اسم اکبر کی صورت میں اسم محمد رسول اللہ۔ اگر آنکھ اس مقام پر لگی رہے تو تمام تصور و تصرف اور مدام حضوری علیہ الصلوٰۃ والسلام حاصل ہو۔

جو مرشد تصور اسم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین کرتا ہے وہ پہلے دن ہی صحبت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوتا ہے اور اس میں نفس امارہ اور شیطان لعین مداخلت نہیں کر سکتا۔ یہ راہ حاضرات اسم اللہ ذات کی ہے جس کے ذریعے ازل اور ابد کے نظارے ہوتے ہیں۔ گنج دنیا کے تصرف کا تماشا، حشر نشر اور قیامت حساب گاہ کا منظر، اللہ کے قرب اور حضوری کا نظارہ دوزخ کا تماشا اور حور و قصور بہشت کا تماشا نظر آتا ہے۔ کامل مرشد وہ ہے کہ پہلے اسم اللہ اور اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر مقام اور ہر غیب کھول دے پھر طالب کو تلقین کرے۔ طالب باعتبار، بالیقین ہونا چاہیے۔ وقت قاطع تلواریں۔

عمر را بر باد دادی دم بغم      مردہ دل و اصل نشد اہل از صنم



ترجمہ: تو نے زندگی کے غم میں عمر برباد کر دی۔ مردہ دل اور صنم پرست کو وصال حاصل نہیں ہوتا۔ وہ طالبِ احمق ہے جو مرشد کے علمِ مطالعہ، معرفت کو نہیں دیکھتا بلکہ یہ کہتا ہے کہ میرا مرشد کامل ہے اور مدام میرے شامل حال ہے اور ظاہر و باطن کے احوال اور حقائق سے واقف ہے اور اسے غیب دان سمجھے۔ اس طرح کی باتیں حماقت شعار طالب کرتا ہے جو دیدار اور معرفت سے محروم ہے کیونکہ غیب دان صرف خدا اور رسول خدا ہے جو بے شک غیب الغیب سے واقف ہے۔ مرشد کی صرف یہ ذمہ داری ہے کہ جیسے بھی ہو طالب کو اللہ کی حضوری میں پہنچا دے اور مناصب اور مراتب اللہ سے دلا دے۔ پس معلوم ہوا کہ مرشد اور طالب بغیر حضوری کے مدعی اور مدعا علیہ ہیں۔ طالبی اور مرشدی کا معاملہ اس وقت تک مشخص نہیں ہوتا جب تک مرشد طالب کو لاہوت لامکان میں پہلے ہی روز غرق نہ کرے اس کے وجود سے غیر کا غم نہیں نکلتا۔ مرشد کو لازم ہے کہ طالب کو چار مراتب بخشنے: اول مرتبہ رسید، دوم مرتبہ دید، سوم مرتبہ یافت اور چہارم مرتبہ شناخت۔ رسید کیا ہے اور دید کیسے کہتے ہیں یافت کیا شے ہے اور شناخت کیا چیز ہے۔ رسید تو حید کی معرفت کو کہتے ہیں اور دید یہ ہے کہ تجرید اور تفرید کے ساتھ مشاہدہ اور قرب حضور حاصل ہو اور یافت یہ ہے کہ طالب گنج تصرف اور تمام مطالب کو جان لے اور پالے اور یہ جمعیت کلی ہے اور شناخت یہ ہے کہ نفس کی پہچان ہو۔ پہلے اپنے نفس سے ہم سخن ہو بعدہ رب کی پہچان ہو اور رب کے ساتھ ہم سخن ہو اور سخن کی حقیقت کا محرم ہو۔

حدیث

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ بِالْبَقَاءِ      جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کی پہچان بقا سے کی۔

جب نفس مطلق فنا ہو جائے تو طالب کو اللہ کی حضوری اور قرب کی توفیق ملتی ہے اور اس مقام میں طالب کو فقر کا تمام مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ اور وہ محمد رسول اللہ علیہ وسلم کا دائمی ہم صحبت بن جاتا ہے۔ یہ باخبر اور طالب صادق کے مراتب

ہیں۔ مرشد کامل وہ ہے جو نفس و ہوا اور شیطانی معصیت کی تمام شدت اور شامت اور آفات اور فقر و فاقہ اور دنیا کی محنت اور سختی سے طالب کو نجات دلا دے۔ جو طالب کو راہ خدا سے روکنے کا باعث ہے اور طالب کو دنیا کے خزانے کا تصرف پانچ روز یا ایک ہفتہ کے اندر عطا کر دے۔ جو طالب خاموش رہے اور مرشد سے کوئی سوال نہ کرے اور اپنے احوال کی سختی بیان نہ کرے تو اس کا مرشد اگر کامل ہے تو اسے ایک پل میں حضویٰ تک پہنچا دے اور اس میں ایک دن یا نو ہفتہ یا نو ماہ یا نو سال کا عرصہ صرف نہ کرے۔ ایسا مرشد نہیں ملتا۔ مرشد طالب کو ہر روز قرب خدا اور معرفت کا مشاہدہ کراتا ہے۔ جو مرشد طالب کو ظاہر و باطن میں یہ توفیق نہ بخشے تو طالب پر فرض عین ہے کہ ایسے ناقص مرشد سے بیزار اور جدا ہو جائے۔

مرشداں را مرشدم با حق نماء      بے پیراں را پیریم را بہر با خدا  
مفلسا نرا گنج بخشم با کرم      ہر کہ بیند روئے من ز اں رفتہ غم  
ترجمہ: میں مرشدوں کا مرشد اور حق کی طرف راہنمائی کرنے والا ہوں اور بے پیروں کی خدا کی طرف رہبری کرنے والا پیر ہوں۔

میں مفلسوں پر کرم کر کے ان کو بخشا ہوں۔ جو میرا چہرہ دیکھ لے وہ غم سے نجات پالیتا ہے۔ پیری و مرشدی اور طالبی و مریدی حضور سے طلب کر۔

خُذ بَیْدِیْ قَرْمُودَ بَا مَاصِطَفٰی      دَستِ بَیعتِ کَرْدَ مَارَا مَحْتَبٰی  
پیشوائے پیر خود را ساختم      ہر دے دیدار حق را یافتم  
خاکِ پائیم باحسین و از حسن      ہر یکے اصحاب با من انجمن  
باہو از ہویافتہ وحدت لقا      تو نے دانی کہ باہو با خدا  
خواند فرزندم مرا ز اں قاطمہ      معرفت فقر است بر من خاتمہ

ترجمہ: ۱۔ محمد مصطفیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ میرا ہاتھ تھام لے اور محمد مجتبیٰ نے مجھے دست بیعت فرمایا۔

۲۔ حضور کو میں نے اپنا پیشوا اور پیر بنایا اور مجھے ہر دم حق کا دیدار ہوتا ہے۔

۳۔ میں امام حسین اور امام حسن کی خاک پا ہوں اور ان دونوں اصحاب کی مجھے مجلس حاصل ہے۔

۴۔ باہو کوھو کے ذریعے وحدت اور لقا حاصل ہے۔ تو نہیں جانتا کہ باہو با خدا ہے۔

۵۔ اور حضرت فاطمہؑ نے مجھے اپنا فرزند کہا ہے اور معرفت اور فقر مجھ پر ختم ہے۔

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ (الحديد) تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے۔

جو شخص مراتب فی اللہ غرق تک پہنچ جاتا ہے اس پر لاہوت اور لامکان کی حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے اور اسے نادیدہ اشیا دکھائی دیتی ہیں۔ جسے محمد مصطفیٰ ﷺ کی توجہ اور توفیق حاصل ہو وہی ان مراتب کو حاصل کرتا ہے۔

اولیاء را علم باشد از حضور

آنچه خواند علم دعوت ذات نور

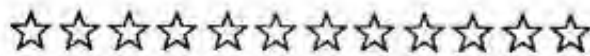
ترجمہ: اولیاء کو حضور سے علم حاصل ہوتا ہے اور وہ ذاتی نور سے علم دعوت پڑھتے ہیں۔

اس بات پر تعجب نہ کر جسم اسم کے اندر اس طرح گم ہو جاتا ہے جس طرح الف بسم

میں گم ہے اور جسم اور اسم تو حید میں غرق ہو جاتے ہیں۔

شدر وادیدن برویت او خدا معرفت قرب است وحدت حق لقاء

ترجمہ: فقیر کے لیے خدا کا دیدار روا ہے۔ معرفت سے حق کا قرب اور وحدت عطا ہوتی ہے۔



## شرح مراقبہ

جس کا باطن دائمی طور پر کھلا ہے ظاہری تصرفات تمام اس کے قبضے میں ہوتے ہیں۔ جو شخص پہلے علم مراقبہ کا مطالعہ کرتا ہے اس کے دل میں اللہ کی محبت پیدا ہوتی ہے اور اسی محبت کی برکت سے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت خاتم النبیینؑ تک ارواح کی سات مجلسیں اس پر کھل جاتی ہیں۔ علم مراقبہ کا ابتدائی سبق یقین کا پیدا کرنا ہے۔ مراقبہ رقیب شیطان کو دور کر دیتا ہے اور حبیبؑ تک پہنچاتا ہے۔ جو شخص مردود، مرتد، بے یقین، بے اعتقاد اور بے دین ہے وہ شیطان لعین کی قید میں ہوتا ہے اور اسے پیرومرشد اہل خانوادہ کی بات پر یقین نہیں آتا۔ اس کا علاج کیا ہے: اس کا علاج یہ ہے کہ اسے نوری اور حضوری مشاہدات کرائے جائیں۔ کیونکہ نوری مشاہدات سے اس کے ہفت اندام جل کر پاک ہو جاتے ہیں اور پھر تمام عمر مجاہدہ اور ریاضت کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور مرشد کو چاہیے کہ طالب کو حضوری کے مشاہدات تک پہنچائے۔ اس کے بعد اس کو رجعت اور بازگشت نہیں ہوتی اور طالب پیرومرشد کی قید سے باہر نہیں جاتا۔ اس قسم کے مراقبے کو محرم اسرار کہتے ہیں۔ اسی سے طالب نفس اور شیطان سے نجات پاتا ہے اور لاہوت لا مکان تک پہنچتا ہے اور اسی سے قرب رحمانی حاصل ہوتا ہے اور وہ شخص مراقبہ کی قدر نہیں جانتا جو جس دم کرنے میں حیوان کی طرح حیران اور پریشان اور نادان ہے۔

نیز مراقبہ کی شرح یہ ہے کہ مراقبہ کو موت سے قربت اور تعلق ہے جو تصور اسم اللہ ذات کے ذریعے توجہ کے ساتھ مراقبہ کرتا ہے اس پر موت کے حالات منکشف ہو جاتے ہیں۔ وہ جان کنی کا معائنہ کرتا ہے۔ اس پر قبر میں منکر نکیر کے سوالات کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ روز قیامت کی حساب گاہ نظر آتی ہے۔ وہ پل صراط سے سلامتی کے ساتھ گزر جاتا ہے، بہشت میں پہنچتا ہے، حور و قصور کا نظارہ کرتا ہے اور دیدار پروردگار سے مشرف ہوتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اہل مراقبہ کو حق یقین اور وصال حاصل ہوتا ہے۔ مَوْتُوا قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا اور



ایسا مراقبہ جو نماز کے ساتھ ہو مشق و جود یہ کے ذریعے معرفت اور قرب خدا تک پہنچاتا ہے۔

از دل بدرگن پشتہ خطرات را      تایابی وحدت حق ذات را

ترجمہ: دل سے خطرات اور وساوس کے انبار کو نکال دے تاکہ تو ذات حق کی وحدت کو پالے۔

مراقبہ حق تک رسائی اور رفاقت کا وسیلہ ہے۔ مراقبہ ایک آگ ہے جو تمام شیطانی وساوس اور خطرات کو اس طرح جلا دیتا ہے جس طرح آگ ایندھن کو جلاتی ہے۔

گرگویم شرح ایں احوال را      ہر یکے عبرت خورد عارف خدا

ترجمہ: اگر میں ان احوال کی وضاحت کر دوں تو ہر شخص عبرت حاصل کر کے اللہ کا عارف بن جائے۔

مراقبہ ایمان کا جوہر ہے جو اللہ کے قرب اور حضوری تک لے جاتا ہے۔ مراقبہ یہ ہے کہ نفس کے ساتھ نفس کا، قلب کے ساتھ قلب کا، روح کے ساتھ روح کا، سر کے ساتھ سر کا، عیان کے ساتھ عیان کا اور ذکر کے ساتھ ذکر کا مراقبہ ہو۔ ایسا ذکر جو لازوال ہو ایسا فکر جو باوصال ہو۔ یہ نص و حدیث کا مطالعہ کرنے اور نفس خبیث کی بدعت کو ترک کرنے کا راستہ ہے۔ تجھے کون سا راستہ پسند ہے۔ جو اللہ کی توحید کے نور اور حضوری فی اللہ میں غرق ہوتا ہے اسے اللہ کے قرب کی وجہ سے اس طرح روح کی فرحت اور لذت حاصل ہوتی ہے جو لازوال ہوتی ہے اور جملہ جہان کی جانیں اس پر فدا ہوتی ہیں اور اسے عزیز رکھتی ہیں۔ ہر شخص عاشق کو ملامت کرتا ہے لیکن عاشق ہر شے سے سوائے معشوق کے بے نیاز ہوتا ہے۔ اس کی نظر معشوق پر ہوتی ہے اور وہ تمام مخلوق سے الگ ہوتا ہے۔ یہی ہمہ ازوست ہے یعنی وہ مغز و پوست کے اندر ہے۔



## قبر محمد ﷺ پر دعوت کا طریقہ

اگر کوئی چاہے کہ اسے دعوت کا علم حاصل ہو اور اس کے تمام ورد و وظائف جاری ہو جائیں اور فرشتے اور مومنین اس کے فرماں بردار بن جائیں اور اللہ کا کلام اس کے وجود میں تاثیر اور نفع کرے اور اسے جمعیت حاصل ہو اور اللہ کی مخلوق اور تمام لوگ اس کی طرف رجوع کریں اور اس کی تسخیر اور قید میں ہوں اور مجلس محمدی ﷺ اسے حاصل ہو اور ہر مشکل اور مہم آسان ہو اور تمام دنیا کا تصرف اس کے قبضے میں ہو تو دعوت پڑھنے والے کو چاہیے کہ تنہا بیابان اور صحرا میں جائے جہاں پاک ریت اور پاک مٹی ہو۔ روضہ مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت پورے یقین کے ساتھ کرے اور روضہ مبارک کا نقشہ اور نمونہ بنائے۔ حرم بنائے اور اس حرم میں قبر بنائے اور قبر پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام انگلی سے خوشخط یوں تحریر کرے: محمد ابن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ قبر بناتے وقت اس آیت کو پڑھے اور اسے قبر کے ارد گرد تحریر کرے۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى  
النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا  
عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝

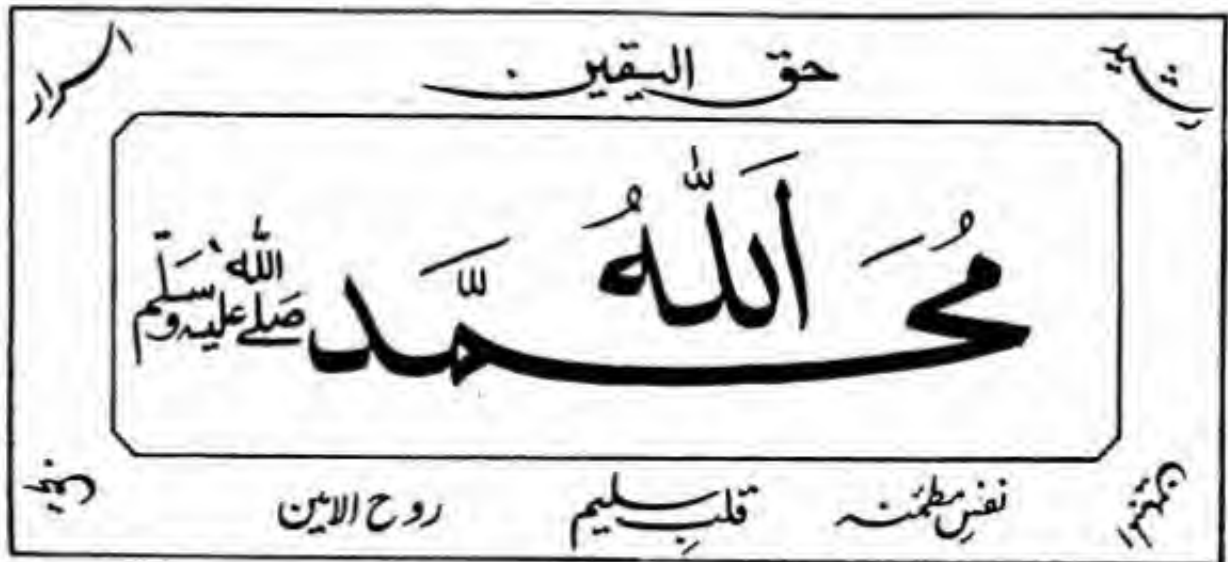
تحقیق اللہ اور اس کے فرشتے نبی صلی  
اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ پس اے  
ایمان والو تم بھی نبی پاک پر درود و سلام  
بھیجو۔ (الاحزاب)

اور پھر تین باریہ الفاظ پڑھے: أَحْضَرُوا اللَّمَسَخَرَاتِ يَا مَالِكُ الْأَرْوَاحِ  
الْمُقَدَّسِ اور پھر تین باریہ الفاظ کہے: اِزْبِرْ عَنِ اللَّهِ مُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَاضِرُ شَوْ -  
پھر سورۃ ملک پڑھے اور تین مرتبہ کلمہ طیبہ کی ضربات دل پر لگائے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ۔ پھر درود اور لاجول پڑھے اور آنکھیں بند کر کے مراقبے میں بیٹھ  
جائے۔ اس کا خواب اور بیداری ایک ہو جائے گی۔

كُلُّ بَاطِنٍ "مُخَالِفٌ" لِّظَاهِرٍ فَهُوَ  
بَاطِلٌ ۝

جو باطنی معاملہ ظاہر کے مخالف ہو وہ  
باطل ہوتا ہے۔





اس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اور نگاہ کی برکت سے گہرے دریا سے طالب گزر رہا ہے۔ یہ مطلق شرف ہے۔ اس جگہ نہ زمین ہے نہ آسمان، نہ حیرت ہے نہ ہوا ہے۔ وہاں صرف خدا کی وحدانیت کا نور ہے۔ اس دائرہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت سے غوطہ زن ہوتا ہے اور وہ دنیا سے تارک فارغ ہو جاتا ہے اور فقر کے انتہائی مقام تک پہنچ جاتا ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝  
وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ۝

کیا ہم نے تمہارا سینہ کھول نہیں دیا اور  
تم پر سے وہ بوجھ اٹھا نہیں لیا۔

(الم نشرح)

اس آیت کے مطابق طالب کو سینے کی صفائی حاصل ہوتی ہے۔

لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا ۝ (النبا)

اس سے بات کرنے کا اختیار نہ رکھیں گے۔

اس کے مطابق اس کی راہ نمائی ہوتی ہے۔

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِیْہِیْ اِلَآ رَضِیْ خَلِیْفَۃً ۝ (البقرہ)

ہم زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والے ہیں۔

اس کے مطابق طالب خلعت خلافت پاتا ہے اور فَفِرُّوْا اِلَیْ اللّٰہِ (اللہ کی طرف چلو) کے حکم کو اپنا رفیق بناتا ہے اور فَفِرُّوْا مِنْ اللّٰہِ کو اپنے آپ سے دور کر دیتا ہے۔ تجھے ان میں سے کوئی راہ پسند ہے طالب ہوا یا طالب خدا۔



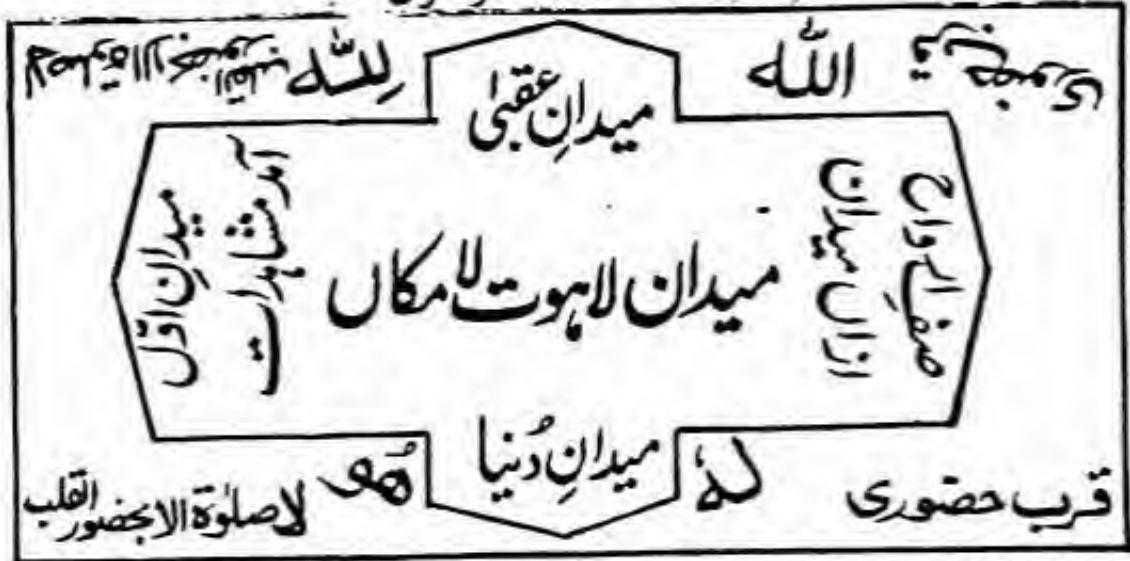
## شرح حاضراتِ اسم اللہ ذات

شرح حاضراتِ باسم اللہ ذات یہ ہے کہ شروع میں طالب اسم اللہ کو اپنے دل پر مرقوم کرے۔ اسم اللہ ذات کے اثر سے سینہ صاف ہو جاتا ہے اور خناس خرطوم (شیطان) مٹ جاتا ہے۔ بعد ازاں باطنی نظر سے دل کے گرد ایک وسیع میدان میں جاتا ہے اور مجلس محمدی ﷺ میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس وقت لاحول، سبحان اللہ اور درود شریف پڑھے تو مجلس محمدی ﷺ سے حکم ہوتا ہے کہ یہ خاص مجلس محمدی ہے اور شیطان کی یہ طاقت نہیں کہ اس مقام تک پہنچے۔ پھر طالب حق و باطل کی عیاں طور پر تحقیق کر لیتا ہے اور مجلس محمدی میں دائمی حضوری بن جاتا ہے۔ اگرچہ ظاہر میں وہ خاص و عام لوگوں کے ساتھ ہم خن ہوتا ہے مگر اس کا وجود نور ہو جاتا ہے اور اس کی بات نور سے ہوتی ہے مگر علم نعم البدل کو ظاہر و باطن میں تحقیق کر لے کیونکہ علم نعم البدل ہی سے ظاہر اور باطن کی تحقیق ہو جاتی ہے۔ نعم البدل یہ ہے کہ مجلس محمدی ﷺ سے باطن میں حکم ظہور پذیر ہوتا ہے اور ابھی طالب پیارے مقامات طے کر رہا ہوتا ہے وہ کمال تک نہیں پہنچتا ہوتا۔ جب اس کا ظاہر باطن ایک ہو جاتا ہے اور دیدہ و نادیدہ یکساں ہو جاتا ہے پھر اسے مرشد کی ضرورت نہیں رہتی۔ طالب کا نصیب یقین اور اخلاص سے کھلتا ہے۔ پہلے وہ دل کا معائنہ اور تحقیق کرے کہ دل کے ارد گرد چار میدان ہیں۔

میدانِ ازل کا مشاہدہ، میدانِ ابد کا مشاہدہ، میدانِ طبقاتِ عرش سے تحتِ دنیا تک کا مشاہدہ اور میدانِ عقبی کا مشاہدہ ہوتا ہے اور دل کے اندر، قلب کے اندر، سر کے اندر، اور اسرار کے اندر نورِ حضور، معرفت، قربِ خدا اور دیدار پروردگار کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ مرشد کامل طالب صادق کو پہلے ہی روز دل کا مشاہدہ کراتا ہے مگر مرشد ناقص روزانہ چلے اور ریاضت کراتا ہے۔ دل کے گرد میدان کی صورت یہ ہے جسے مرشد کھول دیتا ہے اور دکھا دیتا ہے۔

۱۔ گزشتہ کسی صفحے پر اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ سلطانِ بابو نے اسم اللہ ذات کے ساتھ حاضرات کا لفظ کیوں استعمال کیا ہے۔ اسے پڑھ لیں۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ



آخر فقر کی ابتدا اور انتہا یہ ہے کہ تن پر لباسِ شریعت ہو، واقف احوال ہو، دریائے معرفت میں غوطہ زن ہو اور ہر لمحہ خود اپنے وجود میں صاحبِ کرم ہو۔ مجلس محمود کا محرم ہو، معبود کے ساتھ فنا فی اللہ ہو۔ واضح ہو کہ ہر مقام پر کشف ہی کے ذریعے راہ کی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ بعض اس کشف راہ میں اللہ کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ بعض اسی راہ میں گمراہ ہو جاتے ہیں۔ پس اول مرشد طالب کو ایک دم میں معراج کا مشاہدہ کراتا ہے اور بعض کو ایک دن رات میں، بعض کو ایک ہفتہ میں، بعض کو ایک ماہ میں، بعض کو ایک سال میں مشاہدہ کرا دیتا ہے اور بعض تمام عمر حیات و ممات میں، روزِ قیامت تک جمالِ الہی کے وصال سے جمعیت حاصل کرتے ہیں۔ فقر قدرت ربانی کا ایک راز ہے کہ اس کی تشریح دلوں میں ہوتی ہے کتابوں کے دفاتر میں نہیں ہوتی۔ وہاں علم و دانش، مطالعہ، عقل و شعور، وہم و خیال اور ذکر مذکور کی گنجائش نہیں۔ وہاں نور "علی نور" کی کیفیت ہے اور اس سے سرور حاصل ہوتا ہے۔ اس مقام میں ہدایت اور نہایت ایک ہو جاتی ہے اور روح کو فرحت، قلب کو صفائی اور نفس کو موت ملتی ہے اور پھر ابدی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ اگر کسی دولت مند اہل دنیا مثلاً بادشاہ یا امراء کو تلقین کرے تو وہ اسم اللہ اس طرح پڑھتے ہیں کہ زندگی بھر اسے ہوائے نفس اور لذتِ دنیا یاد نہیں آتی۔ یہ مراتب مشق و جود یہ کے ذریعے مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے ہیں۔

گر بگویم شرح لذت حق لقاء بیچ کس زندہ نماںد جاں فدا

شد نصیب عاشقاں راہر دوام قوت قوت معرفت فقرش تمام

ترجمہ: ۱۔ اگر میں لذتِ لقاءِ حق بیان کروں تو کوئی جان فدا کیے بغیر زندہ نہ رہے۔

۲۔ یہ مرتبہ دائمی طور پر صرف عاشقوں کو نصیب ہوتا ہے اور فقر اور معرفت ان کی غذا اور قوت ہے۔

حاصل یہ کہ واصلوں کو اللہ سے کلام اور پیغام ملتا ہے۔

گر شوی عاشق بود رندی صفت بگذرد از ہر مقام معرفت

با وصال و با جمال و لازول وز خدا غافل بنا شد، بیچ حال

ترجمہ: اگر تو رند صفت عاشق ہو جائے تو معرفت کے مقام کو طے کر لے گا۔

اور تجھے جمالِ الہی کے ساتھ لازوال وصال حاصل ہو اور تو خدا سے کسی حال میں

غافل نہ رہے۔

عاشق کے دو اوصاف ہیں کہ وہ معشوق پر نگاہ رکھتا ہے اور مخلوق کی علامات کو نہیں دیکھتا۔

دم بدم دیدار بیند ہر دوام روح قلبش نور شد مطلب تمام

ہر چہ مے گوید خدا گوید ترا در میان خود نماوند چوں چرا

نیست آنجا جشہ نے جسد و تنم فرد تو حید است فقرش شد ختم

ترجمہ: ۱۔ عاشق دم بدم اور ہر دوام دیدار کرتا ہے۔ اس کی روح اور قلب نور بن جاتے ہیں اور مطلب

حاصل ہو جاتا ہے۔

۲۔ وہ جو کچھ کہتا ہے خدا کی طرف سے کہتا ہے اور اس کے وجود میں کوئی چرہ باقی نہیں رہتی۔

۳۔ وہاں جشہ، جسد اور تن نہیں ہوتا۔ وہاں خالص توحید ہے جو فقر کی انتہا ہے۔

جو شخص اس مقام پر پہنچتا ہے اس کا قدم شریعت میں ہوتا ہے اور اس کی نظر طریقت،

جمعیت، حقیقت، قرب اور معرفت پر ہوتی ہے اور وہ فقر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا محرم اور

مخدوم ہوتا ہے۔ اور جو خلاف شریعت ہے وہ محروم، دیوانہ اور حق سے بیگانہ ہے اور جو ہوشیار

ہے وہ عارف صاحب بصیرت اور شریعت کا شہسوار ہے۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (ال عمران) کہہ دو اے محمد! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا۔

پس معلوم ہوا کہ فقیر محمد مصطفیٰ ﷺ کا معشوق اور اللہ کا عاشق ہوتا ہے اور محمد مصطفیٰ ﷺ کا معشوق اللہ کا معشوق ہوتا ہے۔

معشوق عشق و عاشق ہر سہ یکے است ایں جا  
چوں وصل در نلکند ہجراں چہ کار آید

ترجمہ: معشوق عشق اور عاشق تینوں یہاں یک جا ہیں۔ جب وصل نہ ہو تو پھر ہجر کس کام کا۔ یہ مراتب فنا فی اللہ، فنا فی الرسول اور فنا فی الشیخ کے ہیں۔ جو ان تینوں کو توفیق کے ساتھ طے کر لیتا ہے اس کے وجود میں نفس زندیق مر جاتا ہے اور صادق قلب زندہ ہو جاتا ہے اور حق کی رفیق روح فرحت حاصل کرتی ہے۔ یہ جان فدا عاشقوں کے مراتب ہیں۔

بے نہ ترسند عاشقاں دائم لَا تَخَافُونَ لَوْ مَآةً لَا نِیمَ

ترجمہ: عاشق کبھی خوف نہیں کھاتے اور ملامت کرنے والے کی ملامت کا ان کو کوئی ڈر نہیں ہوتا۔

جو طالب پیر و مرشد کے پاس جائے اور اسے بزرگوں کی تلقین پر یقین ہو اس کے وجود میں نفس امارہ اس کا رقیب اور دشمن ہو جاتا ہے اور تمام لوگ اسے بے نصیب سمجھتے ہیں اور جب دوست گھر کے اندر دوست کو دیکھنے سے قاصر اور اندھا ہو تو اس کا علاج یہ ہے کہ مرشد پہلے ایسے مرتد مرد و طریقت اور حقیقت و معرفت سے بے خبر طالب کو اخلاص، تصور خاص اور یقین و اعتبار کے ساتھ توجہ دے اور اس کے جتنے کو اسم اللہ ذات کی طے اور تصرف میں اور تجلی انوار کے شعلے میں پیچیدہ کر کے مستغرق کرے تاکہ وہ پروردگار کے دیدار سے مشرف ہو۔ بعد ازاں طالب کو اعتبار آتا ہے اور مرشد اسے بے شمار گنج بخشا ہے۔ ایسا مرشد کامل طالب کا وسیلہ، پیشوا اور اللہ کی قربت کی راہ کا گواہ ہوتا ہے۔ اس سے طالب مجلس محمدی ﷺ میں حاضر ہوتا ہے اور روشن ضمیر ہو جاتا ہے نفس پر امیر اور صاحب آگاہی ہوتا



ہے۔ مرشد ایسا چاہیے جو گمراہ اور مردود مرتد طالب کو جمعیت بخشے اور اسے حق کا مشاہدہ کرائے۔

باہو مرشد عنقا صفت باشد ہما طالب شہباز عارف جاں فدا  
ترجمہ: اے باہو عنقا صفت مرشد ہما کی طرح ہوتا ہے اور طالب شہباز صفت ہو اور جاں فدا کرنے والا عارف ہو۔

مرشد امتحان لینے والا ہو اور دل کو جاودانی اطمینان بخشنے والا ہو۔ ایسا مرشد نہ ہو جو خود پریشان ہو۔ اس کا طالب وسوسہ شیطانی میں گرفتار ہوتا ہے۔ جس کو کسی کامل کی تلقین حاصل ہوتی ہے وہ کامل اور معدن کا خزانہ ہے اور جہان میں اس کا ذکر خیر ہوتا ہے۔ ذکر کی بنیاد اور مغز مشق و جود یہ اسم اللہ ذات ہے جس سے جسم کے ہفت مردہ اندام زندہ ہو جاتے ہیں۔

ذکر کے لیے ذکر کے دو گواہ ہیں۔ خفیہ ذکر کرنے والا خدا کا ہم جلیس ہوتا ہے۔  
اَنَا جَلِيسٌ "مَعَ مَنْ ذَكَرْنِي" جو میرا ذکر کرتا ہے میں اس کا ہم نشین ہوتا ہوں۔

دوسرا گواہ یہ ہے کہ ذکر ہمیشہ مجلس مصطفیٰ ﷺ میں حاضر اور صحبت یافتہ ہوتا ہے۔ بعض اس مجلس میں وجودِ ظاہر اور جشہِ ظاہر سے جاتے ہیں۔ بعض جشہِ نفسِ مطمئنہ کے ساتھ، بعض جشہِ قلبِ سلیم کے ساتھ، بعض جشہِ روح کے ساتھ صراطِ مستقیم پر چل کر، بعض جشہِ سرِ بحقِ تسلیم کے ساتھ اور بعض جشہِ نور کی کریمانہ صفات کے ساتھ جاتے ہیں۔ بعض کو معلوم ہوتا ہے اور بعض کو معلوم نہیں ہوتا۔ بلاشبہ ذکر کا ایک جشہ ضرور مجلس محمدی ﷺ میں داخل اور حاضر رہتا

۱۔ ہفت اندام جسم کے حسب ذیل ہیں: سر، سینہ، پشت، ہاتھ، پاؤں، کان، آنکھ اور زبان۔ مشق و جود یہ کے ذریعے ان اندام یا اعضاء پر تصور اور تفکر کے ذریعے اسم اللہ ذات نقش اور تحریر کیا جاتا ہے اور اسکی بار بار اور مسلسل مشق کی جاتی ہے جس سے ان اعضاء کی طرف اللہ تعالیٰ کی تجلی ہوتی ہے اور ان اعضاء کو زندگی، وسعت، نور اور روشنی عطا ہوتی ہے اور وہ باطن میں کام کرنے لگ جاتے ہیں۔ مثلاً آنکھ کے مقام پر تصور کے ذریعے اسم اللہ ذات نقش اور مرقوم کیا تو آنکھ کو باطنی زندگی، وسعت اور روشنی ملتی ہے اور باطنی بصیرت کھل جاتی ہے جس کے ذریعے باطنی مخلوق ارواح، ملائکہ اور جنات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ اسی طرح زبان کو باطنی زندگی عطا ہوتی ہے تو باطنی مخلوق کے ساتھ گفتگو اور کلام کرتا ہے وغیرہ۔

ہے چاہے بظاہر وہ عام لوگوں کے ساتھ گفتگو میں ہی مصروف ہو۔

ذکر زیاد است دائم با خروش	ذکر را بگذار خون از جگر نوش
نیست ذکرش آنچہ تو دانی آواز	ذکر خفیہ قرب وحدت عین راز
نیست ذکرش آنکہ دانی بے فکر	ذکر باشد با حضوری حق نگر
دعوی اثبات بنماید لقاء	ہر کہ دعویٰ کرد من ذا کہ خدا

ترجمہ: ۱۔ ذکر جوش و خروش کی ایک دائمی آواز ہے۔ لہذا ذکر ظاہری چھوڑ دے اور خون جگر نوش کر۔

۲۔ یہ ذکر نہیں جو تو آواز کے ذریعے کرتا ہے بلکہ خفیہ ذکر قرب وحدت کا راز ہے۔

۳۔ یہ بھی ذکر نہیں جو تو فکر کے ساتھ کرتا ہے بلکہ ذکر یہ ہے کہ حضوری ہو اور حق نظر آئے۔

۴۔ جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ خدا کا ذکر ہے وہ اس دعویٰ کے ثبوت میں لقا کرے۔

جس شخص کو باطنی طور پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دست بیعت ہو اور ہدایت و

ارشاد حاصل ہو اور اصحاب کبار سے باطن میں مصافحہ کرے اور پنج تن پاک کی اس پر عطا اور

بخشش ہو وہی مرشدی اور ارشاد کے لائق ہے۔ جو شخص ایسے مرشد سے تلقین حاصل کرے گا

وہ دنیا و آخرت میں لازوال طور پر زندہ دل ہوگا۔ وہ اولیاء پر غالب اور خدا کا سچا طالب ہوگا

اور اسے دائمی زندگی حاصل ہوگی۔ مرشد بننا آسان کام نہیں اور احمق مرشد بے حضوری، تیلی

کے نیل دراصل مرشد نہیں ہوتے۔

مرشدے جاہل بود شیطان صفت      مرشدے عالم طریقت معرفت

ترجمہ: جاہل مرشد شیطان صفت ہوتا ہے اور عالم باعمل طریقت اور معرفت کو جانتا ہے۔

بندہ اور خدا کے درمیان سد سکندری جیسا کوئی بڑا حجاب موجود نہیں اور نہ ہی کوئی بے

انتہا مسافت ہے۔ بندے اور رب کے درمیان پیاز کی طرح کا سفید پردہ حائل سمجھو جسے

صاحب راز مرشد اپنی نظر سے پارہ پارہ کر دیتا ہے۔ اس کے بعد طالب عیاں طور پر مشاہدہ

کرتا ہے اور لاہوت لامکان میں پہنچ کر عالم باللہ عارف باللہ اور صاحب نظارہ ہو جاتا

ہے۔ اسے آنکھ بند کر کے مراقبہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی اور نماز استخارہ اور نوافل کی

حاجت نہیں ہوتی۔ کوئی جاہل خدا تک نہیں پہنچتا اور کوئی عالم ظاہر آنکھ سے اللہ کا دیدار نہیں کر سکتا البتہ خواب میں یا مراقبہ کے اندر۔ مگر عارفوں کی نظر میں ہر دو جہان عیان ہیں اور وہ برشے سے آگاہ ہیں۔

زشہ رگ نزدیک چوں گویند دور	کور چشمے کے بہ بیند بے شعور
نَحْنُ أَقْرَبُ راز قرآن یاد کن	ایں مراتب یافتن از کنہ کُن
ہر کہ دریا بد بہ لب بستہ دوام	ہر کہ گوید دیدہ ام نامرد خام
آں دیدہ بادیدار مے باشد ز نور	کے بہ بیند کور چشمے بے حضور
ہر کہ مے بیند بنماید ترا	مثل بستہ کے شود رویت خدا
بے مثل را کے دہد رویت نشان	ہر کہ مے بیند بود عارف عیان

ترجمہ۔ اللہ شہ رگ سے بھی نزدیک ہے، اسے دور کیوں کہیں۔ صرف کور چشم اور بے شعور کو وہ نظر نہیں آتا۔

۲۔ نَحْنُ أَقْرَبُ قرآن میں پڑھ لے۔ یہ مرتبہ نحن کی حقیقت سمجھ لینے سے حاصل ہوتا ہے۔

۳۔ جو اللہ کو پالیتا ہے وہ ہمیشہ لب بستہ رہتا ہے اور جو دیدار کا جھوٹا دعویٰ کرتا ہے وہ نامرد اور خام ہے۔

۴۔ اس کے دیدار سے آنکھ منور ہو جاتی ہے۔ مگر اندھا بے حضور کیسے دیکھ سکتا ہے۔

۵۔ جو دیدار کرتا ہے وہ دیدار کر بھی سکتا ہے۔ مگر جو نفس کی قید میں ہو اسے اللہ کا دیدار نہیں ہوتا۔

۶۔ جو بے مثل ہے اس کی رویت کا نشان نہیں ملتا اور جو اسے دیکھتا ہے وہ واقعی عارف ہوتا ہے۔

ظاہری علم والا عالم جو کتاب کے مطالعے پر مغرور ہے وہ ابھی حجاب میں ہے۔ مگر فقیر صاحب طالع کتابوں کے مطالعہ کے بغیر جسے نوازتا ہے حضوری سے مشرف کر دیتا ہے۔ مجھے ان لوگوں پر تعجب ہے جو فضیلت علم کے مراتب کی سند حاصل کر کے بھی کسی فقیر مرشد صاحب وسیت سے معرفت طلب نہیں کرتے۔ اس راستے کی اصل اور بنیاد علم، حلم اور حکمت پر ہے اور جان قربان کرنے پر ہے۔ عارفوں کے لیے حق کے حصول کی یہی علامت ہے اور عالم ربانی کے سامنے عالم زبانی کی کیا مجال ہے کہ دم مارے۔ شوق آگ ہے یا

حکمت پر ہے اور جان قربان کرنے پر ہے۔ عارفوں کے لیے حق کے حصول کی یہی علامت ہے اور عالم ربانی کے سامنے عالم زبانی کی کیا مجال ہے کہ دم مارے۔ شوق آگ ہے یا لاعلاج درد ہے مگر عاشقوں کو لقاء کے شرف سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ اس کو دائمی بندگی کہتے ہیں اور بے بندگی مردہ دلی اور شرمندگی ہے۔ یہ زندگی نہیں بلکہ رو سیاہی ہے جس سے دل کفر اور شرک کے خطرات سے تباہ ہو جاتا ہے۔ فقیر کے لیے دعوت ایک صلاحیت ہے جس سے وہ شجاعت شعار اور سالار بنتا ہے۔ وہ دعوت پڑھتے وقت حضوری میں ہوش و حواس کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسے اپنے گرد حصار باندھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جو اس طرح کا صاحب دعوت ہوتا ہے وہ ہر گز رجعت نہیں کھاتا اور اس کا شاگرد اور طالب دیوانہ نہیں ہوتا۔

روزمرہ تا قیامت ہر دوام

کاملاں را دعوتے بادم تمام

ترجمہ: کاملوں کی دعوت صرف دم کے ساتھ مکمل ہو جاتی ہے اور اس میں روز بروز قیامت تک ترقی ہوتی ہے۔ جو شخص خدا، مصطفیٰ، جمیع انبیاء و اولیاء کے ساتھ باہمی محافظت، باہمی رابطہ اور باہمی الہام کے ساتھ دعوت پڑھتا ہے اس کے لیے کسی کام کی مشکل کشائی دشوار نہیں ہوتی۔ ایک ہی ساعت میں تمام مہمات کو انجام تک پہنچا دیتا ہے۔ یہی دعوت تیغ برہنہ کہلاتی ہے۔

فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ  
تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ (البقرہ)

پڑھتا ہے اور اسے اعلام اور پیغام ملتا ہے اور درمیان میں کسی فرشتے، مَوَکَل اور جن کی روحانیت کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اللہ اور محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے قلبی، روحی، سری طور پر الہام کا سلسلہ جاری ہوتا ہے اور ایسا ایک دم میں ہزار بار بلکہ بے شمار دفعہ ہوتا ہے۔ جو شخص غیب دانی کا دعویٰ کرتا ہے اور لوگوں کو اسی سے اپنا مطیع، مرید، اور طالب و فریفتہ بناتا ہے



اور حال، ماضی و مستقبل کے حالات بتاتا ہے اس کا یہ ادنیٰ مرتبہ کشف الجنونیت اور مکروہ شیطانی رفاقت سے ہے۔ اہل بہشت مرد خدا وہ ہے جو کشف روحانی کی غیب دانی عیاں طور پر کھول دے اور دکھا دے اور جو فرمان کرے اس سے مشکل کام آسان ہو جائے۔ یہ نہ غیب ہے اور نہ اس میں کوئی عیب ہے۔ عارف کے سامنے بلاشبہ کوئی حجاب نہیں ہوتا۔ اس کی ہر بات حضور سے ہوتی ہے اور اس کی توجہ سراسر نور ہوتی ہے۔ اس کا وجود مغفور اور اس کا قلب بیت المعمور ہوتا ہے۔ وہ صاحب شوق اور مسرور ہوتا ہے اور وہ باطن میں واضح طور پر مرتبہ فنا فی اللہ میں ہوتا ہے۔ یہ برکات محمد رسول اللہ ﷺ سرور کائنات کی رفاقت سے حاصل ہوتی ہیں۔ ایسے مراتب کو معراج کہا جاتا ہے اور معراج قرآن سے ثابت ہے۔ جو قرآن مجید سے باہر کی بات کرتا ہے وہ شیطانی عروج ہوتا ہے، دائمی معراج نہیں۔ بعض کو مرتبہ بہ مرتبہ، مقام بہ مقام اور بعض کو صبح اور شام اور بعض کو مرشد کی توجہ سے استقامت، سلامتی، اللہ کی ذات میں استغراق اور وصال کا معراج روز قیامت تک حاصل ہوتا ہے۔ یہ مرشد کامل کی عطاء سے ہوتا ہے۔ فقیر کے لیے اس سے بدتر اور کوئی بات نہیں کہ وہ لوگوں کے ساتھ نیک و بد اور شور و شر اور برے افعال اور مردہ دلی کی باتیں کرتا پھرے۔ اس سے شوق سرد ہو جاتا ہے اور اس قسم کے غم، کدورت، حجابات اور خطرات اللہ کے قرب اور وصال

۱۔ بعض عامل قسم کے لوگ شریعت کے پابند نہیں ہوتے مگر بعض اوقات ماضی اور مستقبل کے کچھ حالات بتا دیتے ہیں۔ ان کا یہ کام جنات اور شیاطین کی رفاقت سے ہوتا ہے اور یہ استدراج کے زمرے میں آتا ہے۔ اس کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں ہوتی اور اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔

دب میں بنوں میں تھا تو وہاں ایک بے شریعت عامل کی بڑی شہرت تھی کہ وہ جانوروں تک کے متعلق بتا دیتا تھا کہ اس کے نزدیک مادہ پیدا ہوئی اور اس کی غیر موجودگی میں اس کی کوئی شکایت نہ رہتا تو وہ بتا دیتا تھا۔ بے شمار لوگ اس کے پاس جاتے تھے۔ ایک بار حضرت قبلہ فقیر نور محمد صاحب وہاں تشریف لائے تو اس عامل نے ہم نے ان کی ملاقات کرادی۔ حضرت قبلہ نے اسے دیکھا اور اس کا باطنی جائزہ لیا تو فرمایا کہ اسے کشف جنونی حاصل ہے اور وہ جنات اور شیاطین سے مدد لیتا ہے۔ اس کے ملاوہ ہمارا ایک پڑوسی تھا اور وہ بھی بے شرع تھا اس نے بھی مستقبل کے متعلق باتیں بتانا شروع کر دیں جو بعض اوقات درست ثابت ہو جاتی تھیں۔ اس سے بھی حضرت قبلہ ملے تھے اس کے متعلق بھی حضرت قبلہ نے یہی بتایا تھا اور فرمایا تھا کہ اس کا یہ کشف بہت جلد ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس کا کشف ختم ہو گیا اور بعد میں وہ پاگل ہو گیا تھا۔ اس کا کشف بھی جنونیت سے تھا۔

اور حضوری سے باز رکھتے ہیں۔ اس لیے کامل فقیر خلوت گزین ہو کر لوگوں سے دور رہتے ہیں اور تنہا جنگلوں کا رخ کرتے ہیں اور ہمیشہ سیر و سفر کرتے ہوئے پھرتے ہیں، لوگوں کا غصہ برداشت کرتے ہیں، شہروں میں نہیں جاتے، بعض دیوانگی کا لباس پہن لیتے ہیں جو باطن میں محبوب اور ظاہر میں مجذوب ہوتے ہیں۔ یار کے ساتھ بہار ہے اور سکون دیدار سے ہے اور بغیر دیدار کے بہشت بھی خستہ و خوار ہے۔

## دل کی حقیقت

جاننا چاہیے کہ جو طالب مرتبہ دل حاصل نہ کرے ریاضت اور چلوں سے ہرگز واصل نہیں ہو سکتا اور مردہ دل اور نامراد ہی رہتا ہے۔ دل یہ نہیں جسے تو گوشت کا ایک ٹکڑا سمجھتا ہے جو جلد، جان اور خطرات کے خون سے مرکب ہے۔ دل محبت، معرفت اور مشاہدے و معراج کا نور ہے۔ صاحب دل ہمیشہ دیدار حضور میں مستغرق اور مشرف ہوتا ہے۔ پس دل کی کیا صورت ہے۔ دل کو حاصل کرنا کس علم و عقل اور دانش سے ممکن ہے۔ سن لو! جس طالب کو دل اور جان عزیز ہے اس کو علم دل کی تحریر ہی سے کتابوں کے الفاظ، نقاط اور حروف کا علم حاصل ہوتا ہے اور یہ سب کچھ دل میں محفوظ ہوتا ہے اور تمام علوم غیبی اور نظر لاریبی اس کے سامنے ہوتے ہیں۔ جو شخص علم دل سے سبق حاصل کرتا ہے وہ روز قیامت تک مست و مخمور رہتا ہے۔ علم دل سینے کے اندر ہے۔ جو شخص دل کا علم نہیں پڑھتا وہ جاہل، بے تصدیق، اندھا، منافق، حاسد اور کینہ پرور ہے۔ دل اللہ کے لطف کا ایک لطیفہ ہے جو اللہ کے التفات سے فنا فی اللہ اور نور ذات میں غرق ہوتا ہے اور ان جملہ انوار کے باوجود صاحب دل ہمیشہ اشتیاق میں مشاہدہ کا پیاسا ہوتا ہے اور یقین اور اعتبار کے ساتھ دیدار پروردگار سے مشرف ہوتا ہے اور اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس کا دل زندہ ہوتا ہے اور وہ عیاں طور پر مشاہدہ کرتا ہے۔

دل براق و دلدل است معراج بر ہر کہ دل ریاقت شد صاحب نظر

ترجمہ: دل معراج تک لے جانے والا براق اور دلدل ہے۔ جس نے دل کو پالیا صاحب نظر ہو گیا۔

دل ایک وسیع ملک کی طرح ہے۔ ہر ملک دل میں سما جاتا ہے مگر دل کسی ملک میں اپنی عظمت کی وجہ سے نہیں سما سکتا۔ مگر طالب مرید قادری کا دل جب جس میں آ کر جنبش کرتا ہے تو جمال الہی کا مشاہدہ ہوتا ہے اور دوسرے طریقے کا طالب مرید جب دم بند کرتا ہے تو ہمیشہ خام خیالی میں خطرات سے دوچار ہوتا ہے۔ دوسرے طریقے چراغ کی مثل ہیں اور قادری طریقہ آفتاب کی طرح ہے اور چراغ کی کیا مجال ہے کہ آفتاب کا مقابلہ کرے۔ چراغ آفتاب کے مقابلے میں خود بخود بجھ جاتا ہے۔

دل کہ جنبہ مے رساند با خدا	دل کہ جنبہ مے جنباند عرش را
دل کہ جنبہ با ایمان و با حیا	دل کہ جنبہ نفس آں گردد فنا
دل کہ جنبہ شد مشرف بالقاء	دل کہ جنبہ مے نماید کبریا
دل کہ جنبہ یافت مجلس مصطفیٰ	دل کہ جنبہ نور رحمت با صفاء
دل کہ جنبہ با رفاقت رہنما	دل کہ جنبہ باز دارد از ہوا
اہل دل با عین اللہ دیدہ	نیست جنبش دل کہ تو فہمیدہ
ذاکراں دائم بمجلس انبیاء	ذکر توفیق است توحید از خدا

ترجمہ: ۱۔ دل جب جنبش کرتا ہے تو عرش کو ہلا دیتا ہے اور دل اپنی جنبش سے خدا تک پہنچا دیتا ہے۔

۲۔ دل جب جنبش کرتا ہے تو نفس فنا ہو جاتا ہے۔ دل کی جنبش ہی سے ایمان اور حیا حاصل ہوتی ہے۔

۳۔ دل کی جنبش سے اللہ کا دیدار ہوتا ہے اور اسی سے لقا کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

۴۔ دل کی جنبش سے نور رحمت اور صفائی حاصل ہوتی ہے اور مجلس مصطفیٰ ملتی ہے۔

۵۔ دل کی جنبش ہو او ہوس سے روکتی ہے اور اسی سے راہ خدا کی رفاقت اور راہنمائی ملتی ہے۔

۶۔ اور تو جسے جنبش دل کہتا ہے یہ دل کی حقیقی اور باطنی جنبش نہیں۔ اہل دل نظر سے اللہ کا دیدار کرتے

ہیں۔

۷۔ ذکر سے خدا کی توحید کی توفیق عطا ہوتی ہے۔ ذاکر ہمیشہ انبیاء کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں۔

## مدح شاہ جیلاں

ہر طریقے اور خانوادے کو جو باطنی دولت اور نعمت حاصل ہوئی ہے وہ حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز سے عطا ہوئی ہے۔ جو قادری طریقے کا منکر ہے وہ دنیا اور آخرت میں مردود ہے۔

ہر طریقہ خانوادہ شد غلام      یا مریدی جان فدائش ہر دوام  
نقش بندی راچہ قدرت دم زند      از طریقہ قادری طالب شود  
اہل چشتی خواجگاں ہم خاک پا      سہروردی از غلامان باصفا  
ہر کہ از بندہ خدا امت نبی      خاک بوسی سے کند با قادری

ترجمہ: ۱۔ ہر طریقہ اور ہر خانوادہ طریقہ قادری کا غلام ہے اور ہمیشہ مرید بن کر جان فدا کرتا ہے۔

۲۔ نقش بندی کی کیا طاقت ہے کہ اس کے سامنے دم مارے۔ وہ تو طریقہ قادری کا طالب ہوتا ہے۔

۳۔ خواجگان چشت بھی اس طریقے کے غلام ہیں اور سہروردی طریقے والے اس کے مخلص خادم ہیں۔

۴۔ جو بھی اللہ کا بندہ اور نبی کی امت میں سے ہے وہ قادری طریقے والوں کی خاک بوسی کرتا ہے۔

حضرت شاہ محی الدین قدس اللہ سرہ العزیز کا یہ مشہور قول ہے کہ میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔

قَدَمِیْ ہِذِہٗ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ      میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔  
پائے حضرت پیر بر گردن ولی      مثل سجدہ زود آورد حکم از نبی

ترجمہ: حضرت پیر دنگیر کا پاؤں ہر ولی کی گردن پر ہے اور نبی کے حکم سے ہر ولی تعظیم کرتا ہے۔

حضرت پیر دنگیر کا طریقہ خاص فنا فی اللہ ذات کا طریقہ ہے۔ اس کی ابتدا اور انتہا ذریعہ نجات اور باعث حیات ابدی ہے۔ حضرت پیر دنگیر کے طالب مرید ولی اللہ کی



متبرک کرامات لازوال طور پر ابد الابد تک معجزات کے ساتھ ساتھ رونما ہوتی ہیں اور ان کو حق کی معرفت اور وصال حاصل ہے اور وہ جو کمالات اور کرامات دکھاتے ہیں ان کو یہ گنج تصرف محمد مصطفیٰ ﷺ کے معجزات سے حاصل ہوئے ہیں۔

ہر کہ از خود گفت باشد سر ہوا      ایں حقیقت یافتہ از مصطفیٰ  
قادری را سہ ۳ مراتب سہ نشان      باعیان و لامکان و جان فشان  
ترجمہ: ۱۔ جو کوئی اپنی طرف سے کوئی بات یا دعویٰ کرتا ہے وہ خود سر ہوتا ہے۔ مگر میں نے یہ حقائق محمد مصطفیٰ سے پائے ہیں۔

۲۔ قادری کے تین مراتب اور تین نشان ہیں: اس کا مرتبہ عیاں ہے، وہ لامکان تک رسائی رکھتا ہے اور جانفشانی کرتا ہے۔

جو طالب قادری عارف، عاقل اور باشعور ہے وہ اس کتاب کے مطالعے سے بلاشبہ حضور تک پہنچ جاتا ہے۔ اگر طالب مرید قادری کو موکل اور فرشتے ظلمات میں چشمہ آب حیات پر لے جائیں وہاں اس پر اگر روشنی ہو جائے اور نور جلوہ گر ہو تو وہ طالب لوگوں سے گم ہو جاتا ہے اور ہمیشہ خضر علیہ السلام کی طرح سیر و سفر میں رہتا ہے۔ فقیر عارف ولی اللہ کے لیے معرفت، فقر اور توحید میں چار منصب اور اور چار طرح کے تصرف کی توفیق ہے: ایک منصب علم و دعوت کا ہے جس کے ذریعے وہ رکے ہوئے مشکل امور کو آسان کر لیتا ہے، دوسرا منصب فقیر کا دائمی ذکر فکر ہے جس سے وہ ہمیشہ مجلس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیغام حاصل کرتا ہے، تیسرا منصب یہ ہے کہ باطن میں اسے معرفت اور مشاہدہ حاصل ہوتا ہے اور اللہ کی نظر میں وہ منظور ہوتا ہے اور اللہ کے ساتھ الہام کے ذریعے ہر بات اور ذکر مذکور کرتا ہے اور کبھی غرق فنا فی اللہ ہو کر ایسا مست ہوتا ہے کہ اسکی مستی و ہوشیاری سونا جاگنا سب کچھ انوار کے مشاہدے سے ہوتا ہے۔

الْعَمَلُ وَالتَّعْظِيمُ لَا مَرَّ لِلَّهِ      عمل اور تعظیم اللہ کے حکم سے ہو اور اللہ کی  
تَعَالٰی وَالشَّفَقَةُ عَلَى خَلْقِ اللَّهِ      مخلوق پر مہربانی کرے۔

چنانچہ اس منصب میں طالب تَخَلَّقُوا بِاخْلَاقِ اللَّهِ تَعَالٰی (اللہ کے اخلاق اپنا لو) کے مصداق ہو جاتا ہے اور چوتھا تلقین اور ارشاد کا منصب ہے جو بمنزلہ کسوٹی کے ہے۔

وہ طالب صادق کا خیال رکھتا ہے کیونکہ وہ حق کا طالب ہے اور جھوٹے طالب کو چھوڑ دیتا ہے کیونکہ وہ باطل کی طلب میں ہوتا ہے۔ یہ چاروں منصب طریقہ قادری میں پہلے چار دنوں میں حاصل ہو جاتے ہیں۔ کامل مرشدان چاروں مناصب پر پوری طرح متصرف ہوتا ہے۔ اسے تصور کی بے شمار جمعیت حاصل ہوتی ہے۔ اس میں مکمل توجہ اور تفکر کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر کسی طالب کو یہ حاصل ہے تو وہ عاشق کے مرتبہ میں صاحبِ نظارہ ہوتا ہے۔

طالب تر اگر دن زخم سر پیش نہ دم مزین گر صافی و سر جان بدہ

طالب بے سر بیا جانب خدا خوش نہیں دیدار اللہ شد لقاء

ترجمہ: اے طالب! اگر میں تیری گردن ماروں تو بھی سر رکھ دے۔ سر دیدے اور دم نہ مارا اگر تو صاف دل ہے۔

اے طالب سر کٹا کر اور بے سر، ہو کر اللہ کی طرف چل۔ پھر اللہ کا دیدار اور لقاء خوش ہو کر دیکھ۔

خود پسند طالب مرشد کے حضور سالہا سال تک رہتا ہے مگر اپنی بے ادبی کے باعث معرفت اور وصال سے محروم رہتا ہے۔ بہت زیادہ زبانی قیل و قال کرتا ہے، لالچی ہوتا ہے اور ملک الموت کی طرح مرشد کی جان کے پیچھے پڑ جاتا ہے۔ ایسا طالب نفس کی قید میں اسیر ہوتا ہے اور ہمیشہ پیر کے سامنے شکوہ اور گلہ کرتا رہتا ہے۔

طالب! گر صادقی از من بخواہ تا ترا بخشش کنم قرب الہ

ترجمہ: اے طالب! اگر تو صادق ہے تو مجھ سے طلب کرتا کہ تجھے قربت الہی بخش دوں۔

مرشد کامل طالب کو توجہ سے منصب عطا کرتا ہے اور اللہ کی حضوری اور معرفت کا علم سینہ بہ سینہ، نظر بانظر، قلب با قلب، روح با روح اور سر با سر توجہ اور یقین سے طالب روشن ضمیر کو عطا کر کے اسے لایحتاج، کونین کا امیر اور مرتبہ اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ فَنَافِيَ اللّٰہ تک پہنچا دیتا ہے۔



## شرح انتقال

انتقال طریقت میں ایک مرتبہ ہے جو سکر کے حال احوال پر مشتمل ہے اور جو مُوْتُوا قَبْلَ أَنْ تَمُوْتُوا کے فیض فضل سے نعم البدل کے طریق پر روز الست سے حاصل ہوتا ہے۔ بعض طالب مرتبہ انتقال سے معرفت حاصل کر لیتے ہیں اور بعض طالب مرتبہ انتقال سے کفر اور شرک میں پڑ کر مردود ہو جاتے ہیں اور زوال پذیر ہوتے ہیں۔ تجھے مخلوق میں جو خود خال، زلف اور حسن معصوم معشوقوں میں نظر آتا ہے یا جوان لڑکوں کا خوبصورت عکس، حور و قصور اور بہشت بہار کے جلوے نظر آتے ہیں اور اس سے انوار کی مثال پیش کی جاتی ہے تو یہ پروردگار کا دیدار نہیں۔ لیکن جب تو تصور اسم اللہ ذات کی توفیق سے مثال معرفت اور اللہ کا قرب، حضور اور پروردگار کا دیدار کرتا ہے اس پر تجھے خاص یقین اور اعتبار نہیں آتا۔ اگر ایسے طالب مرید کو مرشد تمام قرآن مجید، تفسیر، احادیث اور اقوال مشائخ سنا دے تو بھی بے یقین اور بے اعتبار طالب کو یقین اور اعتبار نہیں آتا۔ اس کا علاج صرف یہ ہے کہ پیر و مرشد باطنی توفیق سے طالب مرید کو مجلس محمدی ﷺ اور مجلس شاہ محی الدین قدس سرہ العزیز میں حاضر کرے اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور حضرت شاہ محی الدین پیر دستگیرؒ سے موثر تلقین کریں تو طالب مردودیت سے محبوبیت کے درجے میں آ جاتا ہے اور تمام مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔ مرشد اس طرح بات توفیق ہونا چاہیے اور مرشد ناقص کسی کام کا نہیں ہوتا۔ جہاں لاہوت اور لامکان میں دیدار ہوتا ہے وہ ایک راز ہے۔ اس جگہ نہ نغمہ ہے نہ آواز ہے، نہ نماز ہے نہ روزہ ہے اور نہ خانہ کعبہ کا حج اور نہ زکوٰۃ ہے اور نہ وہاں مقامات و درجات ہیں۔ وہاں صرف فنا فی اللہ اور بعینہ اللہ کی ذات کا لازوال نور ہے۔ یہ ہے حضوری، معرفت فنا اور بقا اللہ اور وصال لازوال۔

ہر کہ طالب حق لقاء یا بد لقاء      ہر کہ منکر حق لقاء کفر از ہوا

ترجمہ: جو حق کی لقاء کا طالب ہے وہ لقاء حاصل کرتا ہے اور جو حق کی لقاء کا منکر ہے وہ کفر اور

ہوا وہوس میں گرفتار ہے۔

کن لو! مردانِ الہی کا راستہ توفیق کا راستہ ہے۔ طالب دیدار کو سر دے کر اسرار حاصل ہوتے ہیں۔

گر تو خواہی دیدن رویت خدا سرزگردن کن جدا بیند لقاء

بے زباں ہم سخن بیند با عیاں مرتبہ لاہوت اینست لامکاں

سر بریدہ بے سرے طالب بیا بعد از اں دیدن خدا بر تو روا

ترجمہ: ۱۔ اگر تو خدا کا دیدار کرنا چاہتا ہے تو سر کٹا کر اللہ کا دیدار کر۔

۲۔ یہاں بغیر زبان ہلائے بات ہوتی ہے اور عیاں طور پر نظر آتا ہے۔ یہ لاہوت لامکان کا مرتبہ ہے۔

۳۔ اے طالب! اللہ کی راہ میں سر کٹا کر آ جا۔ اس کے بعد تو خدا کا دیدار کر سکے گا۔

یہ مراتب دیدارِ الہی میں غرق ہونے سے حاصل ہوتے ہیں۔

وَ اذْکُورُ رَبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ (الکھف) جب تو بھول جائے تو اپنے رب کو یاد کر۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: مَشَى "عَنِ الرَّأْسِ بِذُنِّ الْأَقْدَامِ" (اللہ کی طرف

سر کے بل بغیر قدم اٹھائے چلو) یہ مرتبہ فقرِ تمام کا ہے اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ۔ اللہ کے

دیدار کی شہادت کس علم سے ہوتی ہے۔ تصور اسم اللہ ذات کے ذریعے اللہ کی جانب سے

نفس کو، قلب کو، روح کو اور سر کو الہام ہوتا ہے اور اسی الہام سے نفس، قلب، روح اور سر

توفیقِ الہی سے سراسر نور ہو جاتے ہیں اور طالب دیدار اور حضور سے مشرف ہوتا ہے۔ یہ

باطن معمور اور وجود مغفور کے مراتب ہیں۔

لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَهُ (الفتح)

اللہ تیرے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے گا۔

نیز شرح انتقال یہ ہے کہ بعض طالب راہ طریقت میں شیطان مردود کی طرف سے



شیطانی<sup>۱</sup> تجلی دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہی معرفت اور دیدار ہے۔ دیدار کا وسیلہ موت ہے کہ معرفت کے پل صراط سے موت کے ذریعے سلامتی کے ساتھ دوست کی مدد سے گزر جائے اور دوست تک پہنچ جائے۔

قال علیہ السلام:

الْمَوْتُ جَسْرٌ يُوصِلُ الْحَبِيبَ  
إِلَى لَحَبِيبٍ لَا يَخَافُ الْحَبِيبُ  
إِلَى الْحَبِيبِ لَا يُعَذِّبُ الْحَبِيبُ  
إِلَى الْحَبِيبِ۔

موت ایک پل ہے جو دوست کو  
دوست سے ملاتا ہے۔ حبیب،  
حبیب سے نہیں ڈرتا اور حبیب،  
حبیب کو عذاب نہیں دیتا۔

ان مراتب کو مَوْتُوا قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا کہتے ہیں۔ بعض انتقال اسے کہتے ہیں کہ مردہ شخص کا موت کے بعد ایک قائم مقام پیدا ہوتا ہے اور روح دوبارہ<sup>۲</sup> کسی جسم میں داخل ہوتی ہے اور مردہ شخص کی جگہ لے لیتی ہے۔ اکثر اہل اوتار، کفار، مشرک اہل ناریہ عقیدہ رکھتے

۱۔ شیطانی تجلی سے متعلق ایک مشہور واقعہ حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہے کہ دوران سلوک ایک بار آپ پر اچانک ایک روشنی ظاہر ہوئی جس نے پورے آسمان کا احاطہ کر لیا۔ اس میں سے ایک عجیب و غریب شکل نمودار ہوئی اور آواز آئی کہ اے عبدالقادر! میں تمہارا پروردگار ہوں اور میں نے جو کچھ دوسروں پر حرام کیا وہ تم پر حلال کرتا ہوں۔ لہذا تم جو چاہو کرو۔ حضور غوث پاک فرماتے ہیں کہ میں نے پُر حَالِ غَوْثٌ بِالسَّلَامِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ اور کہا اے ملعون دور ہو جا۔ اچانک وہ روشنی تاریکی میں بدل گئی اور وہ صورت سیاہ دھواں بن کر کہنے لگی کہ اے عبدالقادر! تم اپنے علم کی وجہ سے بچ گئے۔ میں نے اس ترکیب سے ستر اہل طریقت کو گمراہ کیا ہے۔ حضور غوث پاک فرماتے ہیں کہ میں نے کہا یہ سب اللہ کا فضل ہے اور وہی نگہبان ہے ورنہ علم تو تیرے پاس بھی بہت تھا طالبان راہ طریقت کو بعض اوقات شیطان اس طریقے سے بھی گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور بعض طالب اس کے فریب میں آ کر گمراہ ہو جاتے ہیں۔

۲۔ اس انتقال سے مراد آواگون یعنی تباخ ہے۔ ہندوؤں میں یہ ایک مشہور عالم عقیدہ پایا جاتا ہے کہ جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کی روح کسی دوسرے جسم میں داخل ہو کر دوبارہ اس دنیا میں اپنے اچھے برے اعمال کے نتیجے میں آ جاتی ہے۔ اگر اعمال اچھے ہیں تو روح اچھے جسم میں داخل ہو کر دوبارہ اس دنیا میں آتی ہے اور اگر اعمال برے ہیں تو روح برے اور خبیث جسم میں داخل ہو کر دوبارہ اس دنیا میں آ جاتی ہے۔ اسی طرح ایک روح چوبیس ہزار مختلف اجسام میں داخل ہو کر اس دنیا میں بار بار جنم لیتی ہے۔

ہیں۔ اس مذہب سے ہزار بار استغفار پڑھنا چاہیے لیکن اصل انتقال یہ ہے کہ اللہ کا وصال حاصل ہو۔ فقراء اور اولیاء کو موت اور انتقال کے بعد طیر سیر اور بلند مراتب تک ترقی ملتی ہے اسی طرح بعض کو انتقال کا درجہ موت سے، بعض کو مراقبے سے، بعض کو عیاں طور پر، بعض کو خواب میں، اور بعض کو استغراق میں حاصل ہوتا ہے اور اولیاء اللہ ایک دم میں ہزار احوال سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔ گاہ وہ لَا إِلَهَ کے مرتبے میں اور کبھی إِلَّا اللَّهُ کے مرتبے میں اور گاہ ہے مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبے میں اور گاہ ہے نور حضور کے مرتبے میں ہوتے ہیں۔ جسم کا مرکز قبر میں جانا ایک الگ انتقال ہے اور انتقال حیاتی اور تصور اور قرب ربانی کا انتقال الگ ہے اور نفس، قلب، روح اور سر کا انتقال الگ ہے۔

انتقالش مے بود صد انتقال	کے شناسد ایں مراتب را جہاں
ہر کہ بگذرد انتقالش ہم ز قال	نور برسد اینست نور لازوال
ذکر حق با حق بود حق حق نماء	روز اول از ذکر شد اولیاء

ترجمہ: ۱۔ ایک انتقال سے سینکڑوں انتقال نمودار ہوتے ہیں۔ جاہل لوگ ان مراتب کو نہیں سمجھ سکتے۔

۲۔ انتقال کرنے والا قال سے بھی گزر جاتا ہے۔ وہ ذاتی نور تک پہنچ جاتا ہے جو لازوال ہے۔

۳۔ حق کا ذکر حق تک پہنچاتا ہے اور ذکر کرنے والا پہلے دن ہی ولی بن جاتا ہے۔

طالبانِ صادق کا قحط ہے ورنہ میرا ہر طالب کے لیے یہ اعلان ہے کہ طالب حق کو خدا اور اس کے رسول کی قسم ہے کہ وہ اپنے مطالب مجھ سے طلب کرے اور اگر میں اس کو اس کے مقاصد اور مطالب تک نہ پہنچاؤں تو مجھے قسم ہے کیونکہ میں طریقہ قادری میں مکمل توفیق اور پوری قدرت رکھتا ہوں۔

بیچ طالب رانہ دیدم در جہان	ہر کہ طالب مے شود دشمن بجان
اولا طالب بود مثل غلام	بعد ازاں دشمن شود شیطان تمام

ترجمہ: میں نے دنیا میں ایسا کوئی طالب نہیں دیکھا جو فقر کے لیے اپنی جان جو کھوں میں ڈالے۔ پہلے

طالب غلام کی طرح ہوتا ہے پھر وہی طالب مکمل شیطان بن کر دشمن ہو جاتا ہے۔

يُسَبِّحُ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ  
اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۵﴾ (یس)

اے اولادِ آدم! شیطان کی عبادت نہ کروہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

ایسا شیطان صفت طالب کتے کی طرح ہوتا ہے۔  
قال النبی علیہ السلام:

لَا تُتْرَكُو الدَّرْفِیُّ فَوَاهِ الْکَلْبِ  
کتے کے منہ میں موتی نہ دو۔

اہل حضور قادری مرشد طالبوں کو راہِ حضور سے دکھاتے ہیں اور عینِ حضوری کا مشاہدہ کراتے ہیں۔

ہر کہ سے بیند بود دائم حضور  
ہر طعاعے در شکم او گشتہ نور  
راہ دیدار است دگر گمراہ تر  
چشم از برائے دید دیدارش نگر  
چشم بینائی بود چشم گواہ  
با گواہی شد ادا چشم نگاہ  
گر کور را صد بار بنمایم لقاء  
کور مادر زاد کے بیند خدا  
ہر کہ سے بیند نہ آید زو آواز  
گو کہ از جان مردہ آں بردہ راز  
ترجمہ: ۱۔ دیدار کرنے والا دائم حضوری ہوتا ہے۔ وہ جو کچھ کھاتا ہے اس کے پیٹ میں وہ نور بن جاتا ہے۔

۲۔ دیدار کا راستہ ہی ہدایت کا راستہ ہے، باقی سب گمراہی ہے۔ آنکھ دید کے لیے ہے، اس سے دیدار کرنا چاہیے۔

۳۔ دیکھنے والی آنکھ گواہ کا کام کرتی ہے اور گواہی کے ساتھ دیدار کرنا جائز ہے۔

۴۔ اندھے کو سوا رہی لقاء کرایا جائے تو پیدائشی دل کا اندھا خدا کو نہیں دیکھ سکتا۔

۵۔ دیدار کرنے والا خاموش رہتا ہے۔ وہ اپنی جان سے گزر کر راز پالیتا ہے۔

حدیث: مَنْ عَرَفَ رَبَّهٗ، فَقَدْ کَلَّ لِسَانَهٗ

ترجمہ: جس نے رب کی معرفت حاصل کر لی اس کی زبان بند ہو جاتی ہے۔

فرض واجب سنت و ہم مستحب      جملہ را کردم حضوری راز رب  
 ایں نماز دائمی رائگہدار      بانمازِ وقت باشی ہوشیار  
 ترجمہ: فرض، واجب اور سنت و مستحب کو میں نے اللہ کی حضوری میں راز کے طور پر ادا کر دیا ہے۔  
 اس دائمی نماز کا خیال رکھ تاکہ تو وقتی نماز کے لیے بھی ہوشیار رہے۔

حدیث

مَنْ لَمْ يُؤَدِّ فَرَضَ "دَائِم" لَمْ يَقْبَلُ      جو فرض دائمی ادا نہیں کرتا اللہ اس کے وقتی  
 اللَّهُ مِنْهُ فَرَضُ الْوَقْتِ -      فرائض کو قبول نہیں کرتا۔  
 لَا صَلَوةَ إِلَّا بِحُضُورِ الْقَلْبِ -      دل حاضر نہ ہو تو نماز ادا نہیں ہوتی۔  
 عارفوں کو نماز کے دوران انوار کا مشاہدہ ہوتا ہے اور اللہ کے دیدار اور حضور سے ان  
 کے دل میں نور پیدا ہوتا ہے۔  
 الصَّلَوةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِينَ      نماز مومن کے لیے معراج ہے۔





## شرح دم

دم (انس) کی اہمیت یہ ہے کہ دم طریق بھی ہے اور توفیق بھی ہے، دم تحقیق بھی ہے اور دریائے عمیق بھی ہے، دم صدیق بھی ہے اور تصدیق بھی ہے اور دم غریق بھی ہے اور زندگی بھی ہے اور ان تمام مراتب تک انسان ایک دم میں پہنچ جاتا ہے۔ ہر ایک دم کی تحقیق کرنی چاہیے۔ صاحب یک دم وہ ہے کہ روحانی طور پر حیات و ممات اور اٹھارہ ہزار عالم کو ایک دم اور توجہ سے پورے تصور اور تفکر کے ساتھ جذب اور تصرف میں لے آوے۔ ایسا کامل دم والا شخص کل و جز، تمام عالم کو توجہ سے ایک دم میں فنا کر سکتا ہے اور تمام عالم کو ایک دم میں فیض کے خزانے بخش سکتا ہے۔ ایسے شخص کو دائرے پر کرنے، اعداد کا حساب کرنے اور دعوت پڑھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ علم کی مثال نقد سیم و زر کی طرح ہے اور فقیر فولا دی ننگی تلوار کی طرح ہے۔ جو کام تلوار سے ہوتا ہے وہ سیم و زر سے نہیں ہوتا۔ ولایت کی بھی چند قسمیں ہیں: ولایت گنج عنایت کے ساتھ، ولایت عین عنایت اور فیض فضل رحمت و ہدایت کے ساتھ، ولایت مطالعہ علم و حکایت اور ولایت دنیا پر شکایت کے ساتھ۔ یہ ہر ایک ولایت مرشد کامل قادری سے طالب صادق کو تلقین اور کشف کے ساتھ نصیب ہوتی ہے اور توحید کی بھی چند اقسام ہیں۔ تمام توحید ایک توجہ میں آ جاتی ہے۔ طالب جب خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو خدائے تعالیٰ فرماتا ہے اے نیک بندے! مانگ جو کچھ تو چاہتا ہے تاکہ تجھے عطا کروں۔ اس کی کوئی بات توجہ اور خیال سے خالی نہیں ہوتی اور محمد رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے اس کی ہر بات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوتی ہے۔

حضورؐ کے بہت سے طریقے ہیں: نفس کی حضوری کا شرف، قلب کی حضوری کا

۱۔ حضوری اس لفظ کو سلطان باہونے اپنی ہر کتاب کے تقریباً ہر صفحے پر استعمال کیا ہے۔ حضوری حاضر ہونے کو کہتے ہیں۔ تصوف میں اس اصطلاح سے مراد یہ ہے کہ کوئی سالک خلق سے غافل ہو کر اور ظاہری دنیا سے منہ موڑ کر قلبی روحانی اور باطنی طور پر اللہ کا قرب وصال اور دیدار حاصل کرے اور اس انداز اور اس طریقے سے حق تعالیٰ کے ساتھ حاضر ہو یا اسے محمد مصطفیٰ کی باطنی اور روحانی مجلس اور محفل میں روحانی اور باطنی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

شرف، روح کی حضوری کا شرف، سر کی حضوری کا شرف اور نور کی حضوری کا شرف۔ اس کے علاوہ الہام کی حضوری، معرفت کی حضوری، نماز میں شعور کی حضوری۔ جان کے استغراق کی حضوری، عیان حضوری، شعلہ آگاہی و ہم کی حضوری اور فنا فی اللہ بقا باللہ کی حضوری جس سے مشاہدات اور تجلیات کا ظہور ہوتا ہے اور وہ تجلیات عین باعین، امر با امر، توجہ با توجہ روشنی تصور با تصور، روشنی تصرف با تصرف، روشنی تفکر با تفکر ہوتے ہیں۔ مرشد کامل قادری حضوری کے یہ تمام مراتب علم حضور سے سکھاتا اور پڑھاتا ہے اور نصیب تلقین کرتا ہے۔

آں علم دیگر بود وصلت حضور      آں علم دیگر بود عقل و شعور  
علم یک گنج است با قرب خدا      عالم بے کبر عجب اولیاء

ترجمہ: ۱۔ وصل اور حضوری کا علم الگ ہے اور عقل و شعور کا علم الگ ہے۔

۲۔ علم قرب خدا کا ایک خزانہ ہے۔ جس عالم میں تکبر اور غرور نہیں وہ ولی ہے۔

پہلے طالب مرشد کے ساتھ، پیر مرید کے ساتھ اور استاد شاگرد کے ساتھ انصاف کرے اور آدمیت و انسانیت کا ثبوت دے۔ پہلے انسان اللہ کا بندہ بنے اور اطمینان حاصل کرے۔ پھر حلم میں حلیم، حکمت میں حکیم، علم میں علیم، عظمت میں عظیم اور کرم میں کریم بنے اس کا قلب سلیم ہو، وہ صراط مستقیم پر چلنے والا ہو اور ازل کے قدیم وعدے پر سچا ہو۔

أَوْفُوا بِعَهْدِيْ أَوْفٍ بِعَهْدِكُمْ ۖ  
تم میرے عہد کو پورا کرو تو میں تمہارے  
عہد کو پورا کروں گا۔ (البقرہ)

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحہ کا) طور پر خواب اور مراقبے کے ذریعے حاضری اور جانا نصیب ہو۔ ان دونوں حالتوں پر حضوری کا اطلاق ہوتا ہے۔ بعض اولیاء زندگی میں ایک بار بعض سال پہ سال، بعض مادہ بہ مادہ، بعض ہر ہفتے میں ایک بار اس سے مشرف ہوتے ہیں اور بعض سرکردہ اولیاء کرام کو انہی حضوری حاصل ہوتی ہے۔

بعض کونفس کے لطیفے کے ساتھ حضوری کا شرف حاصل ہوتا ہے، بعض کو قلب کے لطیفے کے ساتھ بعض کو روح کے لطیفے کے ساتھ اور بعض کو سر کے لطیفے یا باطنی وجود کے ساتھ حضوری کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ شرف اس وقت حاصل ہوتا ہے جب یہ تمام لطائف مشق تصور اسم اللہ ذات اور مشق وجود یہ کے ذریعے زندہ اور بیدار ہو جائیں۔ اسی طرح حضوری کے بہت سے طریقے اور مدارج سلطان باہونے اس عبارت میں بیان فرمائے ہیں۔

نفس اور شیطانِ رجیم پر غالب ہو، نعمت میں نعیم ہو، مدام حق کی طرف متوجہ ہو، باطل سے بیزار ہو اور اس کے وجود میں غیض و غضب اور غصے کی غلاظت موجود نہ ہو۔ جس میں یہ صفات موجود ہوں وہ اشرف الانسان کی صفت سے موصوف ہوتا ہے اور جس میں یہ صفات نہ ہوں وہ صورت میں انسان ہے مگر سیرت میں طامع، حریص اور حیوان کی طرح پریشان ہے۔

آدمی با ادب و عقل ایس دو گواہ      آدمی با معرفت قرب از الہ  
 با حضوری آدمی کشف القبور      تم ختم اینست عقل باشعور

ترجمہ: ۱۔ عقل اور ادب آدمی کے دو گواہ ہیں اور آدمی وہ ہے جو معرفت میں اللہ کا قرب حاصل کرے۔  
 ۲۔ کشف القبور میں آدمی کو حضور حاصل ہوتا ہے اور عقل و شعور یہاں ختم ہو جاتے ہیں۔

اگر زمین و آسمان کے درمیان کو سیم و زر سے بھر دیا جائے تو اس سے آدمی کی ایک راز کی بات زیادہ قیمتی ہے۔ آدمی کو خدا کی قدرت سے قدرت حاصل ہے اور انسان اللہ کے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے۔

اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہُ      انسان میرا بھید ہے اور میں اس کا بھید ہوں۔

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ (العلق)      آدمی کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔  
 علماء ہی عالم انسان ہیں۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا (البقرہ)      اور اللہ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے۔  
 عالم ہی انسان ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي اٰدَمَ (بنی اسرائیل)      اور ہم نے بے شک اولادِ آدم کو عزت دی۔  
 عالم انسانیت کے مرتبے میں ہے۔

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرْدِ ۝ (ق)      اور ہم دل کی رگ سے بھی اس کے زیادہ قریب ہیں۔

عالم ہی انسان ہے۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا  
تُحِبُّونَ ۝ (ال عمران)

تم ہرگز بھلائی نہ پاؤ گے جب تک خدا کی  
راہ میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کروالو۔

صاحب تصرف عالم انسان ہے۔

وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝  
(الذريت)

وہ تمہارے نفوس کے اندر ہے کیا تم اسے  
دیکھتے نہیں۔

صاحب بصارت اور بینا عالم عارف ہی انسان ہے۔ اسم اعظم اور تمام علوم ایک اسم  
میں آ جاتے ہیں اور ایک اسم سے ظاہر ہوتے ہیں اور وہ اسم اللہ ذات ہے۔ کلمہ طیبہ  
اسماء اعظم اللہ، للہ، لہ، ہو میں سے ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ  
جو شخص کلمہ طیب کو کُن کی ماہیت سے پڑھتا ہے وہ ہر علم سے واقف ہو جاتا ہے اور جان  
لیتا ہے کہ حیوان اور انسان میں صرف علم کی وجہ سے فرق ہے۔ انسان علم کو عین با عین پڑھتا  
ہے اور عین کو سمجھتا ہے۔

گر بخوانی علم و کتب صد ہزار  
انتہائے معرفت پروردگار

اگر تو علم کی ہزاروں کتابیں بھی پڑھ لے تب بھی اس کی انتہا معرفت پروردگار ہی ہے۔

بے معرفت عالم شیطان ہے اور با معرفت عالم حضرت آدم علیہ السلام کی مثال ہے۔

۱۔ کُن: یہ لفظ قرآن کی اس آیت سے لیا گیا ہے۔ اِذَا ارَادَ شَيْءًا اَنْ يَقُوْلَ لَهُ: كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ (اللہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا  
ہے تو اس سے فرماتا ہے کہ ہو جا اور فوراً ہو جاتی ہے۔) اللہ نے اس پوری کائنات کی تخلیق کا جب ارادہ کیا تو فرمایا کُن اور فوراً ہی  
پوری کائنات وجود میں آ گئی۔ اس لفظ کو سلطان بانو نے اپنی تمام کتابوں میں سینکڑوں بار استعمال کیا ہے اور اس لفظ کی ماہیت کی  
طرف اشارہ کیا ہے۔ لفظ کُن سے اللہ تعالیٰ کی اس صفت، امر اور قدرت کی حقیقت اجاگر ہوتی ہے جس کے ذریعے پوری  
کائنات آج کل واحد میں ظہور پذیر ہو گئی اور جو کچھ مطلوب اور مقصود تھا وہ سب کچھ ہو گیا۔ یہی لفظ کُن کی حقیقت اور ماہیت ہے  
کُن کی اسی کتبہ ماہیت اور حقیقت کو اپنی توجہ تصور اور فکر کا محور اور مرکز بنا کر باطنی ہمت اور روحانی تصرف کے ساتھ جب کوئی  
اللہ کا دلی کلمہ طیب پڑھتا ہے تو تمام علوم اس پر منکشف ہو جاتے ہیں اور اس کو اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت  
کے تمام مدارج، مراتب اور مقامات کا مکمل اور صحیح ادراک حاصل ہو جاتا ہے اور وہ دیدار پروردگار اور مجلس محمد مصطفیٰ ﷺ سے  
مشرف ہوتا ہے جو فقر کا انتہائی بلند مقام ہے۔ اس کے علاوہ اولیاء اللہ کثرت ذکر کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی اسی صفت اور  
کمال یعنی لفظ کُن کے حامل اور مظہر بن جاتے ہیں اور وہ بھی جب کسی شے کے ہو جانے کا ارادہ کرتے ہیں اور امر کرتے  
ہیں تو وہ اسی طرح ظہور پذیر ہو جاتی ہے اور کوئی دیر نہیں لگتی۔



## شرح علم دعوت و عامل دعوت

علم دعوت میں جو عامل کامل ہوتا ہے وہ ایک دم میں ہر مقام کھولنے والا اور ہر مشکل کو آسان کرنے والا ہوتا ہے۔ وہ لار جعت، لاسلب اور لازوال ہوتا ہے۔ عالم باللہ اور ولی اللہ صاحب دعوت جب توجہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حضوری کی دعوت پڑھتا ہے اور اسے تصور کے ساتھ تصرف، قرب اور وصال حاصل ہوتا ہے تو وہ ماضی، حال اور مستقبل کے تمام حالات سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ مگر بہتر یہ ہے کہ جو کچھ وہ پڑھتا ہے اور جو کچھ اسے آگاہی ہوتی ہے اسے پوشیدہ رکھے کیونکہ اس کی زبان تیغ برہنہ کی طرح موزی کو قتل کرنے والی ہوتی ہے۔

أَقْتُلُوا الْمُؤْمِنِينَ قَبْلَ الْإِيْذَاءِ موزی کو ایذا پہنچانے سے پہلے قتل کر دو۔

کیونکہ موزی سزا اور تنبیہ کے لائق ہوتا ہے۔ اہل دعوت کامل کو اگر دعوت اور ورد وظائف کے شروع میں لوح محفوظ میں مرقوم علوم اور کل و جز سے آگاہی ہو جائے اور بعد ازاں لوح محفوظ کی تحریر کے مطابق موکل اور فرشتہ آواز دے تو بھی اس کی دعوت ابھی خام ہے اور اس کا عمل دعوت نامکمل ہے۔ علم دعوت میں عامل کامل اور عالم باللہ وہ ہے کہ دعوت اور ورد وظائف شروع کرتے وقت وہ روشن ضمیر ہو جائے اور اس کے پاس تمام انبیاء اور اولیاء کی ارواح حاضر ہوں۔ وہ مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہو اور اس کے ارد گرد تمام ارواح حلقہ باندھ کر علم دعوت پڑھیں اور اللہ کے قرب اور حضور سے اللہ کی منظوری کے ساتھ اسے الہام وصول ہو اور اسے باطن میں جس مقصد کا حکم ہو وہ ظاہر میں حاصل کر لے۔ یہ ہے مرتبہ غالب الاولیاء اور شہسوار قبر کا۔

ہر خزان گنج آں را در نظر	ہر کراشد قرب قرآن و زخیر
لا سلب لار جعت شد لازوال	عالم دعوت بود صاحب وصال
یک دے یک ہو گند عالم فنا	یافت عزت باہو از ہو با خدا

ترجمہ: ۱۔ جسے قرآن و حدیث کا علم حاصل ہے وہ تمام خزائن سے واقف ہوتا ہے۔

۲۔ دعوت کا عالم صاحب وصال ہوتا ہے۔ وہ لاسلب، لار جعت اور لازوال ہوتا ہے۔

۳۔ باہونے اللہ کے ہاں اسمِ حق کے ذریعے عزت پائی ہے۔ اس کے ایک بار خوں کہنے سے تمام عالم فنا ہو سکتا ہے۔ یہ مراتب اولیاء اللہ کی قبر پر قرآن مجید اور قل ھو اللہ کے ذریعے اور اس طریقے سے فنا فی اللہ ہو کر عاملِ کامل کے دعوت پڑھنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن یہ ظاہری زبان اکثر قرآن پڑھنے کے قابل نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ نیک و بد گفتگو میں مصروف رہتی ہے۔ بلکہ زبانِ قلب سے پڑھنا چاہیے اور قلبی صورت سے اس کا استماع کرنا چاہیے۔ یا روح کی زبان سے پڑھنا چاہیے اور روح کی صورت میں پڑھے اور صاحبِ روح استماع کرے۔

شُد وجودے گنجِ کانِ حق کرم ہر کہ واقف معرفت آں اہل دم ترجمہ: آدمی کا وجود حق کے کرم کا خزانہ بن جاتا ہے اور اس سے اہل دم ہی واقف ہو سکتا ہے۔

وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِي (الحجر) ”اور میں نے اس میں اپنی روح میں سے پھونکا۔“

ایسی دعوت کا کامل عامل بحرِ قرآن مجید سے دعوت پڑھتا ہے تو دعوت پڑھنے والا مثل کشتی ران کے ہوتا ہے اور قرآن مجید مثل کشتی کے۔ ایسی دعوت سے کعبہ معظمہ، مدینہ منورہ، عرش و کرسی اور لوح و قلم از ماہ تا ماہی جنبش میں آ جاتے ہیں اور جملہ روحانیوں کی نظر میں چودہ طبقہ تہ و بالا ہو جاتے ہیں۔ بشرطیکہ دعوتِ جلالت، جذب، غضب اور قہر سے پڑھی جائے اور اگر جمالیات سے پڑھے گا تو وہ باطن میں اس قدر عزت پائے گا کہ تمام ارواح انبیاء و اولیاء اللہ اور فرشتے اسے دیکھ کر حیرت میں آ جاتے ہیں اور تمام جنات اس کے ارد گرد جمع ہو کر گریہ اور جزع فزع کرتے ہیں۔ یہ ہے اہل قرب خدا کی دعوت پڑھنے کا حال۔ فقیر وہ ہے جسے قربانی، قربِ ربانی، فانی نفس پر سلطانی اور نگاہِ عیانی کا مرتبہ حاصل ہو اور وہ روحانی طور پر لاہوت لامکان میں سکونت پذیر ہو۔ اور جولاہوت لامکان میں پہنچ جاتا ہے وہ جب کونین کے شش جہات کی طرف دیکھتا ہے تو وہ اسے مجھڑ کے پر اور رائی کے دانے کے برابر نظر آتے ہیں۔ جو فقیر ہمیشہ لامکان میں دیدار سے مشرف ہوتا ہے اسے علم کے مطالعے اور بحث مباحثہ کی کیا ضرورت ہے۔

طالع من با حضوری نور شد      با خدا ہم سخن ہم مذکور شد

ترجمہ: حضوری کی وجہ سے میرا مقدر سراپا نور بن گیا اور میں خدا کے ساتھ ہم کلام ہو گیا۔

جب میں نے قرآنی آیات کو بار بار اللہ کی اعانت سے مطالعہ کیا تو میں نے دنیا کو  
تین طلاقیں دے دیں۔ فقیر کے سامنے بادشاہ عاجز اور محتاج ہیں اور امراء اور ہفت ہزاری  
نواب نفس کی قید میں خستہ اور خراب حال ہیں۔

من فقیری گنج دارم صد ہزار      گر ترا چشم است جانب مانگار

ترجمہ: میں فقیری کے ہزاروں خزانے رکھتا ہوں۔ اگر تو آنکھ رکھتا ہے تو دیکھ کہ محبوب میرے پاس ہے۔  
اگر فقیر ظل اللہ کا مرتبہ حاصل کرنا چاہے تو اسے یہ قوت حاصل ہے۔

باہو ہر طریقہ مے کند تحقیق تر      ہچو صرافے شناسد سیم و زر

ترجمہ: باہو ہر طریقے کی تحقیق کر سکتا ہے۔ اس طرح جیسے صرافے سونے کی پہچان کرتا ہے۔

ہر طریقے اور خانوادے کی انتہا قادری طریقے کی ابتداء تک نہیں پہنچ سکتی چاہے وہ  
تمام عمر چلہ اور ریاضت میں سر پتھروں پر مارے کیونکہ قادری کی ابتداء حضوری اور مشاہدہ  
ہے اور اس کی انتہا فنا فی اللہ ہو کر نور ہوتا ہے۔ جو قادری کا مقابلہ کرتا ہے وہ احمق اور بے  
شعور ہے۔ طریقہ قادری میں تکلفات، تقلید اور خود پسندی کی مستی اور ہستی قطعاً نہیں ہے۔

خام راستی بود وہم از خیال      مست را ہوشیار گرداند وصال

ترجمہ: خام کی مستی وہم و خیال سے ہوتی ہے مگر مست کو اللہ کا وصال ہوشیار کر دیتا ہے۔

قادری عین نما، عین کشا، عین صفا، عین بقا اور عین لقاء ہوتا ہے۔ وہ نہ خدا ہوتا ہے اور  
نہ خدا سے جدا ہوتا ہے۔ قادری اللہ کی غنایت سے غنی ہوتا ہے کیونکہ قادری کو یہ بخشش نبی صلی  
اللہ علیہ وسلم کے قرب سے ہوتی ہے۔

الہی مکن عاجز بر در کس سوال      وصال تو بہتر بود از زر و مال

ترجمہ: اے اللہ مجھے کسی کے در کا سوالی اور عاجز نہ بنا۔ اے اللہ! تیرا وصال زر و مال سے بہتر ہے۔

اگر قادری فقیر سرود و سماع سن کر غلبات عشق حضوری کی وجہ سے سکر اور مستی میں

آجائے تو وہ نفسانی ہوا و ہوس کے باعث نہ ہوگا بلکہ اس کی رہبری خدا کی طرف سے ہوگی۔  
جو اس کو سمجھتا ہے وہ یقین کر لیتا ہے۔ بے دین کو کیا معلوم۔

کل و جز در یک حرف شناس تو      یک ترا با یک برد آں جستو  
ترجمہ: کل و جز کو ایک حرف میں شناخت کر لے۔ وہ ایک حرف تجھے اس جستو میں ایک خدا تک پہنچا دے گا۔  
فقراء کے ساتھ بغض و عداوت نہ رکھ کیونکہ اس سے غیبی طور پر اللہ کا غضب پیدا ہوتا ہے اور ایسا حاسد و منافق طالب مرید ایسا پریشان ہوتا ہے جیسے اس کے بدن پر تیر لگے۔  
اس بات پر یقین کر۔ بے یقین طالب مرید بے دین ہوتا ہے اور وہ نفس و شیطان لعین کی قید میں ہوتا ہے یا وہ حرام کی پیداوار ہوتا ہے اور اس کے دل کی زمین شورہ ہوتی ہے۔ ہر سر بادشاہی کے قابل نہیں ہوتا، نہ ہر دل میں اسرار الہی کا خزانہ ہوتا ہے، نہ ہر پتھر میں لعل ہوتا ہے، نہ ہر پودا اکسیر اور کیمیا کا اثر رکھتا ہے، نہ ہر زبان اقوال اور احادیث بیان کرنے کے قابل ہوتی ہے اور نہ ہر انسان وصال کے لائق ہوتا ہے اور نہ ہر فقیر لازوال طور پر روشن ضمیر ہوتا ہے اور نہ ہر جاہل ابو جہل کی طرح ہوتا ہے، نہ ہر بھکاری دائمی سوالی ہوتا ہے اور نہ ہر اہل دنیا قارون کی طرح بخیل اور مانع زکوٰۃ ہوتا ہے، نہ آدم علیہ السلام کا ہر فرزند ایک حال میں ہے۔ جمعیت جمال الہی سے حاصل ہوتی ہے جس نے ان باتوں سے کچھ حاصل نہ کیا وہ خام خیال ہے اور ازلی بد بخت ہے۔ چاہے وہ لوگوں کی نظر میں مست اور مخدوم ہی کیوں نہ ہو۔  
اَلَا نَ كَمَا كَانَ -      وہ اب تک ویسا ہے جیسا کہ تھا۔

يَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ - (ابراہیم)  
وَيَحْكُمُ مَا يُرِيدُ - (المائدہ)

وَاحْسِنُ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ  
(القصص)

ہر کہ خواہد معرفت وحدت خدا  
کیمیا با سنگِ پارس با نظر  
طلب کن از مرشدے گنج غنا  
احتیاجے تو نماںد سیم و زر



مرشدے باشد چنیں کامل تمام لاف زن مرشد نباشد اہل خام

ترجمہ: جو خدا کی معرفت اور وحدت چاہے وہ مرشد سے گنج غنا طلب کرے۔

کامل نظر ہی سے سنگ پارس اور کیما بناتا ہے اور اسے سیم و زر کی ضرورت نہیں ہوتی۔

مرشد ایسا باکمال چاہیے۔ لاف زن اور خام مرشد نہیں بن سکتا۔

یقیناً زن مرید اور قبلۃ النساء مرشد نفس و ہوا کی قید میں ہوتا ہے اور حجام صفت پیر اور مرشد ناقص کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان کی درگاہ اور خدمت میں جو مرید آتے ہیں وہ گدھوں کی طرح محض بوجھ اٹھانے والے ہوتے ہیں۔ ایسے ناقص کا منہ کالا ہوتا ہے۔ ایسے مرشد کی تقلید سے زیادہ کبیرہ گناہ اور کوئی نہیں۔ مرشد ناقص طالب مرید کو ذکر فکر اور مراقبے میں پھنسائے رکھتا ہے اور بادشاہوں اور امراء کو مسخر کرنے کے لیے دائرے اور نقش پر کراتا ہے اور ورد و وظائف اور اعداد کے حساب میں الجھائے رکھتا ہے اور اللہ کے قرب اور مجلس محمد رسول اللہ ﷺ کا راستہ نہیں جانتا۔ دنیا و آخرت میں ایسے طالب مرید ہمیشہ گناہوں سے شرمندہ ہوتے ہیں اور جو طالب اطاعت گزار اور خدمت کرنے والا ہوا ہے چاہیے کہ کامل مرشد کی تلاش کرے اور ناقص مرشد کو تین طلاق دے دے کیونکہ نامرد مرشد ناقص اور اہل زوال ہوتا ہے جو پہلے ہی روز طالب کو معرفت اور وصال تک نہیں پہنچا سکتا۔

یہ نقش ام العلوم ہے۔ ہر علم کی حقیقت و معرفت تو حید و حکمت اس نقش سے معلوم ہوتی ہے۔ جس نے اسم اللہ کی حقیقت جان لی وہ طالب الاولیاء اور مخدوم ہوتا ہے اور جو منکر ہے اسے گنج تصرف حاصل نہیں ہوتا۔ نقش یہ ہے: (نقش اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

۱۔ قبلۃ النساء: یہ سلطان باہو کی جھونے پیروں کے متعلق وضع کردہ اپنی خاص اصطلاح ہے۔ اس سے مراد وہ پیر ہیں جو ہر وقت اپنے پاس عورتوں کو جمع رکھتے ہیں اور وہ عورتوں کے قبلہ و کعبہ بنے ہوتے ہیں۔ ان کو سلطان باہو نے زن مرید بھی کہا ہے۔ اس لفظ سے مراد آپ کی یہ ہے کہ وہ عورتوں کے شیدائی ہوتے ہیں۔ سلطان باہو ایسے پیروں کے بہت خلاف تھے اور ان کو حجام صفت کے الفاظ سے یاد کیا ہے یعنی وہ مریدوں کی دولت کا صفایا کرنے والے ہوتے ہیں اور ان کے پاس جو مرید آتے ہیں وہ ان کی مالی فرمائشوں کا بوجھ اٹھانے والے گدھوں کی طرح ہیں۔

معرفت اور تمام مشکلات کو کھولنے والا اسم اللہ  
ذات حاضرات اور قرب و حضور جل و علے شانہ۔  
معلوم رہے کہ ایک لاکھ تہتر ہزار زناں آدمی  
کے وجود میں ہیں جن میں بعض زناں کفر و شرک کے  
ہوتے ہیں۔



یہی وہ راہ ہے جس کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی حضوری اور محمد رسول اللہ کی مجلس کی  
حضوری صاف طور پر حاصل ہوتی ہے اور لاہوت و لامکان تک رسائی ملتی ہے اور نور میں  
نور مل جاتا ہے۔ وہاں جسم و جان کو دخل نہیں ہوتا۔ ان مراتب کو احمق حیوان کیا جانے۔  
نقش محمدی ﷺ یہ ہے۔ محمد رسول اللہ کے نام پر جان نثار، فدا اور تصدق ہو ایک ایک  
پل میں ہزار بار۔ اس نقش محمدی ﷺ کو لگا تار دیکھتے رہو تا کہ تمہیں اعتبار حاصل ہو۔ یہ راہ  
فیض فضل اور تقویٰ بخشے والی ہے۔ یہ ہے اسم مبارک کا نقش:-

فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ

اسم محمد کے چار حروف ہیں م - ح - م - د  
حرف میم کے تصرفے مجلس محمدی - حرف ح کے  
تصرفے حضوری محمد اور حرف میم کے تصرفے محو  
فنائی نور محمد اور حرف دال کے تصرفے دوام بادم  
ہر نفس با سخن محمد صلی اللہ علیہ وسلم



اہل محبت آئینہ محبت میں دیکھتے ہیں اور آئینہ محبت حضوری سے مشرف ہوتا ہے اور  
اہل حضور کو حضور سے جمعیت و مراد حاصل ہے۔ جو یہاں پہنچا اسے دیدار مراد مل جاتی ہے۔  
اسے ظاہری رسمی مذہب و ملت سے کیا سروکار۔ یعنی اس کا نقش فنا ہو جاتا ہے، قلب صفا اور

روح بقا حاصل کرتی ہے۔ اور میں روافض اور خوارج کے مذہب و ملت سے بیزار ہوں اور چہار یار کا دوستدار ہوں۔ جو شخص چاہے کہ وہ ہر وقت دیدار محمد ﷺ سے مشرف ہو تو اصحاب کبار اور پنج تن پاک سے دل کا غنچہ شگفتہ ہوتا ہے، اللہ کی معرفت ہوتی ہے اور شاہ محی الدین کی خدمت گزاری نصیب ہوتی ہے۔ اس نقش حسین سے، اے عارف بالیقین:

ابوکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدل صدق	عمر خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عدل بر نفس	عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ باصبا با ایمان	عمر اللہ جہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم و سخاوت
امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسن نیک	امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ احسن الخلق	فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدۃ النساء	شاہ محی الدین قدس اللہ شہہ العزیز ارشاد توحید

یہ نقش کلید ہے اور اصل توحید ہے۔ جس قفل مطالب میں بھی اس کو ڈالا جائے اسے کھول دے گا۔ اسے کامل لوگ جانتے ہیں اور مکمل اصحاب اس کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اہل جامع مکمل جمعیت حاصل کرتے ہیں۔ اسم اللہ ذات سے طالب کو توجہ کی توفیق ملتی ہے۔ اسم اللہ سے طریق اور باطنی مطالب پورے ہوتے ہیں، اسم لہ سے وہ غالب اور اسم ہو سے تمام مقاصد پورے ہوتے ہیں۔ جو فقیر ان اسماء اعظم کو نگاہ میں نہیں رکھتا وہ معرفت سے آگاہ نہیں ہے۔

سبوتا بجلمہ نہج واردات	اللہ	نہز بجلمہ نہج واردات	اللہ
لاروال آفات علم لاریب	لہ	عزیز بجلمہ نہج واردات	لہ

فقیر کی توجہ تیغ برہنہ کی طرح ہے جو فیض تمام بخشی ہے۔ اس سے تصور و ترجم ملتا ہے اور تصرف سخاوت عطا ہوتی ہے۔ جو شخص اس دائرہ کو ہمیشہ نگاہ میں رکھے گا اسے باطنی خوان سے خوراک ملے گی۔ وہ ابتدا سے انتہا تک بازی لے جائے گا۔ وہ دونوں جہان میں زندہ رہے گا اور کبھی نہیں مرے گا۔ اور یہ دائرہ مفتاح الارواح ہے اور توحید، تجرید و تفرید کی کنجی ہے۔ اس سے نور حضور، قرب، امر حکم، فنا اور بقاء اور علم دعوت القبور حاصل ہوتا ہے اور فقیر کامل حضور کا تصور پاتا ہے۔ دعوت تین قسم کی ہے: ایک یہ کہ دعوت کا ارادہ کرے اور اسماء اور جنات کو اپنی قید میں لائے، دوم یہ کہ دعوت کے ذریعے مَوَکَلات اور فرشتوں کو اپنے حکم اور قبضے میں لائے اور تمام عمر جلالی و جمالی سے پرہیز رکھے اور پوری احتیاط کرے۔ اگر کچھ کھائے تو فوراً غسل کرے اور صرف جنات، فرشتوں اور مَوَکَلات کو مسخر کرنے کے لیے دعوت پڑھنا تقریباً کفر، شرک اور نفاق اور استدراج ہے۔ اور سوم دعوت وہ ہے کہ تمام روحانیوں، ارواحِ انبیاء اولیاء شہداء غوث قطب و ابدال کو تصرف میں لایا جاتا ہے۔ جو شخص اسم اللہ کی حضوری اور تصور سے ایسی دعوت پڑھتا ہے وہ جانتا ہے کہ اس کا عمل قیامت تک جاری رہے گا۔ اس کے علاوہ عامل دعوت القبور سے کشف الارواح کرتا ہے۔ وہ شہسوار ہوتا ہے اور نظارہ کرنے والا ہوتا ہے اور ایک ہفتہ میں مشرق سے مغرب تک تمام دنیا کے ممالک اور ولایات کو اپنے تصرف میں لاتا ہے۔ لوگ اس کے حکم کے تابع اور فرماں بردار ہوتے ہیں۔ صاحب دعوت القبور با توفیق کے ہفت اندام تصور اسم اللہ ذات سے سراپا نور ہو جاتے ہیں۔ وہ اولیاء اللہ کی قبروں پر تیغ برہنہ بن کر جاتا ہے اور اُحْضَرُوا یَا مَالِکَ الْاَرْوَاحِ الْمُقَدَّسِ الْمُسَخَّرَاتِ کہتا ہے اور پھر جذب کے ساتھ قُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ کہتا ہے تو روحانی ظاہری وجود کے ساتھ قبر سے باہر آتا ہے اور السلام علیکم کہتا ہے اور دعوت پڑھنے والا و علیکم السلام یا اہل القبور کہتا ہے، اس سے مصافحہ کرتا ہے اور ظاہری آنکھ سے باہم ملاقات ہوتی ہے۔ پھر روحانی جو نبی لاریبی خزانے کا تصرف ظاہری آنکھ سے عین بعین دکھاتا ہے اور وہ خزانے دیکھنے سے بڑھتے ہیں کم نہیں ہوتے۔ علاوہ ازیں عامل علم



دعوت ظاہری زبان سے پڑھتا ہے اور قوت باطن سے مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں دل اور روح کی زبان جاری ہو جاتی ہے اور منہ کے اندر زبان پڑھنے سے بالکل رک جاتی ہے اور ایسا عامل دعوت قبور صاحب تصور و حضور حیوانات میں سے ہر شے کھاتا ہے اور توجہ سے آئینہ کی طرح روشن ضمیر ہوتا ہے اور ہر کام کرتا ہے اور ایک ساعت میں ہزار ہا مہمات سرانجام دیتا ہے چاہے وہ مشکل ہوں یا آسان۔ آخر انتہائے دعوت کیا ہے یہ کہ ارواح انبیاء و اولیاء کے ساتھ یک جان ہو جائے۔ نفس با نفس، دم بادم، قلب با قلب، روح با روح ہو جائے اور لَحْمُكَ لَحْمِي وَ دَمُكَ دَمِي (تمہارا گوشت میرا گوشت اور تمہارا خون میرا خون ہے) کی تصویر بن جائے۔ جب اہل دعوت و ردو وظائف، قرآن مجید سے علم دعوت شروع کرتا ہے تو تمام انبیاء و اولیاء اللہ کی ارواح اس کے ساتھ دعوت پڑھتی ہیں اور اس کے گرد حلقہ باندھ لیتی ہیں اور وہ جملہ ارواح کے ساتھ وابستہ اور پیوستہ ہو کر درمیان میں بیٹھا ہوتا ہے۔ جو دعوت پڑھنے کا ایسا عمل جانتا ہے اسی کے لیے دعوت پڑھنا جائز ہے۔ دعوت پڑھنا حتمی اور خود سر آدمی کا کام نہیں۔

اہل دعوت حاکم است کامل فقیر کل و جز در قید او غالب امیر

ترجمہ: اہل دعوت حاکم اور کامل فقیر ہوتا ہے۔ اس کے قبضے میں کل و جز ہوتا ہے اور وہ غالب امیر ہوتا ہے۔ علم دعوت دم کے ساتھ دائمی طور پر اور قلب و روح کے ساتھ تمامی طور پر اور ہر مقام پر تصور کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ ان میں اُخروف کے علم سے ہزار ہا علم حاصل ہوتے ہیں۔ ہر حرف سے گنج تصرف کی حکمت نمایاں ہوتی ہے۔ (حروف حجبی کا نقش اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

۱۔ حروف حجبی کو سلطان باہونے اپنی اکثر کتابوں میں نقوش اور دائروں کے طور پر درج کیا ہے۔ ”عقل بیدار“ کے علاوہ ”نور الہدیٰ“ کلاں میں بھی یہ نقش موجود ہے۔ حضرت قبلہ فقیر نور محمد صاحب نے جن نما، (نور الہدیٰ) اردو میں صفحہ ۱۶۰ پر اس کی چھ تشریح فرمائی ہے۔ اسے یہاں ویرانا طوالت کا باعث ہوگا۔

حروف حجبی کے اسرار و رموز پر حجتہ من علماء اور فلاسفہ نے اپنی کتابوں میں بہت کچھ لکھا ہے۔ ان میں شیخ اکبر محمد الدین ابن عربی (۱۲۵۵ھ) کی کتاب ”فتوحات مکیہ“، علامہ عبدالرحمن ابن خلدون المغربی (۸۰۸ھ) کی کتاب ”مقدمہ ابن خلدون“ اور شیخ ابوالعباس احمد بن علی بونی کی کتاب ”شمس المعارف“ سرفہرست ہیں اور یہ کتابیں میری نظر سے گزری ہیں۔ حروف حجبی کے اسرار و رموز پر ان بزرگوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کے صرف خلاصے کے لیے بھی ایک الگ کتاب درکار ہوگی۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

تصوّر	تقرّف	تصوّر	تقرّف	تصوّر	تقرّف
ا	ب	ت	ث	ج	
کلید	کلید	کلید	کلید	کلید	کلید
تصوّر	تقرّف	تصوّر	تقرّف	تصوّر	تقرّف
ح	خ	د	ذ	ر	
کلید	کلید	کلید	کلید	کلید	کلید
تصوّر	تقرّف	تصوّر	تقرّف	تصوّر	تقرّف
ز	س	ش	ص	ض	
کلید	کلید	کلید	کلید	کلید	کلید
تصوّر	تقرّف	تصوّر	تقرّف	تصوّر	تقرّف
ط	ظ	ع	غ	ف	
کلید	کلید	کلید	کلید	کلید	کلید
تصوّر	تقرّف	تصوّر	تقرّف	تصوّر	تقرّف
ق	ك	ل	م	ن	
کلید	کلید	کلید	کلید	کلید	کلید
تصوّر	تقرّف	تصوّر	تقرّف	تصوّر	تقرّف
و	ه	لا	ع	ی	
کلید	کلید	کلید	کلید	کلید	کلید

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) سب سے پہلے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے حروفِ جمعی کو حروفِ مقطعات کی شکل میں بالکل الگ طور پر نازل فرمایا۔ حروفِ مقطعات حروفِ جمعی ہی ہیں اور یہی ان کی بہت بڑی اہمیت اور وقعت ہے۔ شیخ اکبر ابن عربی نے فتوحاتِ مکیہ میں حروفِ جمعی کے متعلق عجیب و غریب انکشافات کیے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ حروفِ مقطعات کے امام ہیں۔ اسماءُ الحسنیٰ حروفِ جمعی سے مرکب ہیں۔ حروفوں کے اپنے الگ الگ مزاج ہیں۔ بعض کا مزاج گرم خشک ہے، بعض کا مزاج گرم مرطوب اور بعض کا خشک و سرد ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان حروف کی حرکت سے افلاک حرارت، برودت، بیہوشی اور طوبت پاتے ہیں اور ان حروف کے ساتھ حرکت کرتے ہیں۔ مثلاً حائزو کے ساتھ چوتھا فلک دور کرتا ہے اور یہ دور کو بڑا سال میں مکمل ہوتا ہے اور یہی حال دوسرے تمام حروف کا ہے کہ ان کے ساتھ افلاک دور کرتے ہیں۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحہ کا) بعض حروف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، بعض فرشتوں کے لیے اور بعض جنات کے لیے ہیں، بعض حروف آتش، بعض بادی، بعض خاکی، بعض آبی ہیں۔ حروف کے اپنے مراتب ہیں۔ جو انسان، جنات، بہائم، نباتات اور جمادات کے لیے مخصوص ہیں۔ ہر حرف کا اپنا ایک علیحدہ عدد ہے جو ابجد کے حساب سے مشہور ہے۔ حروف کے بھی قطب، امام، اوتا اور ابدال ہیں۔ مثلاً الف حروف کا قطب ہے اور واؤ اور یا و امام ہیں وغیرہ۔ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ ارواح فلکیہ و طبائع کو کبھی مظاہر اسمائے الہی ہیں اور اسرار حروف اسمائے الہی میں سمائے ہوئے ہیں اور ابتدائے خلقت دنیا سے یہ عالم کون و مکان، جن رنگارنگ تہذیبوں سے گزر رہا ہے وہ سب اسرار حروف کی نیرنگیاں اور کرشمہ سازیاں ہیں جو نئے نئے رنگ و روپ میں عالم ظہور میں جلوہ گر ہیں۔ حروف کے مزاجوں کے متعلق لکھا ہے کہ آتش حروف امراض بارود کے دفعیہ کے لیے کام آتے ہیں۔ آبی حروف گرم امراض کے دفعیہ کے لیے ہیں۔ سحر اور طلسم والے بھی انہی حروف جہی کے ذریعے کام کرتے ہیں۔ احمد بن علی یونی نے اس باب میں بہت کچھ لکھا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ہر حرف کے لیے ایک الگ مؤکل ہے۔ مثلاً حرف الف کا مؤکل روفائیل ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے قلم کو حکم دیا کہ جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کا سب لوح پر لکھے تو قلم نے لکھنے سے قبل لوح پر سر رکھ دیا جس سے ایک نورانی نقطہ ظاہر ہوا پھر وہ نقطہ دراز ہو کر الف بن گیا۔ یہی بھید اس کے ناری ہونے کا سبب ہے۔ اسم اللہ کی ابتدا بھی اسی حرف الف سے ہے۔ علی یونی نے تمام حروف جہی کے بہت سے خواص لکھے ہیں اور مختلف امراض اور حاجات میں ان کو مفید اور کارگر بتایا ہے اور لکھا ہے کہ ستاروں سے ان حروف کو نسبت ہے۔ یونی لکھتا ہے کہ اگر حرف ث کسی شخص کے نام کے ساتھ ملا کر یکے بعد دیگرے لکھا جائے یعنی ایک حرف اسم مطلوب کا اور ایک حرف اسم طالب کا لکھا جائے اسی طرح دونوں کے نام لکھے جائیں اور حرف ث بھی لکھا جائے اور اسے شمالی ہوا کی طرف لٹکایا جائے اور سات بار حرف ث پڑھ کر کہے اسے خدام حرف ث اعلان شخص کو اس جگہ پہنچا دو۔ یہ کام پیر کے دن زیادتی قمر میں کرنا چاہیے تو مطلب حاصل ہو جاتا ہے۔

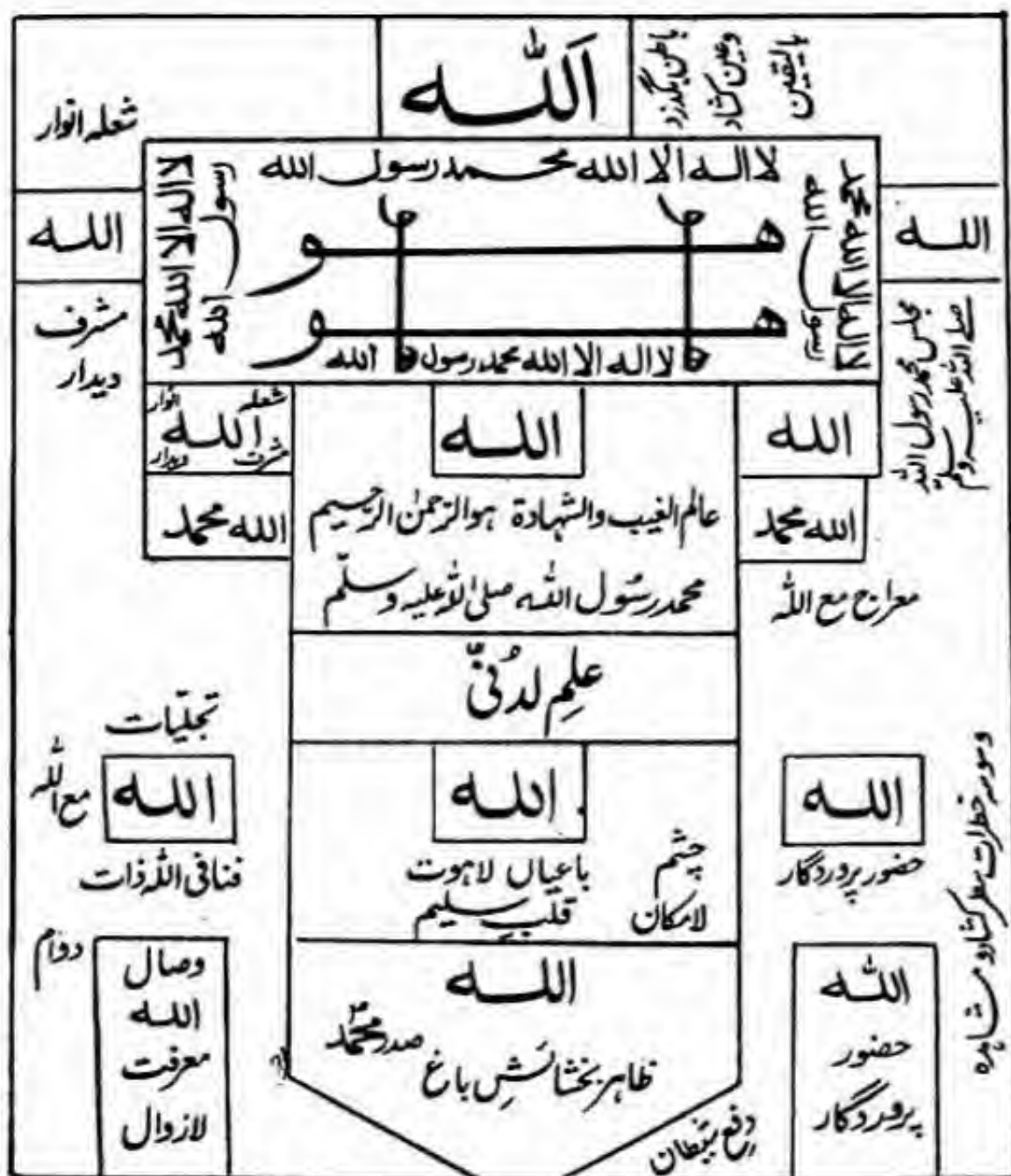
حکیم بقراط نے بھی لکھا ہے کہ ہمارے حروف سات سات چار حصے کے ہیں: گرم خشک، سرد خشک، گرم تر اور سرد تر۔ بقراط کے زمانے میں بھی ابجد کی ترتیب موجود تھی۔ امام غزالی نے کتاب المنقذ من الضلال میں حروف کی ایک شکل یا تعویذ لکھا ہے جسے انہوں نے مشکل وضع حمل کے لیے مجرب بتایا ہے اور لکھا ہے کہ اس نقش کو کپڑے کے دو ایسے ٹکڑوں پر لکھا جائے جن کو پانی نہ لگا ہو اور حاملہ ان کی

۲	۹	۲	ب	ط	د
۳	۵	۷	ز	ھ	ج
۸	۱	۶	و	ل	ح

طرف دیکھتی رہے اور ان کو اپنے قدموں کے نیچے رکھے تو بچہ بہت جلد باہر آ جائے گا۔ یہ ایک ایسی شکل ہے جس کے نو خانے ہیں۔ ہر خانے میں مخصوص رقم لکھی جاتی ہے۔ ایک لائن کے اعداد کا حاصل جمع پندرہ آتا ہے خواہ اسے طولا جمع کیا جائے یا عرضا یا اوپر اور نیچے کی مخالف سمتوں کو جمع کیا جائے۔ لیکن سلطان باہو نے حروف جہی کو تصور میں تحریر اور مرقوم کرنے کا فلسفہ اور راز بتایا ہے۔

ان حروف جہی کے تصور سے وہ تمام فوائد اور مقاصد حاصل ہو جاتے ہیں جو ان سے متعلق اور وابستہ ہیں۔ ہر حرف کے چاروں طرف تصور، تصرف، کلید اور حضرات کا لفظ لکھا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب ان حروف کا تصور کیا جاتا ہے تو ان کے ایک طرف تصور کی راہ کھلتی ہے، دوسری طرف اس کا تصرف حاصل ہوتا ہے، ایک طرف اس کی کلید عطا ہوتی ہے اور دوسری طرف اس کی حضرات ہوتی ہے۔ تمام زبانیں، تمام آسانی کتابیں، تمام اصوات اور آوازیں انہی حروف پر مشتمل ہیں۔ ان سے باہر کوئی شے نہیں۔

نقش وجودیہ! جو یقینی طور پر معرفت اور توحید کا عقدہ کھولنے والا ہے۔



۱۔ یہ پورے جسم انسانی یا وجود کا نقش ہے اور یہی نقش وجود یہ ہے۔ اسی کے تصور کی مشق کی جاتی ہے۔ جہاں جہاں جو اسماء تحریر ہیں وہاں وہاں باری باری یہی اسماء تصور کے ذریعے نقش اور تحریر کیے جاتے ہیں۔ صرف اسماء یعنی اللہ، للہ، ھو اور اسم محمد ہی نقش اور تحریر کیے جاتے ہیں دوسرے الفاظ اور جملے تحریر کرنے کی ضرورت نہیں اور اگر کوئی نقش نہ کر سکے تو اسے صرف دیکھنا چاہیے۔ اگر ہو سکے تو کلمہ طیبہ بھی تحریر کرنا چاہیے۔



محبت عین نما ہے اور مومن حق برادر ہے۔ مشق وجود یہ ہے طالب کا وجود پارے کی طرح ہو جاتا ہے جو حرکت کرتا ہے تو اس کے بے شمار حصے اور ٹکڑے بن جاتے ہیں اور پھر تمام حصے اور ٹکڑے ایک ٹکڑے میں آ جاتے ہیں اور کبھی بند بند جدا ہو جاتے ہیں اور پھر یہ اعضاء مل کر ایک ہو جاتے ہیں اور پھر ان میں سے خود بخود اعضاء برآمد ہوتے ہیں۔ جیسے عورت بچے پیدا کرتی ہے۔ نقش وجود یہ نفس، دنیا، شیطان اور شہوت کے خلاف ہے۔

### نقش اسماء الحسنیٰ مبارکہ

یا اللہ	یا رحمن	یا رحیم	یا مالک	یا قدوس	یا بدیع	یا سلام	یا مومن	یا مہین	یا عزیز
یا جبار	یا قہار	یا خالق	یا یاری	یا غفور	یا غفار	یا شکور	یا وہاب	یا رزاق	یا متکبر
یا علی	یا کبیر	یا حافظ	یا مقیط	یا حبیب	یا جلیل	یا کریم	یا رقیب	یا مجیب	یا واصل
یا ودود	یا مجید	یا باعث	یا شہید	یا حق	یا وکیل	یا قوی	یا فتاح	یا نصیر	یا عالم
یا باسط	یا حفیظ	یا رب	یا رافع	یا معز	یا مذل	یا سمیع	یا بصیر	یا علیم	یا عادل
یا خیر	یا حلیم	یا عظیم	یا عفو	یا مبین	یا ولی	یا حمید	یا خفی	یا بدیع	یا محی
یا محیت	یا مقسط	یا محی	یا قیوم	یا قابض	یا احد	یا حمد	یا قادر	یا مقدر	یا مقدم
یا آخر	یا اول	یا ظاہر	یا باطن	یا ولی	یا متعال	یا بر	یا تواب	یا منعم	یا منتقم
یا رؤف	یا ذوالجلال	یا جامع	یا غنی	یا مغنی	یا معطی	یا نافع	یا صانع	یا نور	یا ہادی
یا بدیع	یا باقی	یا رشید	یا صبور	یا صادق	یا مستار	یا سر	یا مثله	یا شئی	یا هو
یا سميع	یا علیم	یا علام	یا الحق	یا انک	یا تخلف	یا معیاد	یا محمد	یا محمود	یا فقر
یا احمد	یا فیض	یا فضل	یا جمیع	یا تمام	یا کل	یا اللہ	یا محمد	یا اللہ	یا محمد

۱۔ اسماء الحسنیٰ اللہ کے ننانوے (۹۹) نام ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ایک کم سو یعنی ننانوے نام ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ان کو یاد کر لیا وہ جنت میں جائے گا۔ ان اسماء کے اسرار و رموز کے متعلق علماء اور بزرگوں نے بہت کچھ تحریر کیا ہے۔ یہاں ان کا احاطہ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

یہ (فقر کا) راستہ دل کے پاؤں سے طے ہوتا ہے۔ جس پر جان تصدق اور دونوں جہان فدا ہوں۔ اسماء الحسنیٰ سے نور حاصل ہوتا ہے اور شیطان پر غلبہ ملتا ہے اور نفس تابع ہوتا ہے۔ جس شخص کے وجود میں اسم اللہ ذات، اللہ کے ننانوے اسماء، کلمہ طیب لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ، اسم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اسم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اسم حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اسم حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، یا حروف بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ نفع اور تاثیر بخشتے ہیں اور جمعیت عطا کرتے ہیں تو اسے لایحتاج بنا دیتے ہیں اور حضوری سے مشرف کرتے ہیں۔ ایسا عامل صاحب مشق و جود یہ عارف اور مقرب حق ہوتا ہے۔ اس کی نظر، اس کے ہفت اندام اور قلب نور ہو جاتے ہیں۔ نیز اس کا کھانا، اس کی نیند و بیداری نور ہو جاتے ہیں۔ ایسا صاحب نور روشن ضمیر اور صاحب حضور اگر آتش دوزخ میں بھی چلا جائے تو اس کے غلبات نور سے دوزخ کی آگ نابود اور خاکستر ہو جائے۔ ایسے اہل دیدار اگر بہشت میں جائیں گے تو ان کی نظر میں بہشت اور حور و قصور ہیج اور بے وقعت ہوں گے۔ یہ مراتب ان عاشقوں کے ہیں جو

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحہ کا) ممکن نہیں۔ ان تمام ناموں میں سے صرف ایک خدا کا ذاتی نام ہے اور وہ ہے اسم اللہ۔ باقی تمام نام صفاتی ہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اللہ کے تین ہزار نام ہیں۔ مگر قرآن اور احادیث میں ننانوے ناموں پر اکتفا کیا گیا ہے۔ شیخ اکبر محمد الدین ابن عربی نے تفصیل احکام میں لکھا ہے کہ عالم کے مظاہر اسماء البیہ کے مظاہر اور ان کی صورتیں ہیں۔ ان میں سے ہر صورت کسی نہ کسی اسم الہی کی مظہر ہے اور صفات البیہ اور اسماء البیہ جدا ہر سے باب ہیں اور نیز لکھا ہے کہ حامد، محمود اور محمد بھی اسماء الہی ہی ہیں کیونکہ اللہ نے الحمد لله خود قرآن میں کہا ہے یعنی تمام حمد اللہ ہی کے لیے ہے۔ اس میں خدائے پاک نے اپنی حمد خود ہی بیان کی ہے۔ اس لیے حامد، محمود اور محمد وہی ہے اور لکھا ہے کہ اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہر اسم رب ہے اور تمام اسمائے البیہ ارباب ہیں۔ اور ہر اسم کی خاصیت اور حقیقت دوسرے اسم کی خاصیت اور حقیقت سے جدا ہے اور عارف جانتا ہے کہ کون سے اسم رب سے کس دعا میں رجوع کیا جائے۔ دعاؤں میں رب کے اسم خاص سے دعا کی جاتی ہے تو وہ قبول ہوتی ہے۔ مثلاً طلب رحمت کے لیے الرحمن الرحیم سے، طلب مغفرت کے لیے الغفار، الغنی سے اور طلب عطایا کے لیے المعطی سے سوال کیا جائے۔ اسم القہار سے رحمت کی اور المعیت سے زندگی اور صحت کی دعا نہیں مانگی جاسکتی۔ اور اور و طائف میں ان اسماء الہی کو بنیادی اور اساسی حیثیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے صفاتی اسماء کے ورد اور ذکر سے ذکر کے اندر ان اسماء الہی کی صفات کا انعکاس اور اقتباس ہوتا ہے اور ذکر ان صفات کا بقدر ظرف اور استعداد حاصل ہو جاتا ہے اور ذکر سے ان صفات کا صدور اور اجراء ہوتا ہے۔ اسماء الہی میں سے بعض جلالی ہیں اور بعض جمالی ہیں۔ جلالی اسماء کی تاثیر الگ ہے اور جمالی اسماء کی الگ۔ ہر اسم کا ایک الگ مؤکل ہوتا ہے۔

اللہ معبود کے وجود کے ساتھ دائمی طور پر ایک ہو جائیں گے۔  
 معشوق عشق ہر سہ یکے است ایس جا چوں وصل در گنجہ ہجران چہ کار آمد  
 ترجمہ: معشوق، عشق اور عاشق تینوں یہاں ایک ہیں۔ جب وصل کی گنجائش نہ ہو تو پھر ہجر کس کام کا۔  
 نقشِ ولایت ہادی ہدایت لانہایت یہ ہے:

اللہ جلّ شانہ	محّمل صلی اللہ علیہ وسلم
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ
عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ	علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ

اگر طالب چاہے تو روزِ اول مرشد سے معرفت، قربِ حضور، فنا فی اللہ حضور، غرقِ نور اور جامعِ جمعیت کل و جز ابتدا سے انتہا تک یک بارگی طلب کرے اور مرشد کامل کو چاہیے کہ اسم اللہ ذات یا اس طرح کے دائروں اور نقوش سے طالب کے تمام مطالب واضح طور پر پورے کر دے اور اسے مشاہدہ کرا دے اور علم حضور سے حضوری بخشے اور طالب کو جملہ تاریکیوں سے نکال لے۔

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا لَا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۝ (البقرہ)  
 اللہ ایمان والوں کا دوست ہے وہ ان کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے۔

۱: اس نقش کو سلطان باہو نے نقشِ ولایت اس لیے کہا ہے کہ اس میں اسم اللہ ذات اور اسم محمد کے علاوہ چہار یار کے نام بھی تحریر کیے ہیں۔ اس نقش کو دیکھنے سے طالب کے دل میں چہار یار کی محبت پیدا ہوتی ہے اور چونکہ یہ چاروں اللہ کے بہت بڑے ولی بھی ہیں اس لیے ان کی ولایت کے فیوض اور برکات بھی طالب کو حاصل ہوتے ہیں۔ اللہ خود بھی ولی ہے کیونکہ اللہ کا ایک نام ولی بھی ہے اور نبی ولی بھی ہوتا ہے اور حضور ﷺ رسول ہونے کے ساتھ ساتھ ولی بھی ہیں اس لیے یہ نقش ولایت ہے۔

عارف فنا فی اللہ نورانی اور عالم باللہ سیلانی جب علم سر پڑھتا ہے تو تمام حجاب دور ہو جاتے ہیں اور سر سے قدم تک اس کے تمام جتنے نور بن جاتے ہیں۔ یہ ہمہ ازوست لے کے مراتب ہیں۔ جسے مغزو پوست بھی کہتے ہیں جو دوست کے ساتھ پیوست کرتا ہے۔ اگر تو آنکھ رکھتا ہے تو دیدار کر۔ اگر آنکھ نہیں رکھتا تو آنکھ طلب کر۔ دنیا مردار اور بے دین جیفہ ہے اور بندے اور اللہ کے درمیان پردہ اور حجاب یہی دنیا ہے۔ اگر جملہ آفات اور مصائب کو ایک مقام پر جمع کر دیا جائے تو اس کی چابی اور بنیاد یہی دنیا ہے۔ دنیا کمینی اور ہر دو جہان میں فریب دینے والی ہے۔ عاقل کے لیے یہی ایک بات کافی ہے۔ بے شمار غیبی خزانے مشرق سے مغرب تک اولیاء اللہ کے تصرف اور قبضے میں ہوتے ہیں۔ ولی اللہ بادشاہ اور ظل اللہ ہوتا ہے۔ فقیر قادری عارف کے لیے ان مراتب تک پہنچنا آسان ہے۔ وہ بے جمعیت نہیں ہوتا اور بادشاہی کو اختیار نہیں کرتا۔ ہزار بادشاہتوں سے ایک دم قرب حضور الہی میں رہنا بہتر ہے۔

۱۔ ہمہ ازوست یا وحدت الشہود یا تزیید انبیاء کا مسلک ہے اور سلطان باہو نے یہاں تیسری مرتبہ اس کے بلند مراتب کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اس کے مقابلے میں ہمہ اوست وحدت الوجود یا تشبیہ کا مسلک ہے۔ عالم اسلام میں محی الدین ابن عربی اس کے بڑے داعی تھے مگر شیخ احمد سرہندی "مجدد الف ثانی"، علامہ ذہبی اور علامہ اقبال اس مسلک کے سخت خلاف تھے۔ علامہ اقبال نے لکھا ہے کہ تصوف وجودیہ اسلام سے نہیں، مذہب ہنود سے تعلق رکھتا ہے۔ اگرچہ یہ ان کے لیے بھی مضرت ثابت ہوا۔ علمائے اسلام آج تک تصوف وجودیہ کے مخالف رہے ہیں اور انہوں نے کوئی نئی چیز پیش نہیں کی۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی کتاب "تصورات قرآن" میں لکھا ہے کہ اس بارے میں صاف بات جو معلوم ہوتی ہے وہ یہی ہے کہ ان تمام تصریحات کو ان کے قریبی محامل سے دور نہیں لے جانا چاہیے اور ان معانی سے آگے نہیں بڑھنا چاہیے جو صدر ازل کے مسلمانوں نے سمجھے تھے۔ ابن عربی کی وحدت الوجود سے متعلق اکثر الفاظ سے گراہی پیدا ہوتی ہے مثلاً یہ کہ ہر صورت صورت حق ہے۔ صورت آدم بھی حق ہے اور صورت ابلیس بھی حق ہے مگر آدم کی صورت اسم ہادی کی صورت ہے اور ابلیس کی صورت اسم مضل کی صورت ہے۔



بادشاہاں از غلاماں شد غلام زانکہ من دارم حضوری حق دوام

ترجمہ: بادشاہ میرے غلاموں کے غلام ہیں۔ کیونکہ مجھے دائمی طور پر حق کی حضوری حاصل ہے۔

بادشاہ کا مرتبہ ذلت کا مرتبہ ہے و تَعَزُّ مِّنْ تَشَاءُ وَ تَزُلُّ مِّنْ تَشَاءُ (وہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے) (ال عمران) اور فقیر کا مرتبہ عزت والا ہے۔ اور فقیر عارف تنہا صحرا میں یا سمندر کے کنارے یا اولیاء اللہ کی قبر پر غالب الاولیاء کی طرح اس طرح دعوت پڑھتا ہے کہ دونوں جہانوں کو ہلا دیتا ہے جس سے جملہ ارواح انبیاء و اولیاء کو حیرت ہوتی ہے اور تمام مؤکلات اور فرشتوں کو عبرت ہوتی ہے اور اٹھارہ ہزار عالم اس کی قید میں آ جاتے ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اصحاب کبار، حضرت امام حسن و حضرت امام حسینؑ اور حضرت شاہ محی الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے ساتھ جمع ہو کر ایسی دعوت پڑھنے والے کا ہاتھ ظاہری طور پر پکڑتے ہیں اور تمام مشکلات اور مہمات حل کر دیتے ہیں اور ہر مقصد پورا کر دیتے ہیں۔ بعد میں مؤکل اور فرشتے جب تک اس کا کام اس کے سامنے پیش نہ کریں تب تک دعوت پڑھنے کا علم مکمل نہیں ہوتا۔

باہؤ مرد را منصب بود اہل از مقام دعوت از دم سے برآید شد تمام

۱۔ مولانا جلال الدین رومی نے اپنی ایک کتاب ”فیہ مافیہ“ میں لکھا ہے کہ ہر پھانسی لکڑی اور لوہے کی نہیں ہوتی۔ منصب، بلندی اور دنیا کی دولت بھی بہت بڑی اور اونچی پھانسیاں ہیں۔ خداوند تعالیٰ جب چاہتا ہے کہ کسی کو پکڑے تو اسے بہت بڑا منصب اور بڑی بادشاہی دے دیتا ہے جیسا کہ اکثر بادشاہوں کے ساتھ کیا۔ ان کے لیے دوسرا ایک پھانسی ہیں۔ خداوند تعالیٰ ان کو بڑے منصب اور بڑی بادشاہی کی پھانسی پر چڑھا دیتا ہے۔ تاکہ تمام خلقت اس سے مطلع ہو۔ تاریخ گواہ ہے کہ اکثر بادشاہ، حکمران اور سربراہان مملکت چند روزہ اقتدار اور حکومت کے بعد ذلت کی موت ہلاک کیے گئے اور ان کی زندگی ہر وقت خوف و خطرات میں بسر ہوئی۔ لہذا سلطان باہؤ نے بجا طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ بادشاہ کا مرتبہ ذلت کا مرتبہ ہے اور فقیر کا مرتبہ عزت والا ہے۔ اللہ کے ولی کی زندگی میں بھی عزت ہوتی ہے اور موت کے بعد بھی ان کی عزت ہوتی ہے اور لوگ ان کے آستانوں کی خاک بوسی کو باعث ثواب سمجھتے ہیں اور بادشاہوں کی عارضی عزت صرف ان کے ایام اقتدار تک محدود ہوتی ہے اور وہ بھی ان کے درباری اور خوشامدی ان کے ذرا اور لالچ کی وجہ سے کرتے ہیں۔ دل سے کوئی بھی ان کی عزت نہیں کرتا۔ مگر فقیر اور ولی کی عزت لوگ دل اور روح کی گہرائیوں سے کرتے ہیں۔

ترجمہ: باہو مرد کو منصب اور مقام حاصل ہوتا ہے۔ دعوت پڑھنے سے تمام مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔  
کامل عامل اہل دعوت دشمن کو اس طرح پکڑتا ہے کہ دشمن فوراً ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس طریقے سے اہل دعوت صاحب توفیق کا دم سانپ کے دم کی طرح ہے۔ جسے وہ دم کے ساتھ گرفت میں لیتا ہے تو اسے ہلاک کر دیتا ہے اور کامل قادری دوا می دم سے واقف ہے کہ ایک دم میں تمام عالم کو طے کر لیتا ہے۔ اس کا دم ایسا ہے جیسے حاکم کا تحریری حکم اور اعلان ہوتا ہے۔ کامل قادری کی نظر غیبی لا رہی خزانوں پر ہوتی ہے اسے کسی اور رنگ زیب سے روزی اور معاش کی ضرورت نہیں رہتی۔ فقیر پہلے تصرف روزگار میں اور پھر تصرف جہان میں امتحان لیتا ہے۔

قال النبی علیہ السلام:

إِنَّ اللَّهَ يَجْرِبُ الْمُؤْمِنِينَ بِالْبَلَاءِ  
كَمَا يَجْرِبُ الذَّهَبَ فِي النَّارِ  
بے شک اللہ تعالیٰ مومنین کی آزمائش مصائب میں اس طرح کرتا ہے جس طرح سونے کی آزمائش آگ سے ہوتی ہے۔

پیر و مرشد اور استاد عارف ولی اللہ اور عالم باللہ ہونا چاہیے اور طالب مرید اور شاگرد اہل ولایت ہونا چاہیے اور غوث، قطب، ابدال اور اتاد کے منصب پر فائز ہونا چاہیے تو اس کو اللہ کا وصال حاصل ہوتا ہے۔ پہلے وہ ظاہری اور باطنی تصرف حاصل کرتا ہے۔ اس کو مکمل جمعیت دارین کل کہتے ہیں۔ ظاہر تصرف یہ ہے کہ سیم وزر اور نقد و جنس کے خزانے نظر کی تاثیر سے میسر ہوں اور اکسیر کیمیا اور علم تکسیر کا حال معلوم ہو کہ جس سے فقیر ظاہری طور پر بالکل لایحتاج ہو جاتا ہے اور تصرف باطن یہ ہے کہ مقام ابد اور مقام حشر یوم الحساب کا تماشا شب و روز کرتا ہے اور ان کو دیکھ کر درد سے آہیں بھرتا ہے۔ اس کی جان کباب ہو جاتی ہے اور آنکھوں سے خون کے آنسو بہتے ہیں اور مقام دنیا کا تمام تصرف اسے حاصل ہوتا ہے اور ملک سلیمانی اس کے قبضے میں ہوتا ہے اور وہ دنیا کے تماشے پر افسوس کرتا ہے اور اسے عقبی کا تصرف بھی حاصل ہوتا ہے اور بہشت، حور و قصور، نعمتیں اور میوے اس کو میسر

ہوتے ہیں۔ مرشد طالب صادق کو حسب ذیل چار مقام اور چار تصرفات بخشتا ہے اور ہر تصرف میں نفس کی روزی کی جمعیت اور ہر زمانے کا تصرف شامل ہے۔ یہ چار تصرفات چار لذتوں پر مشتمل ہیں:

اول انواع و اقسام کے کھانوں کی لذت ہے، دوم لذت شہوت و مجامعت ہے، سوم حکومت اور اقتدار کی لذت ہے اور چہارم بے معرفت مطالعے اور ظاہری علم کی لذت ہے۔ اور یہ چار لذات کم بخت اور بد قسمت کو نصیب ہوتی ہیں۔ اس قسم کا تصرف ناقص ہے۔ یہ چاروں تصرفات محض نفس کی خوش وقتی کے لیے ہیں اور اللہ کے طالب پر حرام ہیں۔ لیکن پانچویں تصرف میں اللہ کی معرفت ہے اور پانچویں لذت اللہ کا دیدار ہے جو دنیا و بہشت دونوں سے بہتر ہے۔ کامل کو باطنی تصرف سے ہدایت، آزمائش اور بہت تجربہ حاصل ہوتا ہے جو مرتبہ موت ہے اور اس سے اس کو موت کا تصرف، لذت اور تلخی موت کا تصرف اور موت کے حساب کتاب اور قبر کا تصرف اور موت کے بعد پل صراط سے گزرنے کا تصرف اور موت کے بعد بہشت میں داخل ہونے اور شرباً طہوراً کا ساغر محمد مصطفیٰ ﷺ کے دست مبارک سے نوش کرنے کا تصرف اور قبر میں اٹھنے اور باہر آنے کا تصرف اور صورِ اسرافیل سننے کا تصرف اور بعد از موت وزن اور ترازو کا تصرف حاصل ہوتا ہے اور یہ تمام حالات ہر دم اور ہمیشہ عیاں طور پر دیکھتا ہے اور ہمیشہ مجلس اور صحبتِ انبیاء و اولیاء میں حاضر رہتا ہے۔ اس کو جمعیت باطنی کہتے ہیں۔ جس کو ان تمام نظاروں کا تصرف اور اختیار، توفیق تحقیق اور طریق کے ساتھ حاصل نہیں وہ ہرگز فقیر نہیں بن سکتا۔

خلق را وہم است جشہ در قبر	جشہ را باخود برد صاحب نظر
گاہ در توحید گاہ با مصطفیٰ	عارفاں را جشہ از قدرت الہ
گاہ بالا عرش گاہ در قبر	جشہ سر است نوری سر بسر
جشہ نوری نباشد زیر خاک	معرفت توحید اللہ راز پاک
اولیاء را قبر جنت خانہ	ہر کہ محرم نیست زان بیگانہ
از قبر بیرون برآید اولیاء	ہم سخن باتو شود بہر از خدا
میدہد آگاہ الہام از دلیل	روح را پیغام و زروحش خلیل
ہر کراچشم است مے بیند حضور	کے بہ بیند کور چشمے بے شعور



ہر کہ مرشد را نیا بد در جهان  
از قبر عارف شود صاحب عیان  
اولیاء حاضر شود در ہر مقام  
مے بود حاضر بگفتن اسم نام  
باہو روحانی مکانی لامکان!  
نور حاضر نور شد بے جسم جان

- ترجمہ: ۱۔ لوگوں کا یہ گمان ہے کہ دلی کا جشہ قبر میں پڑا ہے۔ مگر صاحب نظر ولی اپنا جشہ بھی ساتھ لے جاتا ہے۔  
۲۔ دلی کبھی اللہ کے ساتھ ہے اور کبھی مصطفیٰ کے ساتھ ہے اور عارفوں کو اللہ کی قدرت سے الگ جشہ عطا ہوتا ہے۔  
۳۔ دلی کبھی عرش پر ہوتا ہے اور کبھی قبر میں ہوتا ہے اور اس کا جشہ سراسر نور کا راز ہوتا ہے۔  
۴۔ دلی کا نوری جشہ مٹی کے نیچے نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اللہ کی معرفت اور توحید کا ایک بھید ہے۔  
۵۔ اولیاء اللہ کے لیے ان کی قبر جنت کا نمونہ ہوتی ہے۔ نامحرم لوگ اس بات سے واقف نہیں۔  
۶۔ اولیاء اپنی قبر سے باہر بھی آسکتے ہیں اور تمہارے ساتھ اللہ کی خاطر ہر بات کر سکتے ہیں۔  
۷۔ اولیاء الہام اور دلیل کے ذریعے آگاہی بخشتے ہیں۔ ان کی روح غلیل اللہ کی طرح لوگوں کی روح کو پیغام دیتی ہے۔  
۸۔ جو باطنی آنکھ رکھتا ہے وہ حضوری کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اندھا بے شعور کچھ نہیں دیکھ سکتا۔  
۹۔ جسے دنیا میں کوئی مرشد نہ ملے وہ کسی دلی کی قبر پر حاضری دے تو اس پر سب کچھ ظاہر ہو جائے گا۔  
۱۰۔ دلی ہر مقام پر حاضر ہو سکتا ہے۔ دلی کا نام پکارا جائے تو وہ حاضر ہو جاتا ہے۔

۱۱۔ باہو روحانی طور پر لامکان میں رہتا ہے۔ وہ بے جسم و جان ہو کر اور نور بن کر نور الہی میں شامل ہو گیا ہے۔  
جس کو یہ مراتب حاصل ہو جائیں اس کے لیے موت اور زندگی برابر ہے اس کا نوری جشہ لامکان میں اللہ کی حضوری اور دیدار سے مشرف ہوتا ہے اور ان کو موت و حیات کا مرتبہ یاد نہیں رہتا۔ یہ مرتبہ ہمہ از دست در مغز پوست کا ہے۔ اللہ بس ماسوئی اللہ ہوس۔  
جاننا چاہیے کہ کسی دلی کی قبر پر دعوت تیغ برہنہ صرف وہی شخص پڑھ سکتا ہے جو حضوری ہو اور صاحب توفیق ہو۔ یا وہ پڑھتا ہے جو احمق اور بے شعور ہو۔ صاحب حضور اولیاء اللہ کی قبر سے خزانہ حاصل کر لیتا ہے اور بے شعور رجعت کھا کر مر جاتا ہے۔

باہو دعوتی بر قبر خواند شہسوار  
دست دارد تیغ مثل ذوالفقار  
عالم و کامل شود صاحب نظر  
اہل روحانی بود آل را خبر

ترجمہ: قبر پر کوئی شہسوار ہی دعوت پڑھ سکتا ہے جو اپنے ہاتھ میں ذوالفقار صفت تلوار رکھتا ہو۔  
اس سے وہ عالم و کامل اور صاحب نظر ہو جاتا ہے اور اس کو اہل روحانیت کی خبر ہوتی ہے۔  
قبر سے رجعت ہو جائے تو اس کا کوئی اعلان نہیں مگر صاحب قرب کامل عالم کی توجہ سے اس کا اعلان ہو جاتا ہے۔



## شرح علم دعوت

درد مند دل والا فقیر ہی راہ خدا کا مرد ہوتا ہے اور اس کی توجہ کامل ہوتی ہے۔ دراصل دل کا حقیقی ٹکڑا وہی ہے جو مردان خدا کی توجہ کی گرمی سے پانی بن جائے۔ ورنہ عام دل آب و گل کا ایک لوتھڑا ہی ہے۔

غلغل تسبیح<sup>۱</sup> زاہد گرچہ مقبول است لیک  
آہ درد آلود رندان راصفائے دیگر است

ترجمہ: زاہد کی تسبیح کا شور اگرچہ مقبول ہے۔ مگر رندوں کی درد آلود آہ کی صفائی بالکل علیحدہ شے ہے۔ عالم عامل صاحب دعوت کے دو احوال ہیں: ظاہر زبان پر درد و طائف اور قیل و قال ہوتی ہے اور باطن میں ان کو معرفت، حضوری اور وصال حاصل ہوتا ہے۔ جو صاحب دعوت اس صفت سے موصوف نہیں تو اس کی رجعت کا وبال اور زوال اس کی اپنی گردن پر ہے۔ عامل صاحب دعوت کے دو منصب و مراتب ہیں: ایک قبور پر تصرف کے ساتھ علم دعوت پڑھنا، دوم تصور اسم اللہ کو سمجھنا اور جاننا جس سے اس کے ہفت اندام اللہ کی معرفت کے ذریعے پر نور ہو جاتے ہیں۔ ایسا عامل کامل صاحب دعوت زبان سے سورۃ منزل پڑھتا ہے اور باطن میں اپنے آپ کو مجلس محمد رسول اللہ ﷺ میں پہنچا دیتا ہے۔ علم دعوت دو حکمتوں سے خالی نہیں جو ایک ہفتہ کے اندر مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک ہر جگہ کی بادشاہی کو تصرف میں لے آئے اور تمام عالم پر قابض ہو جائے وہ عامل کامل ہے اور جو ناقص اور خام ہوتا ہے وہ علم دعوت پڑھنے سے پاگل اور دیوانہ ہو کر مر جاتا ہے۔ عامل کامل صاحب دعوت کے لیے دو گواہ ہیں اور عظیم مشکلات کے لیے دو علوم کا راستہ ہے: ایک یہ کہ مردنر شیر شہسوار کی طرح ہاتھ میں برہنہ

لکوار ذوالفقار رکھے، دوم یہ کہ وہ عارف اور صاحب نظر ہو۔ جو ان صفات کے ساتھ دعوت پڑھتا ہے تو وظائف شروع کرتے وقت پہلے فرشتے اور موکل بارش کے قطرات کی طرح طلائی اشرفیاں اس کے سامنے پھینکتے ہیں اور دعوت پڑھنے والا یہ خزانہ پا کر تمام عمر کے لیے لایحتاج ہو جاتا ہے۔ اس طرح کے علم دعوت کو تصرف عوام کہتے ہیں۔ عالم علم دعوت جس قدر دعوت پڑھتا ہے اسی قدر زیادہ تصرف حاصل کرتا ہے۔ یہ ابتدائی مرتبہ ہے کہ فقیر لایحتاج ہو جاتا ہے اور اسے کسی کے در پر سوال کی ضرورت نہیں رہتی۔ فقیر جمعیت بخش ہوتا ہے، اس کا دل غنی اور قوی ہوتا ہے اور وہ حضوری نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں صاحب نظر اور تصرف میں ہوشیار ہوتا ہے اور اس قسم کے بے شمار خزانوں کا تصرف رکھنے کے باوجود اپنے نفس پر ایک درہم بھی خرچ کرنا روا نہیں رکھتا۔ نیز عامل صاحب دعوت کے لیے دو عمل ہیں: تصرف کی توفیق کا عمل اور تصور کی تحقیق کا عمل۔ علم دعوت میں جو شخص عامل، کامل، مکمل اور جامع ہوتا ہے اس کے واسطے بھی دو عمل ہیں: ایک نیت، دوم نماز۔

دعوت کا عامل صرف وہ ہے کہ جب دعوت اور ورد وظائف شروع کرتا ہے تو روئے زمین پر مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک اور شش جہات میں جس قدر بھی صاحب ولایت ولی اللہ ہیں وہ تمام اسے کلید ولایت لا کر دیتے ہیں۔ پس اس قسم کا صاحب دعوت اگر تمام عالم کے ہفت اقلیم اور ہر ملک کا تصرف ایک ہفتے میں حاصل کر لے تو کوئی حیرانی کی بات نہیں۔ اس کا یقین اور اعتبار کرنا چاہیے اور وہ کونسا علم اور عمل ہے جس کے ذریعے پہلے ہی روز ہر شے پر غلبہ حاصل ہوتا ہے اور تصور حضور توفیق سے تصرف قبور تحقیق سے اور توجہ سے جملہ مطالب پورے ہوتے ہیں۔ پس معلوم رہے کہ تمام عمر علم کتاب، تفسیر، فقہ، حدیث کے مطالعہ سے نفس خبیث کی اصلاح نہیں ہوتی۔ چاہے شب و روز علم حاصل کرے یا ہزاروں دعوت اور ورد وظائف پڑھے اور بے شمار ذکر فکر اور مراقبہ کرے اور حد سے زیادہ شکر اور خزانے جمع کر لے۔ ان تمام

سے فقیر کامل کی ایک بار کی توجہ بہتر ہے جو شخص قرب حضوری سے ایسی توجہ جانتا ہو تو اس کی باطنی ترقی توجہ کی توفیق اور تحقیق کے ذریعے قیامت تک جاری رہتی ہے۔ اور کامل کی توجہ کیا چیز ہے اور عالم باعمل صاحب توجہ کون ہوتا ہے۔ عامل ایسا ہونا چاہیے جو صرف کتابیں اٹھانے والا نہ ہو۔ قال علیہ السلام:

اَلْعِلْمُ لِلْعَمَلِ وَلَا لِلْبَحْثِ وَلَا لِلتَّفَخْرِ۔ علم عمل کے لیے ہے نہ کہ بحث اور فخر کے لیے۔

جاننا چاہیے کہ علم دعوت میں دم اور دل ہمیشہ پروردگار کی طرف متوجہ ہوں۔ مخلوق کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اولیاء اللہ جاں بلب اور مردوں کی طرح ہیں۔ وہ اہل دنیا کے دروازے پر کبھی نہیں جاتے اور اگر کبھی جاتے ہیں تو یہ بات حکمت سے خالی نہیں ہوتی۔ جو شخص اللہ کی معرفت سے بے خبر ہے وہ چاہے عالم ہی کیوں نہ ہو دراصل جاہل ہی ہے۔ فقر کا راستہ قال سے طے نہیں ہوتا بلکہ حضوری اور مشاہدہ کے احوال پر اس کا دارومدار ہے۔ غنی اگر سوال کرے تو اس کے لیے حلال اور روا ہے کہ اسے عنایت کی وجہ سے خدا جمعیت عطا کرتا ہے اور اگر مفلس سوال کرے تو اس کے لیے حرام ہے بلکہ وہ کافر ہو جاتا ہے اور وہ کاذب اور مشرک ہے۔

قال نبی علیہ السلام:

السَّوَالُ ذَلٌّ وَلَوْ كَانَ مِنْ اَبَوَيْهِ۔ سوال ذلت کا باعث ہے چاہے والدین ہی سے کیوں نہ کیا جائے۔

خدا سے دہاند خدا سے دہد ہر نصیب مانع سائل بود اہل از رقیب

ترجمہ: ہر نصیب خدا دیتا اور دلاتا ہے۔ سوالی کو روکنے والا دشمن دین ہوتا ہے۔

وَأَمَّا السَّائِلُ فَلَا تَنْهَرُهُ (الضحیٰ) اور سائل کو مت جھڑکو۔

سخی کا دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہوتا ہے۔ اور بنخیل کا دل شیطان کی دو انگلیوں کے درمیان ہوتا ہے۔ تو اپنے آپ کو کس میں سے سمجھتا ہے۔ قارونی بخل کو دل سے نکال دے۔ غنی اور لایحتاج صرف فقیر ہی ہوتا ہے اور دیگر تمام لوگ مفلس اور محتاج

ہیں۔ چاہے وہ کوئی عالم فاضل ہو چاہے جاہل ہو اور جاہل اسے کہتے ہیں جو اپنے نفس کے خلاف جہاد نہیں کرتا۔

آنچه من کردم گدا بہر از خدا بر ہر ملک غالب ترم من بادشاہ  
تو مدام اہل الفقر رازاں حقیر فقر حاکم غالب است بر ہر امیر  
ترجمہ: میں صرف خدا کی رضا کے لیے گدا بن کر رہا ہوں۔ ورنہ درحقیقت میں ہر ملک پر غالب اور بادشاہ ہوں۔  
تو فقیروں کو اس وجہ سے حقیر نہ سمجھ۔ بلکہ فقیر ہر امیر پر غالب اور حاکم ہے۔

### شرح پیرومرشد

پیرومرشد معظم باعظمت، اہل شریعت، عظیم صفت اور حلیم ہونا چاہیے۔ یا اس میں دانائی کی صفت ہو، کریم ہو، صراط مستقیم پر چلنے والا ہو، اس کا قلب سلیم ہو، رحیم ہو، نفس اور شیطان رحیم پر غالب ہو اور مجلس محمد رسول اللہ ﷺ میں دائمی حضوری ہو۔ یہ مرتبہ جامع، اللہ کے ساتھ جمعیت والے قادری طریقے کے پیرومرشد کا ہے۔ پیرومرشد کی مجلس کی تشریح یہ ہے کہ اس کی مجلس میں سامنے کی طرف عالم مفسر صاحب تفسیر پر تاثیر قول والے اور نفس پر امیر لوگ بیٹھے ہوں، اس کی دہنی جانب عالم فقیہ موجود ہوں جن کا نفس فنا ہو چکا ہو اور جن میں ہوا و ہوس نہ ہو اور حسی اللہ اور کفی باللہ اور اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس پر عمل پیرا ہو۔ اور اس کی بائیں جانب وہ لوگ بیٹھے ہوں جو اہل تصرف، صبغۃ القلب، روشن ضمیر اور فنا فی اللہ فقیر ہوں اور ان کی پشت کی جانب اہل دنیا بیٹھے ہوں تاکہ وہ اخلاص کے ساتھ دنیا اور اہل دنیا کا چہرہ نہ دیکھیں۔

وَلَا تَرْكُنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ  
فَتَمْسَكُ النَّارُ (ہود) چھوئے گی۔

ان صفات والا پیرومرشد لائق ارشاد ہے ورنہ وہ طالبوں کا راہزن اور مایہ فساد ہے۔



## شرح طالب مرید

طالب مرید باادب، باحیا اور طالب خدا ہونا چاہیے اور اسے عالم فاضل، صاحب نظر، ہوشیار، بیدار معز با وفا اور جاں سپار ہونا چاہیے۔ ایسا طالب لائق تلمیق پروردگار ہوتا ہے۔ وہ مرکب نفس کا شہسوار، زندہ قلب، روح کی فرحت والا، بدعت سے بیزار اور عقل و شعور رکھنے والا ہو۔ طالب وہی ہے جو مرشد سے اللہ کی معرفت، قرب اور حضوری طلب کرے اور لوگوں کی تسخیر کی تسبیح اور ذکر مذکور کو ترک کر دے۔ جان لے کہ علم سرمایہ ایمان اور ہر دو جہان کی روشنی بخشے والا ہے اور علم لاہوت لامکان تک پہنچانے والا ہے اور علم ہی عین عیان اور توحید بیان کرنے والا ہے اور نفس شیطان کے لیے تیغ قاتل اور ان کو قتل کرنے والا ہے۔ لیکن علم کسے کہتے ہیں اور یہ علم کیا ہے اور علم سے کیا شے حاصل ہوتی ہے۔ اور علم کے کیا معنی ہیں۔ ظاہری علم عبادات اور معاملات کا علم ہے۔ چنانچہ خوف ورجاء کا جاننا اور ہمیشہ حق کو جاننا چاہیے اور حق کسے کہتے ہیں: حق یہ ہے کہ اس کے ذریعے وجود میں علم آ جاتا ہے اور باطل نکل جاتا ہے اور تو علم حق کس چیز کو کہتا ہے اور باطل کس چیز کو سمجھتا ہے۔ حق یہ ہے کہ حقائق، حقیقت اور معرفت معلوم ہو یعنی بنائے اسلام کا علم ہو جو مجمل طور پر علم کی بنیاد ہے اور کفر و شرک، باطل بدعت اور نفس و شیطان اور پریشانی دنیا کی آفات اس سے رفع ہو جائیں۔ یہ حق اور عین علم ہے۔ محقق حق سے حق کو پڑھ لیتے ہیں۔ تجھے علم ہے کہ علم حاصل کرنا بندگی کے لیے ہے، زینت اور شکم بھرنے کے لیے نہیں۔

كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ (الاعراف) کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

تاگلو پر مشوکہ دیگ نہ آب چنداں مخور کہ ریگ نہ

ترجمہ: اپنے آپ کو گلے تک نہ بھر کیونکہ تو دیگ نہیں اور نہ زیادہ پانی پی کیونکہ تو ریت نہیں۔

۱۔ یہ شعر حضرت سلطان باہوکا اپنا نہیں۔

گرچہ خدا گفت <sup>۱</sup> کُلُوا وَاشْرَبُوا لیک نہ گفت است کُلُوا تَا کُلُوا  
اگرچہ خدا نے کہا ہے کہ کھاؤ اور پیو مگر یہ نہیں کہا کہ گلے تک پیٹ بھرو۔ علم نصیحت  
اور وعظ و پند کے لیے ہے اور امر معروف کے پسندیدہ خدا احکام کو جاننے اور نفس کو  
ہمیشہ اپنے قابو میں رکھنے کے لیے ہے اور علم اس لیے نہیں کہ اسے ذریعہ معاش و  
روزگار بنایا جائے یا اس کے ذریعے بادشاہوں سے روزینے حاصل کیے جائیں۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا (ہود)  
جس کے رزق کا ذمہ اللہ پر نہ ہو۔

فرزند بندہ ایست <sup>۱</sup> خدا را غمش مخور تو کیستی کہ بہ ز خدا بندہ پروری  
ترجمہ: تیرا فرزند اللہ کا بندہ ہے، اس کا غم نہ کر تو کون ہوتا ہے جو خدا سے بہتر بندہ پروری کر سکے۔

پس ایسے بے عمل عالم بہت ہیں۔

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ (البقرہ)  
لوگوں کو نیکی کا امر کرتے ہو مگر خود کو بھول  
جاتے ہو۔

علماء جو فقراء اور ولی اللہ بھی ہوں ہزار میں سے کوئی ایک ہوگا جو صحیح معنوں میں  
جاں سپار ہو۔ علم سچائی کا راستہ ہے۔ عامل عالم ہی علم کے سچے گواہ ہیں۔ کیونکہ علم درگاہ  
الہی کا وسیلہ ہے۔ جو عالم قرآن کا مخالف ہے اور نفس و شیطان کا ساتھی ہے اور علم کی  
ہدایت پر عمل نہیں کرتا وہ عاق اور محروم ہے۔ علم کے تین حرف ہیں۔ جس نے علم کی ع  
سے عین (ذات) کو پالیا اور ع کو وسیلہ عین بنالیا اور علم کی لام سے لایحتاج عالم بن گیا  
اور علم کی میم سے مولیٰ کی طرف رجوع ہوا اور نفس اور ہوا و ہوس سے باز رہا اور جس نے  
ان تین حروف کو نہ پہچانا اور علم کی ماہیت سے واقف نہ ہوا وہ علم کی ع سے عاق اور محروم  
رہا۔ اور علم کی لام سے لا دین اور علم کی میم سے مردود ہو گیا۔ علم کے حصول کو سزا میم سے  
شروع کرنا چاہیے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی متابعت کرنی چاہیے۔ اگر کوئی عالم علم کی  
طلب کرتا ہے تو علم کے مکمل حصول کے لیے اسے بارہ سال کا عرصہ لگ جاتا ہے اور فقیروں

کی نظر سے ایک ساعت میں آدمی عالم فاضل بن جاتا ہے اور علم لدنی کو نسا علم ہے۔

وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا (الکھف) اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا

علم الف سے علم الف حاصل ہوتا ہے اور علم الف قبضے میں آ جاتا ہے۔ جب طالب علم الف پڑھتا ہے تو پھر اسے علم ظاہر و باطن کے مطالعے کی ضرورت نہیں رہتی۔

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَنْ جَوَزَ بِهِ بُهْلًا يَرَهُ ۝ (الزلزال) اور جو ذرہ بھر بھلائی کرے تو وہ اسے دیکھے گا۔

جو شخص علم پر عمل کرے وہی عالم باللہ ہوتا ہے اور وہ علم کے مطالعے سے عاقل نہیں رہتا۔ بے علم کے لیے علم کے حصول کی خاطر بارہ سال درکار ہوتے ہیں کہ صرف و نحو اور تفسیر بیضاوی کی کتابیں دن رات پڑھتا رہے۔

رفت عمرے با مطالعہ با رقم معرفت حاصل نہ شد افسوس غم

مطالعہ اور لکھائی میں عمر صرف ہو گئی مگر افسوس کہ اللہ کی معرفت پھر بھی حاصل نہ ہوئی۔

جاننا چاہیے کہ کسی کتاب یا قرآن مجید میں کتابت کی غلطی کی وجہ سے اگر کوئی حرف غلط لکھ دیا گیا ہو تو اس غلطی کو درست کر لیا جاتا ہے مگر کسی عالم کے وجود میں نفس اور غضب کی غلطی موجود ہو تو اس کا کیا علاج ہے۔ نفس اور وجود کی غلطیاں فقیر کامل ہی درست کر سکتا ہے جو نفس کو فنا کر دیتا ہے اور اللہ کی حضوری میں پہنچا دیتا ہیں۔ تجھے معلوم ہے کہ پہلے پہل جبریل علیہ السلام وحی غیب الغیب لائے۔ اور وہ علم، حروف، دلائل، آیات اور پیغامات پیغمبروں کے پاس معرفت اور توحید اور وصال کے لیے تھے کیونکہ معرفت اور توحید اصل ہے اور علم انتہائے وصل ہے۔

حدیث:

الْإِنْفَاقُ هُوَ الرَّجُوعُ إِلَى الْبَدَايَةِ۔ انتہا کی طرف پہنچنا ابتدا کی طرف رجوع

کرنا ہے۔

معرفت تخم کے دانے کی مثل ہے اور علم پودے کی طرح ہے۔ جب پودا پانی پا کر

خوشے تک پہنچتا ہے اور خوشے میں دانے پختہ ہوتے ہیں اور پھر وہ دانہ زمین میں بویا جاتا ہے۔ فرزند آدم کی بھی یہی مثال ہے کہ اس کی انتہا اس کی ابتدا کی امیدوار ہے اور اس کی ابتداء انتہا کی طرف لوٹی ہے۔ اور یہ اولیاء اللہ کی نظر میں یکساں ہے۔ عالم باللہ علم خدا سے غیبی طور پر حاصل کرتا ہے اور علم غیب کو جانتا ہے۔ جس پر ظاہر و باطن سب کچھ عیاں ہو اس کے لیے وہ غیب نہیں رہتا۔ اسے کتاب سے غیبی لاریبی علم حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ واردات کا علم لاریبی ہے جو غیب کو غیب میں دیکھتا ہے اس میں کوئی عیب نہیں اور جس کا ظاہر و باطن یکساں ہو جائے اس میں بھی کوئی عیب نہیں۔ علم غیب پر ایمان لانا چاہیے اور علم غیب خدا جانتا ہے اور اپنے خاص انبیاء و اولیاء اللہ کو علم لدنی عطا کرتا ہے **مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا**۔ علم (ظاہری) قال کے ساتھ ہے اور قال سے نفس موٹا اور خوشحال ہوتا ہے اور اس کے برعکس خاموشی میں سکون، معرفت اور وصال ہے۔ خاموشی میں تین حکمتیں پائی جاتی ہیں اور ہر حکمت میں بے شمار حکمتیں ہیں۔ خاموشی سے اللہ کا مشاہدہ اور حضوری ہوتی ہے اور خاموشی سے حضوری کے باعث نفس قابو میں آ جاتا ہے۔

## دل کی حقیقت

در قلب قبلہ بدیدم حق لقاء سر بسجده مے نہادم با خدا  
نیست آنجا قبلہ نے منزل مقام عارفان را شد مراتب ایں تمام  
نور فی اللہ نور می بینم دوام بگذرم از عرش و کرسی ہر مقام  
در نمازم با جوابم با صواب ایں مراتب عارفان را بے حجاب  
من نمازے با حضوری خواندہ ایم **حَسْبِيَ اللّٰهُ** حیرت اندر ماندہ ایم  
دل بہر کارے رود تو در نماز ایں نمازے کے پذیرد بے نیاز  
ترجمہ: ۱۔ میں نے اپنے دل میں قبلہ دیکھا اور حق کا دیدار کیا اور پھر خدا کے سامنے سر بسجود ہو گیا۔

۲۔ وہاں نہ قبلہ ہے، نہ منزل ہے اور نہ کوئی مقام ہے اور یہی عارفوں کے بلند مقامات ہیں۔

۳۔ میں مدام اللہ کا نور مشاہدہ کرتا ہوں اور عرش و کرسی اور ہر مقام سے گزر جاتا ہوں۔



- ۴۔ نماز کے اندر مجھے جواب با صواب ملتا ہے اور عارفوں کو ایسے بے حجاب مراتب حاصل ہیں۔  
 ۵۔ میں نے حضوری کی نماز پڑھی ہے۔ میں حیران ہوا اور میں نے کہا مجھے اللہ کافی ہے۔  
 ۶۔ تو نماز پڑھتا ہے اور تیرا دل دوسرے کاموں میں لگا رہتا ہے، اللہ بے نیاز ایسی نماز قبول نہیں کرتا۔

حدیث:

لَا صَلَوةَ إِلَّا بِحُضُورِ الْقَلْبِ - دل کی حضوری کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

حدیث:

الْصَّلَوةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِينَ - نماز مومنوں کی معراج ہے۔

جو شخص نماز میں اللہ کے ساتھ حاضر نہیں ہوتا اور اسے جواب با صواب نہیں ملتا اور شیطانی خطرات سے نجات نہیں پاتا وہ شخص کس طرح مومن مسلمان ہے، وہ تو نرا حیوان ہے۔ خاص اہل دل لوگ ہی حضوری کی نماز ادا کرتے ہیں اور ظاہر باطن میں خود کو حضور تک پہنچاتے ہیں اور حضور ہی میں نماز ادا کرتے ہیں۔

نیست دل پر خون نہ مضغہ نہ لحم      دل یکے نور است اللہ با کرم  
 دل یکے گنج است باشد در وجود      اہل دل محمود محمود از نمود  
 دل کہ با خطرات خانہ شیطننت      دل بود پر نور اہل معرفت  
 دل لطیفہ از لطافت با خدا      دل یکے سراسر است وحدت حق لقاء  
 طالب دنیا نہ باشد اہل دل      بے حیا و روسیاء و با خجل  
 باہو دل، دم روح یکے گردد تمام      ہر کہ یک با یک سجودش صبح شام  
 ترجمہ: ۱۔ یہ دل نہیں جو خون اور گوشت کے لوتھڑے پر مشتمل ہے بلکہ دل اللہ کے کرم کا ایک نور ہے۔

۲۔ دل وجود کے اندر اللہ کا ایک خزانہ ہے۔ اہل دل محمود ہیں اور اس کی نمود بھی محمود ہی سے ہے۔

۳۔ خطرات کے باعث دل شیطان کا گھر بن جاتا ہے اور اہل معرفت کا دل پر نور ہوتا ہے۔

۴۔ دل ایک لطیفہ ہے اور اپنی لطافت کے باعث خدا سے ملتا ہے اور دل وحدت اور حق کی لقاء کا ایک راز ہے۔

۵۔ دنیا کے طالب اہل دل نہیں ہوتے۔ وہ سراسر بے حیا، روسیاء اور شرمندہ ہوتے ہیں۔

۶۔ باہو اس شخص کا دل، دم اور روح ایک ہو جاتے ہیں جو ایک اللہ کا سجدہ اور نماز صبح و شام ادا کرتا ہے۔

## حقیقی نماز

نماز کے کیا معنی ہیں: نماز ازلی فیض فضل اور رحمت الہی ہے، نماز خدا کی معراج اور حضوری کا راز ہے۔ جس وقت مومن مسلمان سجدہ کرتا ہے اس وقت وہ بلاشبہ اللہ کے حضور میں ہوتا ہے۔ نماز میں نمازی اپنے آپ سے گزر کر لامکان میں پہنچ جاتا ہے اور ہمیشہ اللہ کے حضور میں ہوتا ہے اور وقتی نماز ایک نیک عادت ہے۔ چنانچہ فرض، واجب، سنت، مستحب اور قرض حسنہ عبادت ہے اور دائمی نماز بالکل عیاں ہے۔ وہاں جسم اور جان نہیں ہے بلکہ نور کے جتنے کے ساتھ دائمی حضوری ہوتی ہے۔ ایسی نماز اہل دل کی ہے۔ دل سلیمانی انگشتی کی طرح اہل دل کی انگلی میں ہوتا ہے اور اس کا دل اس کا قالب بن جاتا ہے جو ہر دو جہان پر غالب ہوتا ہے اور جملہ جن و انس اس کے طالب اور مریدوں کی طرح ہوتے ہیں۔ کامل قادری ہی اہل دل، اہل روح اور اہل سر ہوتا ہے۔

ہر کہ بیند روئے من شد اولیاء روئے من باروئے رحمت مصطفیٰ  
ترجمہ: جس نے میرا چہرہ دیکھا وہ دلی بن گیا۔ میرا چہرہ روئے مصطفیٰ کے پر رحمت چہرے کے ساتھ ہے۔

اہل دل کو دائمی طور پر حضوری حاصل ہوتی ہے اور اہل روح سلطان الفقر کے ساتھ ملاقی ہوتا ہے۔

دل کہ خواند اہل دل را با صفا اہل دل راشد حضوری مصطفیٰ  
ترجمہ: اہل دل ذکر دل سے صاف دل ہو جاتے ہیں اور اہل دل کو محمد مصطفیٰ کی حضوری حاصل ہوتی ہے۔

## روزینہ کا تصرف

صاحب مرتبہ فقیر کو پہلے تصرف حاصل ہوتا ہے اور پھر وہ باجمیعت واصل ہو جاتا ہے۔ بعض کو ان کی نیت کے مطابق جنات پر روزینہ حاصل کرنے کا تصرف میسر ہوتا ہے، بعض کو روزینہ کا تصرف مَوَکَلات اور فرشتوں پر حاصل ہوتا ہے، بعض کو روزینہ کا

تصرف خضر علیہ السلام سے ملتا ہے، بعض کو روزینہ کا تصرف مخلوق سے حاصل ہوتا ہے، بعض کو روزینہ کا تصرف روحانی اہل قبور سے حاصل ہوتا ہے اور بعض کو روزینہ کا تصرف حضور سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ تصرف دو قسم کا ہوتا ہے: ایک تصرف ذات، دوم تصرف صفات۔ تصرف ذاتی کبھی کم نہیں ہوتا۔ اس میں روزینہ اصغر ایک لاکھ اور روزینہ کبیر ایک کروڑ اشرفی کا ہوتا ہے۔ جو شخص خزانہ غیب الغیب سے اس طرح کا تصرف نہیں رکھتا وہ ابھی حقیقی دعوت تک نہیں پہنچتا اور وہ رجعت باطل کا اسیر ہے۔

ہر تصرف در تصرف یافت کن ہر تصرف بر زبان فقرش سخن

ترجمہ: ہر تصرف کن کے تصرف سے حاصل ہوتا ہے۔ ہر تصرف فقیر کی زبان اور سخن سے ملتا ہے۔

ایسے صاحب نظر فقیر کی نظر میں خاک اور زر برابر ہے۔ یہ راہ گفت و شنید اور جستجو سے ہاتھ نہیں آتی مگر مرشد سے معرفت اور وصال الہی طلب کرنا چاہیے۔ مرشد جس طرح فرماتا ہے اسی طرح دکھا دیتا ہے اور جو شخص نفس کی قید میں ہے اور علائق، حوادث اور آفات میں گرفتار ہے اور فرزند وزن کا اسیر ہے اور پھر بھی مرشد سے یہ مطالب طلب کرتا ہے تو سوائے تجرید و تفرید کے ایسا ناممکن ہے۔ جو طالب اس قابل ہوتا ہے وہ اللہ کی توحید اور معرفت تک پہنچ جاتا ہے۔ اہل تقلید اس راہ سے آگاہ نہیں اور دل کے اندھے کو کچھ نظر نہیں آتا۔ جو طالب مشتاق دیدار ہے اسے آج اور کل سے کیا سروکار ہے۔

۱۔ ایک لاکھ یا ایک کروڑ اشرفی کا روزینہ حاصل کرنا فقر اور اولیاء کے لیے کوئی مشکل نہیں مگر اس تصرف اور اختیار کے باوجود وہ اسے حاصل کرنے سے باز رہتے ہیں اور فقر فاقے کی غریبانہ اور مسکینی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھ سے کہا کہ اے محمد! (ﷺ) اگر تو چاہے تو میں تیرے لیے اجد کا پہاڑ سونے کا بنا دوں تو میں نے کہا اے اللہ! مجھے یہ بات منظور نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھے ایک دن آسمان کو ملے تو میری حمد و ثنائیوں اور ایک دن جہنم کا درد و تیرے آگے ٹڑکڑاؤں اور تیرا ذکر کروں۔ فقر، اولیاء بھی حضور نبی کریم ﷺ کی تقلید میں سنت کے طور پر سیم و زر اور مال و دولت کا تصرف اور استعمال نہیں کرتے اور فقر و فاقہ میں اللہ کے ذکر و ترویج دیتے ہیں۔ ورنہ اس قدر روزینہ حاصل کرنا ان کے لیے آسان کام ہے۔

کعبہ ۱ مقصود اگر باشد ہزاراں سالہ راہ نیم گامے ہم نباشد شوق چوں رہبر شود  
ترجمہ: کعبہ مقصود چاہے ہزاروں سال کی مسافت پر ہو مگر جب شوق رہبری کرتا ہے تو یہ راستہ  
آدھے قدم سے طے ہو جاتا ہے۔

## صادق و ناقص مرید کی شناخت

شوق شفقت ہے اور اشتیاق ننگی تلوار ہے جو لاسوئی کو قتل کر دیتا ہے۔ جسے سوائے  
حق کے اور کچھ پسند نہیں اور وہ حق سے حق کو ظاہر کرتا ہے اور حق سے حق کو کھولتا ہے اور  
حقیقت میں حق تک پہنچتا ہے اسے حق الیقین حاصل ہوتا ہے۔ بعض ناقص طالب مرید  
کشف و کرامات، عز و جاہ، دنیا اور درجات کے تصرف میں رہ جاتے ہیں اور بعض ناقص  
طالب مؤکلات، فرشتوں کے احوال اور خام خیالات میں پھنس جاتے ہیں اور بعض  
ناقص مرید ناسوتی ذکر فکر اور مراقبہ کی لذات میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور بعض لذت  
جبروت، لذت لاہوت، لذت الہام و قل ہو اللہ احد اور فنا فی اللہ کی فقیری میں رہ جاتے  
ہیں اور بعض ناقص طالب مرید اپنے وہم و خیال کی صورت میں جواب باصواب کو  
حضور کی سمجھ بیٹھتے ہیں اور بعض طالب مرید تجلیات، احوالات اور اٹھارہ ہزار مخلوقات کے  
تماشے میں رہ جاتے ہیں اور ناقص مرید طالب نقش اور دائرے پر کرنے، عالم کو مسخر  
کرنے اور علم رمل کے جمع تفریق اور جنس مال اکٹھا کرنے میں لگ جاتے ہیں اور بعض  
ناقص طالب مرید زمین کی طیر سیر، تماشائے عرش و کرسی اور مطالعہ لوح محفوظ اور آسمانی  
منازل میں رہ جاتے ہیں۔ یہ سب محض خواہشات ہی ہیں۔ عاقل مرید وہ ہے کہ عقل و  
شعور کے ساتھ پہلے اللہ کے قرب، معرفت اور حضوری کا مرتبہ حاصل کرے اور حضوری  
میں اس طرح فنا فی اللہ ہو جائے کہ کسی منزل اور مقام کی طرف نہ دیکھے۔ بعض طالب  
مرید مراتب محمود و مقصود کی طلب میں ہوتے ہیں اور بعض مردود مراتب کے پیچھے لگ



جاتے ہیں۔ بعض طالب اپنے آپ کو ہر وقت آزمائش، امتحان اور محاسبہ میں ڈالے رہتے ہیں اور ظاہر باطن میں مرتبہ حضوری اور مرتبہ قرب رحمانی حاصل کرتے ہیں، بعض طالب شیطانی آفات اور پریشانی دنیا میں محو ہو جاتے ہیں اور بعض طالب الہام سے، ذکر مذکور سے اور نور حضور سے اللہ کی نظر میں منظور ہو جاتے ہیں۔ جہاں توحید مکمل ہوتی ہے وہاں شیطان، فرشتہ اور جنونیت دنیا کو پہنچنے کی طاقت نہیں ہوتی۔ یہ فقر سلطانی کا مرتبہ ہے۔ اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللَّهُ۔

فقیر کا شکم نور معرفت سے پر ہوتا ہے۔ دنیا والوں کا شکم بھٹی کی طرح ہے اور فقراء کا شکم نور کی کان ہے اور فقراء کا سینہ صدف اور ان کا دل بیش قیمت موتی کی طرح ہے یہ مراتب فقراء کے ہیں۔ بیش قیمت موتی کی خرید و فروخت کے لیے خریدار حق شناس ہونا چاہیے جو اپنے آپ کو فنا فی اللہ کے مرتبے تک پہنچائے اور اسے موت و حیات اور اسم و رسم یاد نہیں رہتے اور اسے آئندہ اور ماضی، حال اور مستقبل کے تمام آفات سے آگاہی ہوتی ہے۔

حدیث:

الْفَقْرُ لَا يُلْتَفَتُ إِلَى الدُّنْيَا وَلَا يَرْضَىٰ فَقِيرٌ دُنْيَا كِي طَرَفِ التَّفَاتِ كَرْتَا هِے اَوْر نِه  
فِي الْآخِرَةِ يَكْفِي بِالْمَوْلَىٰ إِلَىٰ آخِرَتِ پَر راضی ہوتا ہے بلکہ وہ مولیٰ کی  
طرف مولیٰ کو کافی سمجھتا ہے۔

گنج را دریا فتم من در فقر احتیا جے نیست مارا سیم و زر  
در دلم دیگر نما ند جز خدا اول فنا اوسط بقا آخر لقا

ترجمہ: میں نے فقر میں خزانہ پالیا اور اب سیم و زر کی ضرورت نہیں۔

میرے دل میں سوائے خدا کے اور کچھ نہیں۔ اول فنا ہے، اوسط بقا ہے اور آخر لقا ہے۔

کسی طالب کو جب ہر شد تلقین کرتا ہے تو طالب روز اول ہی اللہ کے دیدار سے مشرف ہوتا ہے اور طالب فقر اور معرفت کے مرتبے تک پہنچ جاتا ہے۔

دیدار پروردگار کے لیے چار گواہ ہیں اور چار علوم سے اس کی طرف راہ ہے: اول یہ کہ جسے دیدار حاصل ہوتا ہے وہ ہمیشہ بیمار رہتا ہے، دوم یہ کہ اسے دنیا اور اہل دنیا سے گندگی اور مردار جیفہ کی سی بدبو آتی ہے اور جو دیدار کرتا ہے وہ جملہ کشف کرامات سے ہزار بار بیزار ہوتا ہے اور ان سے توبہ کرتا ہے، سوم یہ کہ جو شخص دیدار سے مشرف ہوتا ہے اس کا دل زندہ اور روح بیدار ہوتی ہے اور چہارم یہ کہ جسے دیدار ہوتا ہے وہ مستی میں بھی ہوشیار رہتا ہے۔ پہلے لقاء کا شرف حاصل ہوتا ہے بعد میں ولی کا خطاب ملتا ہے۔ جس نے دیکھا اس نے بیان نہ کیا اور جس نے بیان کیا اس نے نہیں دیکھا اور بعض صاحب اختیار ہوتے ہیں ان کے لیے بیان کرنا اور نہ کرنا برابر ہوتا ہے۔

حدیث:

مَنْ عَرَفَ رَبَّهُ فَقَدْ كَلَّ لِسَانَهُ - جس نے رب کو پہچانا اس کی زبان گونگی ہو گئی۔

یہ دونوں مراتب اولیاء اللہ کے ہیں۔

وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَ هَٰؤُلَاءِ أَوْلِيَاءَ هَٰؤُلَاءِ ۖ وَأَوَّلِيَاءَ هَٰؤُلَاءِ أَوْلِيَاءَ هَٰؤُلَاءِ ۖ وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَ هَٰؤُلَاءِ ۖ  
الْمُتَّقُونَ (الانفال) تو پرہیزگار ہی ہیں۔

فِيهِ ۖ هَٰؤُلَاءِ لِلْمُتَّقِينَ (البقرہ) اس میں پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے۔

متقی وہ نہیں جو صرف مجاہدہ کرے بلکہ متقی ازلی طور پر صاحب ہدایت اور صاحب مشاہدہ ہوتے ہیں۔ متقی وہ ہوتا ہے جو دائمی طور پر دیدار سے مشرف ہوتا ہے اور اپنے نفس کو نفسانی ہوا و ہوس سے اور دنیا کے جیفہ مردار سے روکتا ہے۔ بعض نے قلب کی آنکھ سے دیکھا، بعض نے روح اور سر کی آنکھ سے دیکھا اور بعض ہمیشہ انوار الہی اور دیدار الہی سے مشرف ہوتے ہیں اور جب چاہیں حضور تک پہنچ جاتے ہیں۔ اسے فقر عارف باللہ کہتے ہیں۔



## شرح معرفت

جس چیز کو تو نے دیکھا یا عقل و دانش سے سمجھایا بات چیت کے ذریعے پوچھا یا مخلوق سے لذت پائی یا ہر منزل اور ہر مقام ولایت و حکایت تک اپنی دانست سے رسائی حاصل کی، یہ دراصل اللہ کی معرفت نہیں۔ معرفت کے چار مراتب ہیں: محبت، موت، مشاہدہ اور ارواح انبیاء و اولیاء اللہ سے ملاقات۔ اور مجلس اور معرفت کے چار گواہ ہیں: آگاہی، دید، مرشد کی رفاقت اور اللہ کی معرفت اور معیت۔ اور نیز معرفت کے لیے چار علوم ہیں: اعلیٰ عمل، عاقبت بالخیر، غفو اور معرفت کے چار نور ہیں: حضوری، اللہ کی معیت، ذکر مذکور اور وجود مغفور۔

لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ اور اللہ تعالیٰ تیرے اگلے اور پچھلے گناہ  
وَمَا تَأَخَّرَ O (الفتح) معاف کر دے گا۔

معرفت کے چار مکان ہیں: مکان عیان، مکان لاہوت، مکان لامکان اور مکان فنا فی اللہ۔ عارف جو کچھ دیکھتا ہے حضور سے دیکھتا ہے اور جو کچھ کہتا ہے ہر بات کُن کی کنہ اور حضور سے کہتا ہے اور جو کچھ سنتا ہے حضور سے سنتا ہے۔ عارف کی توجہ دائمی طور پر اللہ کے قرب سے ہوتی ہے اور ہر دو جہان عارف کے تصرف میں ہوتے ہیں اور معرفت پہچان کو کہتے ہیں اور پہچانا جس نے پہچانا اور دیکھا جس نے دیکھا اور خود کو درمیان میں نہ لایا۔

بے سرو بے چشم بینم ہر دوام بے زبان ہم سخن فقرش شد تمام

ترجمہ: میں ہمیشہ سر اور آنکھ کے بغیر مشاہدہ کرتا ہوں اور بغیر زبان کے کلام کرتا ہوں اور یہ فقر کی انتہا ہے۔

اس مقام پر عارف نفس کی قوت سے نفس کے ساتھ، قلب کی قوت سے قلب کے ساتھ، روح کی قوت سے روح کے ساتھ، سر کی قوت سے سر کے ساتھ اور نور کی قوت سے نور کے ساتھ اور دم کی قوت سے دم کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے۔ نفس کو نفس سے

الہام، قلب کو قلب سے اعلام، روح کو روح سے پیغام اور سر کو سر سے اوہام ہوتا ہے اور پھر وحدانیت کی معرفت فقیر کے لیے مکمل ہو جاتی ہے۔ اگر ظاہر اور باطن میں اللہ کے قرب کے راستے پر چلنے والے لوگ نہ ہوتے تو جملہ اولیاء اللہ اور سلک سلوک والے گمراہ ہو جاتے۔ چنانچہ فقیر کی رفاقت میں ظاہری اور باطنی طور پر شہیدوں کا لشکر ہوتا ہے جو مردہ تن لیکن زندہ جان ہوتے ہیں۔ اور فقیر کے ہمراہ چشم عیان سے مشاہدہ کرنے والے غوث، قطب کا لشکر اور ابدال، اوتاد، ملائکہ، مؤکلات اور جنات کا لشکر اور ارواح انبیاء و اولیاء اللہ کا لشکر ہزاروں اور کروڑوں کی تعداد میں ہوتا ہے۔ اس وجہ سے فقیر بادشاہوں پر غالب ہوتا ہے۔ فقیر کی نگاہ ہمیشہ قیامت کی حساب گاہ پر ہوتی ہے اس لیے وہ مرتبہ بادشاہی اختیار نہیں کرتا۔ جو زیادہ عارف ہے وہ زیادہ عاجز ہے۔ وہ کبھی خوف میں ہوتا ہے اور کبھی رجاء میں۔

وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فِرَادٰی كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ (الانعام)  
جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا۔

فَفَرُّوْا اِلٰی اللّٰهِ (النور)  
اور اللہ کی طرف بھاگو۔

طالب نفسانی نفس کے ذکر فکر سے کشف الارواح القہور کرتا ہے۔ طالب قلبی ذکر فکر سے دائمی طور پر حضوری میں پہنچ جاتا ہے اور طالب روحانی غرق فنا فی اللہ ہوتا ہے اور احوال قبر کو دیکھتا ہے اور طالب سرّی عین با عین اور نور با نور مشاہدہ کرتا ہے۔ یہ مراتب عارف قادری باطن معمور کے ہیں۔ جو ان مراتب تک پہنچتا ہے تو بعض مقام پر جب وہ قُمْ بِاَذْنِ اللّٰهِ کہتا ہے تو روحانی قبر سے باہر نکل کر مصافحہ کرتا ہے اور ماضی و مستقبل کے حالات بتاتا ہے۔ یہ مراتب خطرات سے باہر آنے اور جمعیت حاصل کرنے کے ہیں۔ بعض اولیاء اللہ ان کشف کے مراتب کو نجومیوں کا کام بتاتے ہیں۔ بعض اس مقام پر قُمْ بِاَذْنِی کہتے ہیں اور مردہ زندہ ہو جاتا ہے لیکن اللہ کے نزدیک یہ کفر ہے۔ البتہ قُمْ بِاَذْنِ اللّٰهِ اور قُمْ بِاَذْنِی کی اصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ کے قرب دم سے ہے یا حضرت آدم صفی اللہ کے دم سے، یا حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے دم



سے، یا حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے دم سے، یا حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کے دم سے، یا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دم سے ہے۔ جملہ دم ایک دم ہو جاتے ہیں اور وَنَفَحْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ سراسر اللہ کی قدرت سے ہے۔

دم نہ بادے نہ ہوا نہ نظر دم یکے قدرت بود از حق امر

دم نہ باد ہے نہ ہوا ہے اور نہ نظر ہے۔ دم اللہ کے امر اور قدرت کی ایک چیز ہے۔

اِنِّیْ جَاعِلٌ "فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً" میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں۔

(البقرہ)

مراتب دم روح سے ہیں اور روح کی آواز تسبیح ہے۔ یہ مرتبہ انسانِ کامل کا ہے۔

خود پسند آں بے خبر از حق مقام مردہ را زندہ کند آں مردِ خام

کامل مردہ را زندہ کند ازل و ابد زندہ ماند تا قیامت در لحد

باہو مردہ را زندہ کند بہر از خدا برگز نمیرد آنکہ بیند حق لقاء

باہو مردہ را زندہ کند با اسم ذات برگز نمیرد آں مع اللہ شد حیات

ترجمہ: ۱۔ خود پسند حق کے مقام سے بے خبر ہے۔ مردہ کو زندہ کرنا مرد خام کا کام ہے۔

۲۔ کامل وہ ہے جو مردہ کو ازلی ابدی زندگی بخش دے اور وہ قیامت تک اللہ کے ساتھ زندہ رہے۔

۳۔ باہو مردہ کو اللہ کے لیے جب زندہ کرتا ہے تو وہ برگز نہیں مرنے والا اور حق کا دیدار کرتا ہے۔

۴۔ باہو مردہ کو اسم ذات سے ایسا زندہ کرتا ہے کہ پھر وہ برگز نہیں مرنے والا بلکہ اللہ کے ساتھ زندہ رہتا ہے۔

یہ مراتب فقیر عاشق، عارف باللہ اہل نور کے ہیں۔ چنانچہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

کا وجود مبارک اللہ کے نور سے پیدا ہوا اور پھر تمام عالم محمد رسول اللہ ﷺ کے نور سے

پیدا اور ہویدا ہوا۔ دراصل انسان کو نفس کے عمل کے موافق، یا احوالِ قلب کے موافق یا

احوالِ روح کے موافق خطاب کیا جاتا ہے۔ جب نفس، قلب اور روح تینوں ایک ہو

جاتے ہیں تو ان کے نور کو انسانِ کامل کہتے ہیں۔

حدیث:

الْعَقْلُ لَا يَنَامُ، فِي الْإِنْسَانِ الْإِنْسَانُ عَقْلُ إِنْسَانٍ كَيْفَ يَبْدُو رَهْتِي هِي اَوْر  
مِرَاةُ الرَّبِّ ؕ  
انسان اپنے رب کا آئینہ ہے۔

جس کی عقل بیدار ہے وہ دیدار سے مشرف ہوتا ہے۔ جس نے دیدار حاصل کیا  
اسے اطمینان، یقین اور اعتبار آ گیا اور جسے دیدار حاصل نہ ہوا وہ وحشت میں سرگرداں،  
بے قرار اور فرار ہوا۔ یہ مقام موت سے بھی سخت تر ہے۔ اللہ تجھے اور تمام مسلمانوں کو  
اس سے محفوظ رکھے۔ یہ ایک مزد و اشتیاق اور گناہ کبیرہ ہے۔

جاننا چاہیے کہ ہزار ناقص مرشدوں سے کامل کی ایک نظر بہتر ہے جو حضوری تک  
پہنچا دے اور مجلس محمد رسول اللہ ﷺ میں لے جائے کیونکہ ناقص کا طریقہ شیطانی ہے اور  
شریعت کا طریقہ اللہ کا قرب عطا کرتا ہے۔ آخر کامل کی انتہا کیا ہے: کامل کی انتہا یہ ہے  
کہ وہ دائمی طور پر حضوری کا مشاہدہ کرتا ہے، اسے دنیا اور آخرت کی معراج حاصل ہوتی  
ہے، وہ بے غم اور لایحتاج ہوتا ہے اس کے ہفت اندام نور بن جاتے ہیں۔ اسے  
حضوری توجہ، قبور کا تصرف اور اللہ کا منظور تصور حاصل ہوتا ہے۔

ہر کہ از جان رفت مے بیند لقاء      ہر کہ جان با جانان دہد یا بد بقاء  
گر نبودے دیدن رویت روا      از خدا محروم ماندے اولیاء  
ہر کہ مے بیند عیان گردد بجان      عین مینا کم بود اندر جہان  
ترجمہ: ۱۔ جو جان سے گزر جاتا ہے وہ لقا پالیتا ہے اور جو جان جاناں کے سپرد کرتا ہے وہی دیدار کرتا ہے۔  
۲۔ اگر دیدار روانہ ہوتا تو اولیاء اللہ خدا سے محروم رہ جاتے۔

۳۔ جو دیدار کرتا ہے اس پر سب کچھ عیاں ہو جاتا ہے اور صاحب نظر دنیا میں بہت کم ہیں۔  
جہان میں اگر کوئی لذت ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے دیدار کی لذت، اللہ تعالیٰ کی  
معرفت کی لذت، اللہ تعالیٰ کے قرب کی لذت، اللہ تعالیٰ کے اشتیاق کی لذت، ذکر فکر،  
مراقبہ، فنا فی اللہ اور بقاء باللہ کی لذت اور تصرف و تصور نور اور تفکر الی اللہ کی لذت ہے۔

حدیث:

تَفَكَّرْ سَاعَةً خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ۔ ایک ساعت کا تفکر دونوں جہان کی عبادت سے بہتر ہے۔

یہ لذات اور تفکر اللہ کی حضوری اور اس کے دیدار کے انوار کے باعث باقی ہے۔ اور لذاتِ نفس اور دنیا فانی ہے چاہے کسی کے تصرف میں ملک سلیمانی ہی کیوں نہ آجائے۔ پس مردہ وہ ہے جس کی نظر کُلُّ یَوْمٍ هُوَ فِی شَانِ (وہ ہر لمحہ نئی شان میں ہے) کے مراتب پر ہو یا اس کی نظر یَوْمٍ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝ وَأُمِّهِ وَأَبْنَاهُ ۝ وَصَاةِ وَ بَنِيهِ (عس) (اس دن آدمی اپنے بھائی، اپنے والدین اور بیوی اور بیٹیوں سے بھاگے گا) پر ہو۔ عارف ناظر ہمیشہ روتا رہتا ہے اور کبھی ہنستا ہے۔ مرشد کامل پہلے طالب اللہ کو تمام مذکورہ بالا لذات، حاضرات اسم اللہ ذات اور تمام تصرفات عطا کرتا ہے اور سب کچھ دکھا دیتا ہے تاکہ طالب کے دل میں کوئی افسوس اور غم باقی نہ رہے۔ فقیر غنی اور لایحتاج ہوتا ہے اور ہشت ہزاری امراء اور بادشاہوں کو دنیا کی لذات اور بادشاہی معرفت اور قرب الہی سے باز رکھتا ہے۔ بادشاہ حضرت ابراہیم ادھمؒ اور حضرت جنید بغدادیؒ کی طرح ہونا چاہیے۔ جنہوں نے یک بارگی بادشاہی کو ترک کر دیا اور قرب، معرفت اور ہدایت تک پہنچے اور پھر بادشاہ اور بادشاہی کا منہ نہیں دیکھا۔

حدیث:

تَرَكُ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ عِبَادَةٍ وَخُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ۔ اور دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔

جو لوگ حق کی عبادت کو چھوڑ دیتے ہیں اور باطل دنیا کے خطرات کو اپناتے ہیں وہ کس طرح مومن مسلمان ہو سکتے ہیں۔ وہ تو جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔ کامل پیر و مرشد کا یہ فرض ہے کہ طالب مرید جو بھی تصرف اس سے طلب کرے وہ سلطان العارفین حضرت بایزیدؒ کی طرح عطا کرے تاکہ طالب کو جمعیت اور یقین حاصل ہو۔

طالب حق طلب وحدت فقر طالب باطل باطلی سیم و زر

ترجمہ: طالب حق وحدت فقر اور حق طلب کرتا ہے اور باطل کا طالب باطلی سیم و زر طلب کرتا ہے۔

سنو! حضوری اللہ کی معرفت اور قرب کا پہلا راستہ ہے اور بے حضوری راہزنی اور گناہ ہے۔ حب دنیا سے دل سیاہ ہو جاتا ہے اور بلند عمارات، باغیچے، روضے اور خانقاہ وغیرہ توحید اور مجلس محمد رسول اللہ ﷺ سے دور کر دیتے ہیں۔ فقیر وہ ہے جو نہ عز و جاہ طلب کرے اور نہ عمارت، روضہ اور خانقاہ کی خواہش کرے۔ نہ سجادہ نشین بنے اور نہ زندگی کو دائمی سمجھے۔ اور فقیر وہ ہے جو نہ موت سے ڈرتا ہے اور نہ موت کا غم کرتا ہے اور نہ ہی منصب اور زندگی کے عیش سے خوشی اور فرحت پاتا ہے۔ فقیر مرتبہ حیات و ممات سے نجات حاصل کر لیتا ہے اور وہ نور کے ساتھ نور ہو جاتا ہے اور اللہ کی ذات کے ساتھ فنا پالیتا ہے۔ فقیر کے لیے علم محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ سراسر نور ہے اور ایسے نوری عالم کے لیے توحید کا مطالعہ حضوری کا باعث ہے۔ ایسے عالم کو حافظ ربانی کہتے ہیں اور جو علم محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا حافظ اور حامل نور ہوتا ہے اسے عالم حقانی کہتے ہیں۔ ایسے فقیر کا قدم، دم، نفس، قلب، روح اور نور اور حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم، دم، نفس، قلب، روح اور حضور کے مطابق اور موافق ہوتا ہے۔ ایسا عارف صاحب نظر محمد مصطفیٰ ﷺ پر جان قربان کر دیتا ہے۔ اسے قبر، جئے اور نفس کی کیا ضرورت ہے۔ جو شخص اس طرح محمد رسول اللہ ﷺ کا خاک بوس ہو جاتا ہے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یار ہوتا ہے۔

”ہر مطالب طالباں راشد خدا“ طالبوں کا ہر مطلب اللہ کی ذات ہے۔

مَنْ لَهُ الْمَوْلَىٰ فَلَهُ الْكُلُّ جس کا اللہ ہے اس کا سب کچھ ہے۔

اہل حیا اللہ کا دوست ہے اور بے حیا اغیار ہے اور علم جو معرفت کے ساتھ ہو تو انسان کا دوست اور یار ہے اور جاہل بے معرفت اغیار کی طرح ہے۔ دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم آدمی کا دوست ہے اور کفر اور جھوٹ آدمی کا دشمن اور غیر ہے اور کمینہ دنیا کا



پجاری ہے۔ قلب اور روح انسان کا دوست ہے اور نفس و ہوا اس کا دشمن ہے۔ دوست اور دشمن کی پہچان اور آزمائش عاجزی اور امداد کے وقت ہوتی ہے اور نانی زبانی یار کا کوئی اعتبار نہیں اور ربانی، جانی اور قریبی دوست، ہمدرد اور ہمدہم ہوتا ہے۔ اغیار الگ ہیں اور یار الگ ہیں۔ عمر ریت کی مانند ہے، وجود شیشے کی طرح ہے اور دم آنے جانے والا ہے۔ یہ آنکھ اور بینائی کا معاملہ ہے اور آنکھ اور بینائی سے اسکی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ یہ ایک معمہ ہے جو آنکھ کے ذریعے حل ہوتا ہے اور یہ ایمان کی ایک رمز ہے جسے اولیاء اللہ ہی جانتے ہیں۔

خاکِ پائیت کہ دریں چشم است مارا گرد آں متصل چوں شیشہ ہائے ساعت ریگِ رواں  
 باہو ہر یکے رائے شناسد بازگاہ احتیاجے نیست کامل را ز راہ  
 ترجمہ: ۱۔ تیرے پاؤں کی خاک میری آنکھ کا سرمہ بنے اور اس کی گرد میری آنکھ کے اس طرح متصل ہو جیسے ریت کی گھڑی میں ریت ہوتی ہے۔

۲۔ باہو ہر ایک کو ایک نظر سے پہچان لیتا ہے۔ کامل کو کبھی راہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔  
 فقیر بغیر ظاہری عبادت و طاعت کے ابتدا اور انتہا کو ایک ساعت میں پالیتا ہے۔  
 کامل درویش اور فقیر سے اپنی حاجت طلب کر۔ طالب کی نظر راہ پر ہونی چاہیے یا اللہ کے قرب پر، نہ کہ مرشد کے نیک و بد افعال پر۔ مرشد کی نگاہ دکاندار کی طرح ہے لہذا سودا خریدنے والے کو سودا درکار ہے اور سودا خریدنے والے کو دکاندار کے کفر و اسلام سے کیا سروکار ہے۔ قول علی المرتضیٰ:

الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِينَ فَاطْلُبْهَا وَلَوْ  
 كَانَ عِنْدَ الْكَافِرِ - تلاش کرنا چاہیے چاہے وہ کسی کافر کے پاس ہی کیوں نہ ہو۔

جس مرشد کی طرف خلق کا رجوع ہو اور اس پر نفس شیطان غالب ہو تو یہ طالب

کے لیے سراسر گناہ اور شرمندگی کا باعث ہے۔

طالب آں باشد بود دل جان صفا      پیر و مرشد یک بود نے جا بجا  
ترجمہ: طالب وہ ہوتا ہے جس کا دل صاف ہو۔ پیر و مرشد ایک ہی ہوتا ہے جگہ جگہ نہیں پھرنا چاہیے۔  
ہر دروازے پر جانا کتوں کا کام ہے اور جب کوئی طالب بے اعتقاد، بے نصیب  
بے جمعیت اور پریشان ہو تو اس کا علاج یہ ہے کہ مرشد پہلے اسے تصرف دنیا مردار میں  
غرق کرے تاکہ مردے کی طرح ہو جائے پھر اسے غسل دے کر پاک کرے اس کے  
بعد اسے معرفت اور دیدار تک پہنچائے۔ جو مرشد ایسی طاقت نہیں رکھتا وہ راہ فقر سے  
واقف نہیں۔ مرشد کو عقدہ کشا ہونا چاہیے۔

جب طالب کی عقدہ کشائی ہو جائے اور اس کا اعتقاد ٹھیک ہو جائے پھر طالب کا جو  
مطلب ہو مرشد ایک نظر میں اسے پورا کر دیتا ہے۔ مرشد طالب کو اس کے اطمینان کے  
لیے ہر روز ایک قوت عطا کرتا ہے تاکہ طالب بے اعتقاد نہ ہو جائے۔

بر در مرشد برو ہر صبح و شام      تا ترا حاصل شود مطلب تمام  
گر ترا بر سر زند سر پیش نہ      آنچہ داری در ملک مرشد بدہ  
گنج بخشد مرشد فہلش عطا      شد نصیب طالبان وحدت خدا

ترجمہ: ۱۔ مرشد کے دروازے پر صبح و شام حاضری دے تاکہ تجھے تیرا مطلب حاصل ہو جائے۔  
۲۔ اگر مرشد تجھے سر پر ضرب لگائے تو سر سامنے رکھ دے اور جو کچھ تیرے پاس ہے اس کے  
حوالے کر دے۔

۳۔ مرشد خزانہ عطا کرتا ہے اور فضل و کرم کرتا ہے اور اسی سے طالبوں کو اللہ کی وحدت نصیب ہوتی ہے۔  
کامل مرشد شہباز کی طرح ہوتا ہے اور مرشد ناقص اہل بدعت ہوتا ہے اور اس کی  
مثال چیل کی سی ہے اور تو شہباز کا رخ کر۔

حدیث:

خُذْ مَا صَفَا وَدَعْ مَا كَدَّرَ۔ جو صاف ہے وہ لے لے اور جو میلا ہے اسے چھوڑ دے۔

دل، قلب، روح اور نفس و شیطان سارے انسان کے وجود میں اس طرح ملے ہوئے ہیں جیسے خون جسم اور جان میں پیوست ہے۔ لہذا آدمی کا وجود دودھ کی طرح ہے اور دودھ میں چھاچھ، دہی، مکھن اور گھی سبھی شامل ہوتے ہیں۔ پس مرشد کامل ایسا ہونا چاہیے کہ ان میں سے ہر ایک کا مسئلہ حل کر دے اور ان کو جدا جدا کر کے اپنے اپنے مقام پر لائے اور ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ کلام کرے اور انسانی وجود میں نفس بادشاہ کی طرح ہے اور شیطان اس کے وزیر کی طرح ہے۔ نفس اور شیطان کے درمیان ایسی جدائی ڈالنی چاہیے کہ پھر وجود میں شیطان کا دخل نہ ہو۔ جب نفس اور شیطان جدا ہو جائیں تو اس وقت طالب مرتبہ اولیائی تک پہنچ جاتا ہے اور اللہ کی معرفت حاصل کر لیتا ہے۔ مرشد صاحب نظر ہوتا ہے اور وہ اپنی توجہ سے حضرات کرتا ہے۔

فقر از فرض است سنت ز اہل طلب اہل بدعت مرشد صفت از کلب ترجمہ: فقر فرائض کی ادائیگی سے ہے۔ اسی سے سنت بھی ملتی ہے اور اہل بدعت مرشد کتے کی طرح ہوتا ہے۔

ماسوی اللہ کا ہر نقش اپنے دل سے مٹا دے۔ اسم اللہ، اسم اللہ، اسم لہ اور اسم ھو اور اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم دل پر اس طرح مرقوم اور نقش کر جیسے حروف اور سطر کی سیاہی کاغذ پر نمایاں ہوتی ہے۔ طالب کے وجود میں اسم اللہ ذات اس طرح یکتا ہو جاتا ہے جیسے پانی اور دودھ یا طعام میں نمک ہوتا ہے۔ یا جیسے آگ میں انگارایا جیسے جسم میں روح یا جیسے سونا کٹھالی میں ہوتا ہے۔ یہ مراتب صاحب تصور اسم اللہ ذات کے ہیں جو اسے تفکر کے ساتھ مرقوم کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ تمام روئے زمین پر علماء عامل اور فقراء کامل، ملائکہ، عابدوں، زاہدوں اور جن و انسان جتنے بھی ہیں آدم علیہ السلام

سے لے کر روز قیامت تک ان کے تمام ظاہری و باطنی اعمالِ ثواب و عبادت کو اگر یک جا کر لیں تو اس تمام سے وہ تفکر بہتر ہے جس کے ذریعے صاحب تصور اسم اللہ ذات اپنے وجود میں مرقوم کرتا ہے اور یہی عبادت الثقلین سے بہتر ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا اور ہم نے جن اور انسان کو اپنی عبادت لِيَعْبُدُونَا (الطور) کے لیے پیدا کیا۔

اور جن اور انسان کو اس لیے بھی پیدا کیا کہ وہ اللہ کو پہچانیں۔ معرفت اور تفکر ہی اصل عبادت ہے۔ تَفَكَّرْ اِسَاعَةَ خَيْرٍ "مَنْ عِبَادَةُ الثَّقَلَيْنِ" تفکر تین قسم کا ہے: مبتدی کا ایک ساعت کا تفکر ستر سال کی عبادت کے برابر ہے، متوسط کا ایک ساعت کا تفکر ایک ہزار سال کی عبادت کے ثواب کے برابر ہے اور منتہی کا ایک ساعت کا تفکر تمام جن و انس کی عبادت کے ثواب کے برابر ہے۔ اسی تفکر سے ذات کی حضوری، مشاہدہ اور تجلی انوار حاصل ہوتا ہے اور فنا فی اللہ میں غرق ہو کر دیدار نصیب ہوتا ہے۔ یہ تفکر زمین و آسمان کے طبقات اور صفات و درجات کے بارے میں نہیں ہوتا۔

### شرح اسم اللہ ذات و اسم محمد ﷺ

اگر روئے زمین پر موجود تمام دریا اور آسمان کی بارش کا پانی سیاہی بن جائے اور زمین کا غذا کا صفحہ بن جائے اور تمام درخت اور گھاس وغیرہ قلمیں بن جائیں اور تمام جن و انس اور فرشتے اور اٹھارہ ہزار مخلوقات کا تب اور لکھنے والے بن جائیں اور روز قیامت تک لکھتے رہیں تو بھی اسم اللہ ذات مشق مرقوم وجودیہ کا ثواب نہیں لکھ سکتے۔ ان مراتب کی قدر اس وقت معلوم ہوتی ہے جب مرشد کامل اسم اللہ ذات کے ذریعے توحید اور معرفت کا انکشاف کرتا ہے اور اسم اللہ ذات سے طالب کو لاہوت لامکان کا مشاہدہ کرا دیتا ہے۔



چنان کن جسم را در اسم پنہاں کہ مے گردد الف در بسم پنہاں

ترجمہ: جسم کو اسم اللہ ذات میں اس طرح پنہاں کر دے جیسے بسم میں الف پوشیدہ ہے۔

قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِذًا ذَا لِكَلِمَتٍ رَبِّي كَبَدًا اِگر سمندر میرے رب کی باتیں لکھنے  
لِنَفِذِ الْبَحْرِ قَبْلَ اَنْ تَنْفَذَ كَلِمَتٍ رَبِّي کے لیے سیاہی بن جائیں تو ضرور سمندر ختم  
وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَذًا (الکھف) ہو جائیں گے مگر میرے رب کی باتیں ختم

نہ ہوں گی اگرچہ ہم ویسا ہی اور اس کی مدد  
کو لے آئیں۔

جو اسم اللہ کو پڑھتا ہے اسم اللہ دائمی طور پر اس کے ساتھ رہتا ہے۔ مرشد کامل کے  
لیے ہر تصرف کیمیا، اور ہر تصرف قرب اللہ حضور اور روشن ضمیری اور حکمت اور امیری عطا  
کرنا آسان کام ہے۔ جب تک سیما بکشتہ نہ ہو جائے کھانے کے قابل نہیں ہوتا اور  
اس کا کشتہ عامل کیمیا کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ ویسے ہزاروں مہوس اپنا خانہ خراب کرتے  
ہیں اور عمل اکسیر سے محروم رہتے ہیں۔ اسی طرح کوئی بھی شخص کامل فقیر نہیں بن سکتا  
جب تک مرشد اس کی دہگیری نہ کرے چاہے وہ بظاہر مخلوق کے ہجوم اور غوغا کے باعث  
معظم اور مخدوم ہی کیوں نہ بنا پھرے۔

عامل شدی کامل شدی اکمل کجا گر شوی تو غوث و قطب و سر ہوا  
راہ فقرش دیگر قرب از حضور ذات با ذات است نورش یافت نور  
ترجمہ: اگر تو بظاہر عامل کامل اور اکمل بھی بن جائے اور غوث و قطب بن کر بھی اتراتا پھرے لیکن قرب  
حضور اور فقر کی راہ الگ ہے۔ راہ فقر میں ذات کے ساتھ ذات مل جاتی ہے اور نور سے نور ملتا ہے۔

تو جس قدر بھی بلند مراتب تک پہنچ جائے۔ اگر پانی پر تیرتا پھرے تو محض تنکا ہے  
اور اگر ہوا میں اڑتا پھرے تو محض مکھی ہے۔ یہ تمام شعبہ بازی ہے اور فقر محمدی صلی اللہ  
علیہ وسلم سے مطلق حجاب میں ہے اور معرفت اور توحید سے دور ہے۔ مرشد اور پیر کامل  
کی توجہ سے ہر دو جہان کو پلک جھپکنے میں طے کیا جاسکتا ہے۔ ایسے شخص کو پڑھنے لکھنے

اور قلم پکڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ ان مراتب کا حاصل کرنا بھی آسان کام ہے۔ یہ بازی گری کے مراتب ہیں، ان کا طالب اور خریدار نہ بن۔ اگر ان کے پیچھے پڑے گا تو نرا حیوان ہے۔ پس معرفت اور اللہ کی توحید کا راستہ کونسا ہے: وہ مطلق حضوری اور قرب الہی کا راستہ ہے۔ تصور نور کیا ہوتا ہے اور کیسے حاصل ہوتا ہے اسے مرشد کامل سے طلب کرنا چاہیے اور مرشد کا فرمان کیا ہے۔ وہ تو تصور اسم اللہ ذات کے ذریعے مشاہدہ کراتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اس طرح کیا نظر آتا ہے، کیا ملتا ہے اور کیا شناخت کرتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ دیکھتا عین سے ہے، حاصل عنایت سے کرتا ہے اور شناخت ولایت سے کرتا ہے۔ جس میں لاحد ولا عدد اور مطلق ایسی ہدایت ہے جو وہم و گمان میں نہیں آتی۔ اس مقام پر وہ شخص پہنچ سکتا ہے جو نور سے مشرف ہوتا ہے اور نور بے جسم و جان ہوتا ہے۔

مجھے معلوم ہے کہ انسان کی پیدائش عبادت اور دائمی امتحان کے لیے ہوئی ہے۔ نفس پروری اور دنیا کی لذات اور آسائش کے لیے انسان کو پیدا نہیں کیا گیا اور نہ ہی اس کی پیدائش دنیاوی روزگار، معاش اور خور و نوش کے لیے ہوئی ہے۔ ہوس دل سے نکال دے، شیطانی حیل و حجت کو چھوڑ دے اور اللہ کی معرفت میں داخل ہو جا۔

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ فِي نَظَرِ بَاطِنِ اس کی طرف کر لیا جس السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ خَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ (الانعام)

روئے خود آوردہ ام با روئے تو نَحْنُ أَقْرَبُ گفتم با ماخن تو خن زان الہام شد رحمت کرم ہر کہ وحدت یافت آں رانیت غم

ترجمہ: اے اللہ میں نے اپنا رخ تیری طرف کر دیا۔ کیونکہ تو نے نَحْنُ أَقْرَبُ فرمایا ہے۔

۲۔ اور یہ بات اس کی رحمت اور کرم کا الہام ہے اور جس نے اللہ کی وحدت کو پالیا اس کو کوئی غم نہیں۔

عارف کا وہ کونسا بلند تر اور عظیم تر مقام ہے کہ وہ ایک ہی نظر اور طرفۃ العین میں

طالب کو ہدایت اور فقر تمام بخش دیتا ہے۔ یہ سب کچھ تصور اور حضور سے ہوتا ہے اور تصور کی ابتداء اور انتہا کیا ہے۔ تصور کیا شے ہے اور متوسط تصور کسے کہتے ہیں۔ تصور ایک ایسی قوت اور توفیق ہے کہ صاحب تصور جس طرف متوجہ ہوتا ہے وہاں پہنچ جاتا ہے۔ چاہے وہ غیب الغیب خدا کا تصور ہی کیوں نہ کرے وہ بلاشبہ خدا کی حضوری میں پہنچ جاتا ہے۔ یا یہ تصور صاحب تصور پر اللہ تعالیٰ کو مہربان کر دیتا ہے۔ تصور اللہ کا قرب اور حضوری بخشنے والا ہے۔ صاحب تصور کو کسی وسیلے، طریق اور راہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کیونکہ راستوں میں راہزنی اور سراسر آفات ہوتی ہیں۔

اے ناقص احمق! مرشد سے نظر اور نگاہ کی ناظرات اور حاضرات اور تصور باطن طلب کر۔ اور وہ یوں کہ ایک شخص کی صورت کو تصور میں لائے اور اسے خواب، مراقبہ یا استخارہ کے ذریعے ظاہری طور پر باطنی تعلیم و تلقین کرے اور پھر اسے رو برو لائے۔ اس طرح تصرف باطنی ظاہری تصرف میں آ جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ صاحب تصور عامل ہے اور صاحب تصور اپنی توجہ سے حجاب اٹھا دیتا ہے اور اس طرح اعتبار پیدا ہوتا ہے۔

## شرح یقین

یقین ایک علم ہے۔ عالم یقین والا ہوتا ہے اور جاہل بے دین ہے۔ علم یقین تین طرح کا ہے اور تین اسماء کے ساتھ ہے: اول علم الیقین، علماء کو علم پر یقین ہوتا ہے، دوم عین الیقین، یہ مجربوں کا مرتبہ ہے جو عین بعین دیکھ لیتے ہیں اور اپنے آپ سے بے خبر ہوتے ہیں اور اپنے آپ کو زیروبالا کے تماشے میں ہاتھ نہیں ڈالتے، سوم علم حق الیقین جو مجربوں کا مرتبہ ہے اور جو بہت مرغوب ہے اور طالبوں کو مطلوب تک پہنچا دیتا ہے۔ حق الیقین والا حق تک پہنچتا ہے اور حق سے حق پاتا ہے اور خود درمیان میں نہیں آتا۔ خود کو فنا کر دیتا ہے۔ اول مرشد کامل تجرید کے ذریعے آزمائش اور امتحان کرتا ہے تاکہ

طالب مرید کو جمعیت حاصل ہو سکے اور حضرات اسم اللہ ذات سے مردہ اور زندہ جن و انس اور فرشتے طالب کے مسخر ہو جاتے ہیں اور تمام انوار کی تجلیات اور احوال و مشاہدات کو دیکھ لیتا ہے کیونکہ مرشد سب کچھ دکھا دیتا ہے۔ اس کے بعد طالب کا یقین درست ہوتا ہے۔

الْمُرِيدُ لَا يُرِيدُ۔ جس نے بھی اللہ کی معرفت کا خزانہ پایا فقیر ہی سے پایا اور فقر کو اپنا رفیق بنایا۔ اور فقیر اور فقر میں کیا فرق ہے۔ صاحب مرتبہ فقر ہمیشہ حضوری کے مشاہدہ کا لطف اٹھاتا ہے اور فقیر مدام فاقہ اور مجاہدے میں رہتا ہے۔ حقیقی زندگی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اور تمام امت کی زندگی اور محبت ان ہی سے ہے۔ جو شخص حیات النبی ﷺ کو حیات نہیں سمجھتا اور ان کو مردہ جانتا ہے اس کے منہ میں خاک ہے وہ رو سیاہ ہے اور دنیا و آخرت میں محمد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت سے محروم ہے۔ وہ منافق اور جھوٹا ہے اور نبی کی امت میں سے نہیں ہے۔

حدیث

الْكَذَّابُ لَيْسَ مِنْ أُمَّتِي جھوٹا میری امت میں سے نہیں ہے۔

ایسا شخص بد بخت ہے اور علم تصرف، تصوف اور طریق سے بے خبر ہے اور اسی لیے زندیقوں میں سے ہے۔ ظاہری موت انبیاء اور اولیاء اللہ کے لیے مشاہدہ حضوری اور معراج ہے کیونکہ موت کے بعد انبیاء اور اولیاء اللہ کو ترقی اور سیر درجات اور دائمی زندگی عطا ہوتی ہے اور وہ دارین میں بندوں اور رب دونوں کے درمیان زندہ اور حیات ہیں اور جو شخص اخلاص اور یقین کے ساتھ محمد رسول اللہ ﷺ کو یاد کرتا ہے اور کہتا ہے یا رسول اللہ! میری فریاد سنو۔ تو اسی وقت رسول اللہ ﷺ لشکر اصحاب کے ہجوم کے ساتھ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں اور عیاں طور پر کھلی آنکھ سے اس کو زیارت ہوتی ہے اور وہ اپنا سر محمد رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک پر رکھتا ہے اور آپ کے



قدموں کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بناتا ہے۔ اور جو بے اخلاص اور بے ادب ہے اور بے یقین ہے اگر وہ دن رات نوافل پڑھتا رہے تو بھی حجاب میں رہتا ہے اور مرشد کامل باطنی طریقے اور اپنی توفیق سے محمد رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں طالب کو پہنچا دیتا ہے۔ اس حقیقت کو احمق مردہ دل کیا جانے چاہے وہ تمام عمر علم حاصل کرتا رہے۔

جان لے کہ طالب مردود اور مرید مرتد جو کسی حال میں بھی پیر و مرشد کی بات کا اعتبار نہ کرے اور اللہ کی معرفت، وصال اور حضوری جمال پر یقین نہ رکھے تو ایسے مردود طالب اور مرتد مرید کی بیماری اور مرض کا کیا علاج ہے۔ ایسے بے یقین اور اور بے دین مرید کی شافی دوا یہ ہے کہ اسے حضوری میں پہنچا دے اور اللہ کی لقاء سے مشرف کر دے۔ اگر وہ یقین کے ساتھ مشاہدہ کر لے گا اور ہر حال دیکھ لے گا تو صاحب وصال ہو جائے گا ورنہ وہ رجعت کھا کر لازوال عوارض میں مبتلا ہو جائے گا اور دنیا کی طلب میں زن مرید اور نفس پرست اور خود نما ہو جائے گا۔

خبردار رہ راہ فقر میں صرف وہی شخص قدم رکھے جو پیر و مرشد کو اپنا پیشوا اور وسیلہ بنائے اور یقین کا سامان اس کے پاس ہو تو پھر پیر و مرشد ہوشیاری کے ساتھ طالب مرید کی نگہبانی کرتا ہے جیسے ماں شیر خوار بچے کی نگہبانی کرتی ہے اور اس بات پر یقین رکھے۔  
الصَّبِيُّ صَبِيٌّ وَلَوْ كَانَ ابْنُ النَّبِيِّ۔ بچہ آخر بچہ ہی ہوتا ہے چاہے وہ نبی کا بچہ ہی کیوں نہ ہو۔

جس کو اس راستے کا درد حاصل نہیں وہ مرد ہی نہیں۔

حدیث:

طَالِبُ الدُّنْيَا مُخَنَّثٌ وَ طَالِبُ الْعُقْبَى دُنْيَا كَا طَالِبٍ مُخَنَّثٍ هُوَ، عَقْبَى كَا طَالِبٍ مُؤَنَّثٌ وَ طَالِبُ الْمَوْلَى مُذَكَّرٌ۔ مؤنث ہے اور مولیٰ کا طالب ہی مرد ہے۔  
طالب مرید قادری اگر سات دن تک ذکر کرے اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی ضرب دل

پر لگائے تو اس کے ہفت اندام سر سے لے کر قدم تک نور ہو جاتے ہیں اور پھر ایک ہفتہ کے بعد اسے حضوری کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔

طالبانِ مدعی شیطان صفت در شکایت با حکایت معرفت

ترجمہ: جو طالب مدعی بن کر بیٹھ جائے وہ شیطان صفت ہوتا ہے اور معرفت کی شکایت کرتا ہے۔

پہلے مرشد کامل طالب کو جس علم کی تلقین کرتا ہے وہ علم دعوت ہے تاکہ اس کے تمام مطالب پورے ہو جائیں۔ علم دعوت طالب کے لیے عین نما ہے اور ہر کام کو آسان بناتا ہے۔ علم دعوت ایک امر غالب ہے اور اطمینان بخشتا ہے۔ جو طالب علم دعوت حاصل کر لیتا ہے تو کل مخلوقات اس سے گفتگو کرتی ہے۔ اگر جنگل میں جائے تو نباتات جڑی بوٹیاں اس سے کہتی ہیں کہ اے اللہ کے ولی! مجھے اپنے ساتھ لے جا۔ کیونکہ میں کیمیا اور اکسیر کی ترکیب کی بوٹی ہوں۔ مجھے تانبے میں ملائے گا تو سونا بن جائے گا۔ اگر طالب قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے تو اسم اعظم اسے آواز دے گا کہ میری تلاوت کر اور تیرا جو بھی مقصد اور مطلب ہے اس کے لیے میری تلاوت کر کیونکہ یہی جمعیت کل ہے اور روزِ جمعہ کی نیک ساعت اسے آواز دیتی ہے اور کہتی ہے کہ میری سعد ساعت میں تیری ہر بات قبول ہوگی۔ اگر پہاڑوں میں جائے تو اسے پتھروں میں سے آواز آتی ہے کہ اے اللہ کے ولی! میں ہی سنگ پارس ہوں۔ میرا پتھروں میں کوئی کام نہیں، مجھے پتھروں سے اٹھا لے اور سخت لوہے کے ساتھ چسپاں کر دے تو وہ لوہا میرے ساتھ لگنے سے سونا بن جائے گا۔ جو شخص قرآن مجید سے اولیاء کی قبروں پر تصورِ حضور کے ساتھ اس طرح کا علم دعوت نہیں جانتا وہ اگر علم دعوت پڑھتا ہے تو نرا احمق ہے۔ صاحبِ دعوت لایحتاج ہوتا ہے اور جو کچھ دونوں جہاں میں ہے وہ سب اس کا محتاج ہے اور اس کے تصرف میں ہے۔ علم دعوت کامل کے لیے معراج ہے اور ناقص کے لیے استدراج ہے۔ جو شخص دعوت پڑھتا ہے اسے گنجِ غیبی عنایت ہوتی ہے اور معرفت

لاریبی کی ہدایت نصیب ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ مرشد کامل سے طلب کرنا چاہیے اور مرشد کامل کی شناخت کیا ہے۔ اس کی شناخت یہ ہے کہ وہ نظر اور توجہ سے حضور تک پہنچا دے اور پھر تفکر اور تصرف کے ذریعے اسے واپس لے آئے۔ وہ زبان سے نہ کچھ پڑھتا ہے نہ کچھ کہتا ہے مکمل خاموشی اختیار کر لیتا ہے۔ اس سلسلے میں بعض کی خاموشی مکر اور فریب سے ہوتی ہے۔ اہل مکر کا مراقبہ بھی مردود ہے یعنی اس کی بنیاد خطرات شیطانی پر ہوتی ہے اور اہل معرفت کا مراقبہ محمود ہوتا ہے اس کی اصل ذات الہی سے ہوتی ہے۔ اس راستے میں دیکھنے والی آنکھ درکار ہوتی ہے۔ آنکھ سے آنکھ مشاہدہ کرے اور آنکھ کے ساتھ آنکھ کھل جائے تو وہ آنکھ لَا تَخْفُ وَلَا تَحْزَنُ کے مصداق ہوتی ہے۔ اور یہ بات ان عاشقوں کو نصیب ہوتی ہے جو انتہائی ہدایت یافتہ ہوتے ہیں۔ جو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے اسے ہدایت و ہدایت یاد نہیں رہتی۔ اس کے برعکس زاہد دوزخ کے خوف سے رنجور ہوتا ہے لیکن عاشق ہمیشہ اشتیاق میں سرور ہوتا ہے۔ عالم صرف علم پر مغرور ہے اور فقیر حضوری کے نور میں مستور ہے۔ یہ ہے توحید جو اس عالم فاضل کو حاصل ہوتی ہے جو مکمل علم بھی حاصل کر لیتا ہے اور جس کو محمد رسول اللہ ﷺ کے حکم سے کوئی فقیر کامل ولی اللہ ظاہری اور باطنی توجہ بھی کرے۔ پس معلوم ہوا کہ فقراء اور اولیاء ہی علماء کو فیض اور فضل عطا کرتے ہیں۔ اکثر علماء فقیروں کو دیکھ کر غضب میں آ جاتے ہیں اور حسد کی وجہ سے فقیر کو دیکھ نہیں سکتے چاہے فقیر صاحب علم اور صاحب حلم ہو اور قرآن و حدیث پڑھا ہوا ہو۔ اس میں کیا حکمت ہے؟ علماء کہتے ہیں کہ ہم موج دریا ہیں، نہ خدا ہیں اور نہ خدا سے جدا ہیں۔ اور فقیر کہتے ہیں کہ ہم دریا ہیں خود خدا نہیں بلکہ دائم خدا کے ساتھ ہیں اور خدا سے جدا نہیں ہیں۔ پس علماء اور فقراء دونوں حق پر ہیں۔ علماء ابتداء ہیں اور فقراء انتہا ہیں۔ علم کے بغیر کوئی شخص خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔

اے احمق جاہل بے حیا! جاہل اسے کہتے ہیں جو کسی بھی شے کو خدا سے بہتر سمجھے۔

غرق فی التوحید گشتم ذات نور      گم شدم زان غلغلہ شہرت ظہور  
تا توانی خویش را از خلق پوش      عارفانے کے بود ایں خود فروش

ترجمہ: ۱۔ میں توحید میں گم ہو کر ذات کے ساتھ نور بن گیا اور ظاہری شہرت اور شور و غوغا سے دور رہا۔

۲۔ جہاں تک ہو سکے اپنے آپ کو لوگوں سے چھپا کر رکھ۔ عارف اس طرح خود فروشی نہیں کرتے۔

فقیر کے سر پر اللہ کا نام جلوہ گر ہوتا ہے اور اسم اللہ ذات کی عظمت اور عزت کے باعث فقیر کا ادب کرنا چاہیے۔ چاہے فقیر کی تصویر کسی دیوار پر ہی کیوں نہ ہو اور علماء کے اوپر علم کا نام ہوتا ہے اور اسم اللہ ہی سے علم سیکھا اور جانا جاتا ہے اور قرآن کی یہ پہلی آیت اللہ کے اسم اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے ساتھ نازل ہوئی:

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ اور پڑھو اپنے رب کے نام سے۔

(العلق)

پس تمام قرآن مجید اسم اللہ کی شرح اور تفسیر ہے۔ جو شخص سُحْن کی حقیقت سے اسم اللہ پڑھتا ہے اس سے کوئی علم پوشیدہ نہیں رہتا۔ یقین کر لے کہ فقیر کامل اپنی توجہ، نظر اور توفیق کے ذریعے ایک دم میں تمام دنیا کے لوگوں کو باطن میں اللہ کی معرفت اور حضوری اور توحید اِلَّا اللّٰہ تک اور مجلس محمد رسول اللہ ﷺ تک آسانی کے ساتھ پہنچا سکتا ہے اور مرتبہ حضوری، معرفت، قرب، جمعیت، گنج ولایت و ہدایت عطا کرتا ہے۔ لیکن

۱۔ سلطان بابونے یہی بات ”نور الہدیٰ“ میں بھی تحریر فرمائی ہے کہ فقیر کی تصویر بھی چاہے کسی دیوار پر کیوں نہ ہو اس کا ادب کرنا چاہیے۔ اس بات سے تنگ نظر مولوی ضرور سچ پا ہوں گے مگر واقعہ یہ ہے کہ ان میں سے بڑے بڑے سربراہ و ردہ علماء کی اپنی تصویریں روزانہ اخباروں میں چھپتی ہیں اور اس میں وہ کوئی قباحت اور گناہ محسوس نہیں کرتے۔ چند سال قبل ایک شخص نے وفاقی شرعی عدالت میں ایک دعویٰ دائر کیا تھا کہ چونکہ تصویر اسلام میں حرام ہے اس لیے کرنسی نوٹوں سے محمد علی جناح کی تصویر ہٹا دی جائے۔ اس کا فیصلہ سناتے ہوئے وفاقی شرعی عدالت نے قرآن، احادیث اور ائمہ کے اقوال کا حوالہ دیتے ہوئے تصویر کو جائز قرار دیا تھا اور اس کی حرمت کو رد کر دیا تھا۔



جو طالب مرید کم حوصلہ اور ناقص ہو اس کے وجود میں اللہ کے ان خزانوں کو محفوظ رکھنا مشکل کام ہے۔ کیونکہ کچی بھٹی کی طرح خام ناقص وجود ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے مگر پہلے مرشد کامل اپنی توجہ اور نظر سے اسے پختہ کرتا ہے بعد میں طالب مرید کو حضوری تک پہنچاتا ہے تاکہ سلامت اور قائم رہے۔

۱۔ زسادگی است بہ فرزند ہر کہ خورسند است کہ مادر و پدر غم وجود فرزند است ترجمہ: فرزند کی پیدائش پر خوش ہونا نادانی ہے کیونکہ فرزند کا وجود غم کے ماں باپ کا وجود ہے۔

علم تمام قیل و قال اور گفت و شنید پر مشتمل ہے اور حجاب اکبر ہے جو معبود کی معرفت سے روکتا ہے اور وجود کے اندر یہودی صفت نفس امارہ کو مغرور کر دیتا ہے۔ جو شخص اس مقام پر پہنچ کر نفس کو چھوڑ دے اور اسے خود پرستی کا خیال نہ رہے اسے فوراً سب کچھ معلوم ہو جاتا ہے اور وہ عین ذات کا آنکھ سے مطالعہ کرتا ہے۔ اسے رکی رواجی علم کی ضرورت نہیں رہتی۔

۱۔ اے عالم نادان کہ تو در علم غروری نزدیک بہ معبود نہ بلکہ تو دُوری کشف و ہدایہ اگر امروز بخوانی تا خدمت خاصاں کنی ہیج ندانی ترجمہ: ۱۔ اے نادان عالم تو اپنے علم پر غرور نہ کر۔ کیونکہ تو اپنے معبود کے قریب نہیں بلکہ دور ہے۔ ۲۔ کشف اور ہدایہ کتابیں پڑھنے سے کچھ نہیں بنتا۔ جب تک تو خاصاں خدا کی خدمت نہ کرے گا تجھے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

قال النبی علیہ السلام:

سَيِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُ الْفُقَرَاءِ قوم کا سردار فقرا کا خادم ہوتا ہے۔

اور دوسرا کون ہوتا ہے جو فقیروں اور درویشوں کے سامنے دم مار سکے۔

۱۔ یہ شعر کسی اور شاعر کا ہے۔

۲۔ ایہ اشعار بھی کسی اور شاعر کے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم ہے اور قدیم کو قدیم زبان سے یاد کرنا چاہیے اور قدیم کو قدیم آنکھ سے دیکھنا اور شناخت کرنا چاہیے اور قدیم کے الہام کو قدیم کان سے سننا چاہیے۔ اور قدیم زبان، قدیم آنکھ، قدیم کان اور قدیم ہوش صرف دل، قلب، روح اور سر کے لیے مخصوص ہیں۔ علم کے ذریعے تصدیق کے ساتھ قرآنی آیات کو زبانی طور پر پڑھا جاتا ہے اور علم سے اس کی تحقیق ہوتی ہے۔ تو نہ تو قدیم کے ثبوت کا اقرار کرتا ہے اور نہ تصدیق کے لیے زندہ دم رکھتا ہے۔ اس طرح بے معرفت کا حصول محض دنیاوی روزگار کے لیے ہوتا ہے۔ جس سے گوشت کا لقمہ حاصل ہوتا ہے جو غم و اندوہ اور افسوس و پریشانی کا باعث ہے۔ زبانی اقرار اور چیز ہے اور علم تصدیق الگ شے ہے۔ جس سے نفس کو فنا، دل کو زندگی اور روح کو بقاء اور حضوری حاصل ہوتی ہے اور انسان میں ادب اور حیا کا سلیقہ پیدا ہوتا ہے۔ جو اس مقام پر پہنچے وہ صحیح معنوں میں عالم ہے اور وہی عالم ولی اللہ ہوتا ہے۔

جان لے لے کہ اللہ تعالیٰ قدیم ہے اور قدیم کو قدیم زبان سے یاد کرنا چاہیے اور اسی سے کلام کرنا چاہیے اور قدیم کی شناخت اور یافت قدیم زبان سے ہوتی ہے اور قدیم کو قدیم کانوں سے سنا جاتا ہے۔ لہذا قدیم زبان دل ہے اور قدیم آنکھ روح ہے اور قدیم کان سر ہے۔ قدیم کانوں میں غفلت کی کپاس نہیں ٹھونسنی چاہیے۔ ان قدیم مراتب کو اس آیت سے پہچان لے اور آنکھ کھول لے۔

وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝ اور وہ تمہارے اندر ہے کیا تم دیکھتے نہیں۔

(الذاریت)

یہ آیت صدیق، صادق عارفوں اور علماء ربانی کے بارے میں ہے جو اہل توفیق، اہل تحقیق اور اہل تصدیق ہیں اور جو شخص شیطانی خطرات اور نفس کی قید میں ہے وہ کیا جانے۔ وہ تو باطنی علم سے بالکل اندھا ہے اور قیل و قال کے شور شر میں گرفتار ہے۔ ایسے مردہ دلوں، بے عیان، بے معرفت انسان کے ساتھ کلام اور صحبت نہ کر جو بظاہر انسان ہے مگر باطن میں حیوان ہے۔ یہ لوگ بے حضور ہیں اور اللہ کی معرفت سے محروم ہیں۔

یقین رکھ کہ آخری زمانہ بدتر ہوگا۔ اس میں اولیاء اللہ فقیر غالب اور عاشق طالب بہت کم ہوں گے۔ جو درویشوں کا منکر ہے وہ بے نصیب اور پریشان ہوتا ہے۔ فقیر کے تین مرتبے ہیں: پہلا مرتبہ علم کا ہے جس کے ذریعے اسے وارث الانبیاء کے خطاب سے یاد کیا جاتا ہے، فقراء کا دوسرا مرتبہ اور خطاب اولیاء اللہ کا ہے اور تیسرا مرتبہ فقیر کا یہ ہے کہ اسے زندہ جان اور فرحت الروح کا خطاب دیا جاتا ہے اور وہ لامکان اور حضوری میں رہتا ہے۔ طالب کا نفس شب و روز پیرو مرشد کی شکایت بیان کرتا ہے اور پیرو مرشد طالب اہل نفس کو اس شکایت اور حکایت سے باہر نکالتا ہے اور انتہا تک پہنچا دیتا ہے۔ جب اس کا نفس مقام نور میں پہنچتا ہے تو ہزار شکر ادا کرتا ہے۔ گونا گوں طعام اور نعمتیں کھاتا ہے اور میٹھے دودھ اور شہد نوش کرتا ہے اور اطلس کے زیریں لباس پہنتا ہے پھر بھی وہ ظاہر اور باطن میں ہوشیار ہوتا ہے۔

آں علم دیگر بود باشد حضور      آں علم نور است زان کلی شعور

ترجمہ: حضوری تک پہنچانے والا علم اور ہے اور وہ نوری علم ہے جس سے کلی شعور حاصل ہوتا ہے۔ وہ لوگ عجیب غافل ہیں جو جزوی عقل اور جزوی مطالعہ رکھتے ہوئے علم کلی کا دعویٰ کرتے ہیں یا کامل اور کلی فقر کے دعویدار ہیں۔ فقیر کو ظاہری اور باطنی علم کا طریق حاصل کرنے کی توفیق حاصل ہوتی ہے اور وہ حقیقی طور پر اللہ کا مقرب اور حضوری ہوتا ہے۔ وہ جز میں بھی کل کا مشاہدہ کرتا ہے۔ یہ لایحتاج فقیر کے مراتب ہیں کہ وہ ایک نظر سے زمین کی تمام مٹی کو سونا بنا سکتا ہے۔

مراز لے پیر طریقت نصیحتے یاد است      کہ غیر یاد خدا ہر چہ ہست برباد است

ترجمہ: مجھے پیر طریقت کی وہ نصیحت یاد ہے کہ خدا کی یاد کے بغیر جو کچھ بھی ہے سب برباد ہونے والا ہے۔

دولت لے بہ خراں دادند و نعمت بہ سگاں      ما امن امانیم تماشا نگراں

ترجمہ: دولت گدھوں کو اور نعمت کتوں کو دی گئی ہے ہم پر امن امانیم تماشا دیکھ رہے ہیں۔

۱۔ یہ شعر کسی اور شاعر کا ہے۔

۲۔ یہ شعر بھی کسی اور شاعر کا ہے۔

جان لے! ان مراتب کا حصول بھی آسان ہے کہ جسم سے ایک جسم نکلے پھر وہ جسم دوبارہ جسم کے اندر آ جائے۔ اپنی صورت سے خود کو ظاہر کرے اور اپنے آپ سے پیدا ہو۔ البتہ یہ کام بہت مشکل ہے کہ اس صورت کی توفیق کے ساتھ تحقیق کرے، اگر وہ مردِ کامل ہے، کہ یہ صورت نفس کی ہے یا شیطان کی ہے اور یہ صورت دنیا کی ہے یا خناس خرطوم کے وسوسہ اور خطرات کی ہے یا وہم و خیال کی صورت کی ہے یا وہ صورت مشاہدۂ احوال کی ہے یا وہ صورت علم و معرفت اور وصال کی ہے یا وہ استدراج، جنونیت، قہر اور زوال کی ہے یا وہ صورت لطیف نور اور جمالِ الہی کی ہے۔ یا وہ صورت قلب و روح کی، لوح کی تجلی کی ہے یا وہ صورت ذکر سلطان کی ہے۔ جو موج کی مانند دل کے دریا سے اٹھتی ہے اور دریائے تبسم آفتاب کی طرح تلاطم و طوفانِ نوح بن جاتی ہے۔ یا وہ صورت وسیلہ دیدار فنا فی اللہ مرشد کی ہے یا وہ صورت فریب دینے والی دنیا کے مردار کی ہے۔ اے مرد! اس کے وجود کی لذت اور اس کی نیک و بد خصلت سے اس کی تاثیر معلوم کرنی چاہیے اور اس موقع پر لا حول، درود شریف، کلمہ سُبْحَانَ اللہ اور کلمہ طیب لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ کُن کی حقیقت اور خاصیت سے پڑھنی چاہیے اور اس شکل و صورت پر دم کرنا چاہیے تو وہ صورت ہم کلام ہوگی۔ اگر وہ صورت خاص ہے تو باقی رہے گی اور ہمیشہ رفیق اور ہر حال میں وسیلہ قرب و وصال بنے گی۔ اور اگر وہ صورت زائل ہو جائے اور ہٹ جائے تو وہ زوال پذیر ہے۔ یہ مقام طریقت ہے۔ اس مقام پر بعض طالب مرید پاگل ہو جاتے ہیں۔ بعض سر اور داڑھی مونڈھا لیتے ہیں اور ننگے سر اور ننگے پاؤں بے حیا اور بے نوا ہو کر پھرتے ہیں اور خدا کی معرفت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ بعض شراب پینے کی بدعت میں مبتلا ہو کر اللہ کے قرب اور حضوری سے محروم ہو جاتے ہیں اور بعض تارک الصلوٰۃ ہو کر فنا فی اللہ ذات سے دور ہو جاتے ہیں اور بعض



غلبات جذبات میں اپنا گلا گھونٹ کر مر جاتے ہیں۔ بعض دریا میں کود کر غرق ہو جاتے ہیں یا آگ میں جل جاتے ہیں اور بعض کفر و شرک میں پڑ جاتے ہیں اور جو کچھ منہ میں آتا ہے کہہ ڈالتے ہیں اور جو کچھ حلال و حرام سامنے آتا ہے کھا لیتے ہیں اور حلال و حرام میں فرق نہیں کرتے۔ ایسے لوگ اہل الحاد، اہل فتنہ اور مایہ فساد ہوتے ہیں اور اپنے آپ کو تارک الدنیا اور آزاد منش کہتے ہیں۔ اس شیطانی فرقہ پر لعنت ہو اور وہ برباد ہوں۔ فقر کی راہ کی اصل اور ابتداء تصور اسم اللہ ذات ہے اور اسی سے وصال ہوتا ہے اور ابتداء انتہا کے مقام و مراتب حاصل ہوتے ہیں۔ صاحب تصور اسم اللہ ذات کے تمام حال احوال، افعال و اعمال اور اقوال قرب اور وصال سے ہوتے ہیں۔ جو اس راہ سے واقف نہیں ایسے خلاف شرع طالب کو ابتداء اور انتہا میں زوال نصیب ہوتا ہے۔

ہر لذتے را باز دارد حق ز نور لذتے نور است بالذت حضور

ترجمہ: ہر دنیاوی لذت حق کے نور سے روکتی ہے اور نور کی لذت حضور سے ہے۔

نور حضور اور معرفت کی لذت دونوں جہان کی لذات سے بہتر ہے جو روح اور جان عزیز کو فرحت بخشی ہے اور جس نے لذت معرفت کا لطف نہیں اٹھایا وہ انسان نہیں بلکہ حیوان ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے بے خبر ہے اور غافل اور خوار تر ہے۔

اے عالم عاقل صاحب دانش! نفس دنیا کے جیفہ مردار کی طلب میں ہے اور قلب زندہ اور بیدار ہے اور روح دیدار کی طلب میں ہے۔ تو ان تینوں خواہشوں میں سے کس کو اختیار کرے گا۔ قرآن فرماتا ہے کہ نفس کو چھوڑ دو اور دنیا کے مردار جیفہ کی طرف رخ نہ کرو اور شیطان کو دشمن سمجھو اور اس سے ہوشیار اور خبردار رہو۔ عالم وہ ہے اور فقیر کامل حق شناس اسے کہتے ہیں جو اللہ کے قرآن اور شریعت کے موافق عمل کرے اور دنیا اور نفس و شیطان کا مخالف ہو۔ تجھے ان میں سے کونسا پسند ہے؟ جواب یہ دینا چاہیے کہ اللہ

بس ماسوئی اللہ ہوس۔

طالب وصل<sup>۱</sup> شدن غایت کوتاہ نظریت دوست درد دل چوں مقیم است چہ ہجراں چہ وصال  
ترجمہ: ایسی حالت میں وصال کا طالب ہونا کوتاہ نظری ہے جب دوست دل میں مقیم ہے تو پھر ہجرو  
وصال کس زمرے میں ہے۔

مرشد حضرات اسم اللہ ذات فنا فی اللہ کے ذریعے اور حضرات اسم سرور کائنات  
صلی اللہ علیہ وسلم فنا فی الرسول کے ذریعے اور حضرات فقیر شیخ فنا فی الشیخ فنا فی اللہ ولی  
اللہ کے ذریعے قرب، معرفت اور حضوری کے مراتب عطا کرتا ہے اور حضوری تک پہنچاتا  
ہے اور ذکر، فکر، مراقبہ، ورد و وظائف میں مشغول نہیں کرتا بلکہ توجہ کی توفیق سے یک بارگی  
طالب کو حضور تک پہنچا دیتا ہے اور بغیر حضوری کے اور کوئی راہ نہیں دکھاتا۔

بے حضوری ہر طریقہ راہ زن	مرد مرشد برد حاضر انجمن
گر تو خواہی معرفت اہل از وصال	جسم پنہاں در اسم کن لازوال
در مقام لئی مع اللہ مے رسید	مے شود تجرید تفرید و توحید
فیض فضلے یافتم از مصطفیٰ	شد وجودم نور زو ینم خدا
ہر کہ منکر از خدا و از نبی	آں شود مرتد و مردود از شقی
باہو! بہر از خدا ایں رہ نماء	گر بیائی طالبا بخشم لقاء

ترجمہ: ۱۔ حضوری کے بغیر ہر طریقہ راہ زن ہے۔ مرشد اور کامل مرد مجلس نبی میں لے جاتا ہے۔

۲۔ اگر تو اہل وصال کی طرح معرفت چاہتا ہے تو اپنے جسم کو اسم اللہ ذات میں پنہاں کر کے لازوال ہو جا۔

۳۔ مرشد طالب کو لئی مع اللہ کے مقام تک پہنچا دیتا ہے اور اسے تجرید، تفرید اور توحید کا مقام مل جاتا ہے۔

۴۔ میں نے تمام فیض اور فضل محمد مصطفیٰ سے پایا ہے۔ اسی سے میرا وجود نور ہو گیا اور اسی سے میں خدا کا دیدار کرتا ہوں۔

۵۔ جو خدا اور نبی کا منکر ہے وہ مردہ، مردود اور بد بخت ہے۔

۶۔ اے باہو! اللہ کی خاطر فقر کا یہ راستہ طالبوں کو دکھا۔ اگر طالب مجھ تک آ جائے تو میں اسے لقاء الہی بخش دوں۔

۱۔ یہ شعر کسی مشہور فارسی شاعر کا ہے اور بہت بلند پایہ شعر ہے۔

طالبوں میں سے بدتر، بد بخت، بے اخلاص اور بدکار طالب وہی ہے جو مرشد کی خدمت میں بے ادبی کرتا ہے اور پھر مدعی بن بیٹھتا ہے اور ایام اور ماہ و سال شمار کرتا ہے اور تمام عمر ادب کا طریق اختیار نہیں کرتا وہ سلب اور مرتبہ طلب سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس لیے مرد مرشد تصور اسم اللہ ذات کے نور سے یا عمل دعوت القبور کی قوت سے طالب کو ایک نیا مرتبہ اور ایک نیا مقام ہر روز عطا کرتا ہے اور بغیر ریاضت اور بغیر تکلیف کے خزانہ بخشا ہے۔ جان لے کہ ابتدائے فقر میں طالب فقیر کو دو مراتب ملتے ہیں: ایک یہ کہ جس قدر دولت، نعمت اور خزانے روئے زمین پر ہیں ان کا تصرف حاصل ہو جاتا ہے اور مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک اور قاف سے قاف تک تمام جن و انسان، درندے، پرندے، موکل اور فرشتے اور ملک سلیمانی کے دیو اس کے تابع فرمان ہو جاتے ہیں لیکن وہ دنیا اور ملک سلیمانی کو فانی سمجھتا ہے۔ اس لیے وہ دنیا کی بادشاہی کو قبول نہیں کرتا کیونکہ ہزار بادشاہتوں سے یہ بہتر ہے کہ ایک دم توفیق کے ساتھ حضوری، معرفت اور قرب الہی میں گزرے۔ دوسرا مرتبہ فقیر کا یہ ہے کہ اگر وہ چاہے تو ایک مفلس بھکاری کو روزِ اول توجہ کی توفیق کے ساتھ ہفت اقلیم کی بادشاہی کے مسند پر بٹھا دے اور ہفت اقلیم کے بادشاہ کو مقام بادشاہی سے معزول کر دے۔ اس قسم کے کام فقیر اہل حضور، فنا فی اللہ ذات کے ہیں۔ جس نے بغیر لشکر کے بلا تکلیف گنج اور بادشاہی کا تصرف حاصل کیا اللہ کے فقیر سے حاصل کیا اور فقیر کو ہمیشہ اپنا مددگار بنایا۔ معلوم رہے کہ علم اور ہنر کیمیا خدا کے فقیر کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ وہی یہ ہنر دلاتا اور عطا کرتا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ جس شخص کے دل میں علم کیمیا کسیر کی ترکیب کا شوق پیدا ہوتا ہے وہ علم کیمیا کی ترکیب سے مہوس کی طرح بے نصیب ہوتا ہے اور اس حکمت، اس کے دور کی صحیح ترکیب سے مطلق بے خبر بخیل اور رقیب ہوتا ہے اور اس راہ میں شوخ، بے حیا بن جاتا ہے اور طلب کیمیا کے افسوس اور غم میں قبر تک پہنچ جاتا ہے۔ لیکن فقیر اولیاء اللہ کی نظر سے اس کا عطا ہونا آسان ہے مگر فقیر اولیاء اللہ طالبوں کو دنیا کا یہ تصرف اس

لیے عطا نہیں کرتے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے باغی نہ ہو جائے۔  
 وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَكِنْ يُنْزِلُ بِقَدَرِ مَا يَشَاءُ ۚ كَرْدِیتا تو وہ ضرور زمین میں فساد پھیلاتے  
 إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ" (الشوری) لیکن وہ اندازے سے اتارتا ہے جتنا  
 چاہے۔ بے شک اپنے بندوں سے خبردار  
 ہے اور انہیں دیکھتا ہے۔

علمِ کیمیا کا عمل اور ہنر ایک بیماری اور زحمت ہے اور کیمیا گر جہان میں چور کی  
 طرح ہے اور ایمان کا دشمن ہے۔ کیمیا گر کا چہرہ ہمیشہ عبرت اور حیرت سے پریشان رہتا  
 ہے اور اس سے بات کرنا اور اس کی مجلس میں بیٹھنا شیطانی وسوسہ میں سے ہے۔ کیمیا  
 کی اصل دوائی ایک دام میں مل جاتی ہے جو اس سے زیادہ طلب کرے وہ جھوٹا اور عمل  
 کیمیا میں ناکام ہے۔

کیمیا ہنر است من ہادی کرم	ہر کہ بیند روئے من زان رفتہ غم
کیمیا ہنر است من رہبر از خدا	مے شناسم طالبان لائق لقاء
کیمیا ہنر است من دائم کمال	ہر کمالے را بود آخر زوال
کیمیا ہنر است من دائم شناس	نیک و بد را مے شناسم از قیاس
نظر من ازل و ابد آہ آہ آہ	بازگاہش بادلیش یافت راہ
ہر عمل را در عمل آوردہ ایم	ہر تصرف خوردہ بخود بردہ ایم
باہو نفس را رسوا کنم بہر از گدا	بر ہر درے قد مے زخم بہر از خدا

ترجمہ: ۱۔ کیمیا ایک ہنر ہے اور میں اللہ کے فضل و کرم سے ہدایت دینے والا ہوں۔

۲۔ کیمیا ایک ہنر ہے مگر میں خدا کی طرف رہنمائی کرنے والا ہوں اور لائق لقاء طالبوں کی شناخت کرتا ہوں۔

۳۔ کیمیا ایک ہنر ہے اور مجھے دائمی کمال فقر حاصل ہے جبکہ دوسرے تمام کمالات کو زوال ہے۔

۴۔ کیمیا ایک ہنر ہے مگر میں نیک و بد کو محض قیاس ہی سے شناخت کر لیتا ہوں۔



۵۔ میری نظر ازل اور ابد پر ہے اور میں نگاہ اور خیال سے ہی راہ دکھا دیتا ہوں۔

۶۔ میں نے ہر عمل کو حاصل کیا ہے اور ہر تصرف میرے اختیار میں ہے۔

۷۔ باہو میں گدائی کر کے اپنے نفس کو رسوا کرتا ہوں اور ہر در پر اللہ کی خاطر جاتا ہوں۔

جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ کیمیا کا علم جانتا ہے یا وہ عارف باللہ اور خدا کا فقیر ہے تو وہ نہ کیمیا جانتا ہے نہ وہ عارف باللہ ہوتا ہے۔ جو جانتا ہے وہ بیان نہیں کرتا اور صرف توجہ سے کام کرتا ہے۔ جس پر وہ مہربان ہو جائے اسے مشاہدہ کرا دیتا ہے اور طالب صادق جاں نثار کو ثواب کی خاطر اور خدا کے لیے یہ سب کچھ عطا کر دیتا ہے اور طالب کم حوصلہ کو اس سے آگاہ کرنا اپنی گردن پر وبال اور زوال لینے کے مترادف ہے اور یہ غلطی ہے اور خرابی کا بھی باعث ہے۔



## شرح حاضرات اسم اللہ ذات و حاضرات کلمہ طیبہ متبرکات

جو شخص بھوک سے لاچار ہو جائے اور طاعت و عبادت کی طاقت نہ رکھے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے مقدر پر راضی رہے اس کے لیے سوال کرنا حلال اور روا ہے۔

حدیث

وَمَنْ جَاعَ وَلَمْ يُسْئَلْ فَمَاءَ دَخَلَ النَّارِ جو بھوکا ہو اور سوال نہ کرے اور بھوک سے مر جائے وہ جہنم میں جائے گا۔

وَأَمَّا السَّائِلُ فَلَا تَنْهَرُوهُ (الضحیٰ) اور سائل کو مت جھڑکو۔

حاضرات اسم اللہ ذات و حاضرات کلمہ طیب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ متبرکات میں ہے۔ اس سے عامل اللہ کا ولی طالب عامل کو اپنے سامنے حاضر کر کے جہان کے کل و جز اور تمام دفاتر باطنی و ظاہری اور تمام مخلوق کی حاضرات کن فیکون کہہ کر کھول دیتا ہے اور کونین کا تماشا ناخن کی پشت پر یا ہتھیلی پر دکھا دیتا ہے۔ یا عالم صاحب تفسیر کو روشن ضمیری کے آئینے میں دکھا دیتا ہے اور ماضی حال اور مستقبل کے حالات کا مشاہدہ کرا دیتا ہے۔ اسم اللہ ذات کی حاضرات سے شوق، توفیق اور تحقیق کے ساتھ طالب کے ہفت اندام اور تمام جشہ نور بن جاتا ہے اور دم دم سے اور جشہ جشہ سے جدا ہو جاتا ہے۔ یہ انتقال کی کیفیت وصال کی جمعیت اور تحقیق اور نعم البدل سے پیدا ہوتی ہے۔ بعض کو ظاہری تحقیق اور باطنی توفیق ملتی ہے اور بعض پر ظاہر باطن عیاں ہو جاتا ہے۔ یا خواب اور مراقبہ یا موت کی طرح استغراق میں خلق سے جدائی اور اللہ سے یکتائی نصیب ہوتی ہے اور مراتب مُؤْتُوا قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا ملتے ہیں۔ اس پر تعجب نہیں کرنا چاہیے اور عیب نہ نکالنا چاہیے اور اس کا انکار نہ کرنا چاہیے کیونکہ یہ غیب قرآنی آیات سے ثابت ہے۔

لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ اور اس میں کوئی شک نہیں اس میں تقویٰ  
يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ (البقرہ) والوں کے لیے ہدایت ہے اور جو غیب پر  
ایمان لائے۔

اس کے علاوہ آزمائش اور امتحان اور تجربے کے لیے بھی حضرات اسم اللہ ذات  
کامل کیا جاتا ہے۔ اس سے تمام ارواح اہل قبور اس کے سامنے حاضر ہوتی ہیں اور اس  
سے کلام کرتی ہیں اور تمام احوال قبور کا مشاہدہ کراتی ہیں اور قبر میں چاہے بہار ہے یا  
آگ ہے سب اسے نظر آ جاتا ہے اور یہ تماشا دیکھتے وقت سعید اور شقی اہل قبر کا پتہ چل  
جاتا ہے۔ پھر طالب کو یقین اور اعتبار آتا ہے۔ ان غیب کی باتوں پر تعجب اور اعتراض  
نہ کرنا چاہیے جو اعتراض کرتا ہے وہ شرمندہ اور خوار ہوتا ہے۔ یہ غیب کی باتیں قرآن  
سے ثابت ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ ۖ وَ أَجْرٌ كَبِيرٌ ۝ (الملک) ہیں ان کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے۔

اور حضرات اسم اللہ ذات سے طالب کو معلوم ہو جاتا ہے کہ تمام عالم میں کون  
بانیب اور کون بے نصیب ہے اور ہر علم کا مطالعہ اور سبق وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات  
سے پڑھ لیتا ہے اور قرآن، نص و حدیث کا علم اسے عطا ہو جاتا ہے۔ جسے اس بات پر  
یقین نہیں وہ نجس اور خبیث ہے اور اسم اللہ ذات کی حضرات سے طالب ازل سے  
ابد تک کے تمام روحانیوں سے مصافحہ کرتا ہے اور ہر پیغمبر اور اس کے امتیوں کے ساتھ  
ملاقات کرتا ہے۔ حضرات کے بہت سے طریقے ہیں: چنانچہ حضرات ذات،  
حاضرات صفات، حضرات مہمات و حیات، حضرات نفسانی، حضرات جنات و جسمانی  
مؤکلات اور حضرات دفع شیطانی وغیرہ۔ اور حضرات مشاہدات طبقات قاب قوسین،  
حکمت اور علوم کے ساتھ اور حضرات نفس، قلب، روح اور سر۔ قرب حق تعالیٰ کا ادنیٰ  
اور اعلیٰ کشف اس نقش سے کھلتا ہے اور خزان کا تصرف حاصل ہوتا ہے۔

معرفت اللہ جمعیت تصرفت	علم خدایا جانتا ہے اور اس کے منہ سے جانتے ہیں	حاضریت معرفت اللہ جمعیت تصرفت
لا الہ الا الحق المبین	عَالَمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ط	ہو
معرفت لہ جمعیت تصرفت	لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ	حاضریت معرفت لہ جمعیت تصرفت

اے طالب ! جلدی میرے پاس پہنچ تا کہ تجھے دیدار اور لقاء سے مشرف کر دوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان کوئی حجاب، پردہ، دیوار اور سد سکندری حائل نہیں وہ جسے چاہتا ہے جلد تر علم غیب عطا کرتا ہے اور طالب غیب جان کر صاحب نظر ہو جاتا ہے۔ اے نفس پرست اہل ہوا! سن لے انکار نہ کر اور اللہ کی معرفت، قرب حضوری اور دیدار کا منکر نہ بن۔

اللہ شہ رگ نزدیک چوں گویند دور      باعیان بہینم دائم باحضور  
غیر مخلوق است بے صورت مثال      معرفت توحید حاصل شد وصال  
ترجمہ: اللہ شہ رگ سے بھی نزدیک ہے اسے دور کیوں کہا جاتا ہے۔ ہم اسے دائم اور عیاں طور پر دیکھتے ہیں۔

وہ غیر مخلوق اور بے صورت و بے مثال ہے اس کی معرفت سے اس کی توحید اور وصال حاصل ہوتا ہے۔ اللہ کا وصال ہفتوں، مہینوں اور سالوں کی ریاضت اور مجاہدے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ مرشد کامل حضرات اسم اللہ ذات کے ذریعے ایک ساعت میں عطا کر دیتا ہے اور ابتداء سے انتہا تک فقر، معرفت، قرب اور حضوری کا تمام مشاہدہ کرا دیتا ہے۔ طالب صادق کے لیے دو گواہ ہیں۔ ایک یہ کہ مرشد کے ہر نیک بد عمل کی آزمائش نہ کرے اور اس کے گناہ و ثواب کو نہ جانچے۔ ایسے خاص طالب کو مرشد یکبارگی اللہ کی معرفت اور



قرب تک پہنچا دیتا ہے۔ جاننا چاہیے کہ علم کیمیا اکسیر اور علم کیمیا تکسیر طالبوں کو گمراہ کر دیتا ہے اور اللہ کی معرفت اور حضوری سے روک دیتا ہے۔ ان میں اگرچہ لوگوں کی نظر میں نفع اور ثواب ہے مگر عارفوں کے لیے یہ حجاب ہے۔

حدیث:

مَنْ لَهُ الْمَوْلَى فَلَهُ الْكُلُّ  
حَسْبِيَ اللَّهُ وَكَفَى بِاللَّهِ۔  
جس کا مولیٰ ہے اس کا سب کچھ ہے۔

ہر علم من عالم کامل فقیر کل و جز در حکم شد روشن ضمیر  
ترجمہ: میں ہر علم کا عامل اور کامل فقیر ہوں۔ میں روشن ضمیر ہوں اور کل و جز میرے تصرف میں ہے۔  
طالب کو ابتداء میں تین مراتب ملتے ہیں: طلب، محبت اور شوق۔ طلب مرتبہ ہے، محبت منصب ہے اور شوق عنایت ہے۔ جب طالب راہ طلب میں قدم رکھتا ہے تو لذت نفس و طمع اور حرص دنیا کو اور معصیت شیطان کو تین طلاق دے دیتا ہے اور جو طالب روپیہ جمع کرتا ہے تو شیطان اس کا دوست بن جاتا ہے اور اس سے کبھی جدا نہیں ہوتا اور اہل دنیا کا نفس امارہ خودی سے معمور ہوتا ہے اور اس میں فرعونی خصلت، قارونی بخل، شداوی شامت اور نمرودی خرابی اور فتنہ موجود ہوتا ہے۔ مرشد کامل وہ ہے جو طالب کو جملہ مراتب اور مطالب عطا کر دے اور سب کچھ مشاہدہ کرادے اور اسی طرح اہل محبت کو منصب محبت، معرفت اور مشاہدہ حضوری بخش دے اور اسی طرح اہل شوق کو شوق عنایت کرے اور عین بعین دکھا دے۔ اور یہ تین مراتب طالب کو عطا ہوتے ہیں: اول فنا فی الشیخ کا مرتبہ ہے اس میں شیخ کی صورت نظر آتی ہے اور جس طرف نظر کرتا ہے تصرف شیخ کے مراتب دکھائی دیتے ہیں، دوم مرتبہ فنا فی الرسول کا ہے اس میں محمد رسول اللہ ﷺ کی صورت نظر آتی ہے اور طالب کے وجود سے جملہ ماسویٰ اللہ نکل جاتے ہیں جس طرف بھی نظر کرتا ہے مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نظر آتی ہے ایسا طالب با حیا با ادب

اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق اور اللہ کا معشوق ہوتا ہے، سوم مرتبہ فنا فی اللہ کا ہے اس میں اسم اللہ ذات نظر آتا ہے، نفس بالکل مرجاتا ہے۔ اسے لامکان کہتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ غیر مخلوق ہے اور اسے مخلوق، مقام ازل، ابد، دنیا و عقبیٰ اور بہشت سے تشبیہ دینا موجب کفر و شرک ہے۔ پھر مومنوں اور عاشقوں کو دیدار اور وصال کس طرح ہوتا ہے۔ مومن اور عاشق لامکان میں جسٹ نور کے ساتھ داخل ہوتے ہیں۔ ان کی روح پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے۔ جب ان کو دیدار ہوتا ہے تو مکان اور جگہ کی ایک مثالی صورت ہوتی ہے۔ دیدار کر کے عاشق صاحب بصیرت ہو جاتا ہے اور دیدار کی مستی میں بھی ہوشیار ہی رہتا ہے اور خودی سے بیزار ہوتا ہے۔ جس قدر بھی دیدار کرتا ہے اس کا دل نہیں بھرتا اور **هَلْ مِنْ مَّزِيدٍ - هَلْ مِنْ مَّزِيدٍ** ہی پکارتا ہے۔ یہ مراتب معرفت، توحید، تجرید، تفرید، عین نما، عین بقاء اور عین لقاء کے ہیں اور اسی سے قرب خدا اور حضوری حاصل ہوتی ہے۔ جس مرشد کو یہ توفیق حاصل ہو اس کے لیے طالب اور مرید بنانا جائز اور روا ہے اور جو مرشد اس راہ سے واقف نہ ہو اس کے لیے کسی کو مرید بنانا غلطی ہے۔

ذکر یک شوق است بخشد حق لقاء      ذاکران را غرق فی اللہ با خدا  
ذکر یک نور است بخشد حق حضور      کے بود ایں ذاکران بے شعور  
با ذکر ذاکر شود صاحب نظر      کے بود ایں ذاکران گاؤں و خیر  
ذاکران را شد حیاتی حق دوام      ہم صحبے باشد پیغمبر والسلام

ترجمہ: ۱۔ ذکر ایک شوق ہے جو حق کی لقاء بخشتا ہے اور ذاکروں کو اللہ کی ذات میں غرق کر دیتا ہے۔

۲۔ ذکر ایک نور ہے جو حق کی حضوری عطا کرتا ہے مگر یہ کام بے شعور ذاکروں کا نہیں۔

۳۔ ذکر سے ذاکر صاحب نظر ہو جاتا ہے مگر یہ حیوان صفت ذاکروں کا کام نہیں۔

۴۔ ذاکروں کو حق کے ساتھ دائمی زندگی ملتی ہے اور وہ پیغمبر علیہ السلام کے ہم صحبت ہوتے ہیں۔

قال علیہ السلام:

ذِكْرُ اللَّهِ فَرَضٌ "مَنْ قَبِلَ كُلَّ فَرَضٍ - اللہ کا ذکر تمام فرائض پر مقدم ہے۔"

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ مرشد کامل وہ ہے جو خود مقام ابتداء میں رہتا ہے اور طالبوں کو حضرات اسم اللہ ذات کے ذریعے مقام انتہا میں پہنچا دیتا ہے۔  
 نیست طالب آنکہ باشد بے وصال نیست مرشد آنکہ دائم با سوال ترجمہ: وہ طالب نہیں جسے وصال حاصل نہیں اور وہ مرشد نہیں جو ہمیشہ سوال کرتا پھرے۔

راہ سلوک میں مرشد طالب کو موت کے مراتب دکھا دیتا ہے۔ مثلاً جان کنی کا وقت، قبر لحد، منکر نکیر کے سوال، حشر نشر قیامت، گزر پل صراط، جنت میں داخلہ حورو قصور کا نظارہ، ذائقہ لقاء رب العالمین، زندگی ہی میں موت کے یہ مراتب خواب یا مراقبہ یا عیاں طور پر، یا دلیل کے ذریعے قطعی علم کے ساتھ یا حضرات، ناظرات اور مشاہدات، جمعیت اور جمال کے ساتھ دکھا دیتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ایسا ہی مرشد کامل ہے۔ بغیر دیکھے کسی مرشد پر یقین کرنا ناقصوں کا کام ہے اور جو مرشد ان تمام مراتب تک نہ پہنچائے وہ نامرد اور نامکمل ہے۔ کامل مرشد اور پیر طالب مرید کو حضرات اسم اللہ ذات سے ایک ساعت کے اندر حضوری اور واصل کر دیتا ہے اور مطالب اور گنج تصرف عطا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ جو شخص کلمہ طیبہ کو کُنْ فَيَكُونُ کی حقیقت سے پڑھتا ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ تو پڑھنے والا عالم، ولی، فاضل اور فقیر بن جاتا ہے۔ کلمہ طیبہ ہر علم کی کلید ہے جس قفل مطالب میں بھی اس کو ڈالا جائے اسے کھول دیتا ہے اور تمام علوم آسان ہو جاتے ہیں۔ کلمہ طیبہ ام العلوم ہے اور اللہ حی قیوم کی معرفت اور قرب عطا کرتا ہے۔ جو طالب علم حی قیوم پڑھتا ہے اسے رسمی علم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ جو کلمہ طیبہ پڑھنے والے کو جاہل کہے وہ خود مجہول، احمق اور نامعقول ہے اور مرشد کامل کی نظر میں عالم اور جاہل طالب برابر ہیں۔ کلمہ طیبہ کے چوبیس حروف ہیں اور ہر حرف میں ہزار ہا حکمتیں پوشیدہ ہیں جن کو مرشد کامل کلمہ طیبہ کے ذریعے طے کرادیتا ہے اور ہر علم کلمہ طیبہ سے عطا کرتا ہے۔ یہ ثبوت بزحق ہے کیونکہ یہ حق سے ہے۔ مرشد کامل کی نظر میں طالب جاہل و بے نصیب برابر ہے کیونکہ سب کلمہ طیبہ

پڑھتے ہیں۔ مرشد کامل بے نصیب طالب کا نصیب کلمہ طیبہ سے کھول دیتا ہے۔ جو نبی اللہ کا دوست اور کسی ولی اللہ کا طالب و مرید ہے۔ مرشد ہر نصیب کلمہ طیبہ سے عطا کرتا ہے اور حضرات کلمہ طیب سے حضوری تک پہنچا دیتا ہے کہ پھر اسے جمعیت اور نصیب کی بھی حاجت نہیں رہتی۔ پس معلوم ہوا کہ جاہل، بے نصیب و بے معرفت تو صرف کافر ہی ہوتا ہے۔

ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ اس لیے کہ مومن کا مولیٰ اللہ ہے اور الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَى لَهُمْ ۝ (محمد) کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں۔

عامل کامل وہ ہے جو اسم اور جس دم سے اہل اسم کی حضرات کو حاضر کرے اور اس سے ہم کلام ہوتا کہ طالب کے دل میں کوئی آرزو، غم اور افسوس باقی نہ رہے۔ یہ ہے اسماء الہی کے دم جس سے حضرات کرنا اور فانی اللہ کے نور میں غرق اور حضوری ہونا اور اسم محمد رسول اللہ ﷺ سے دم جس کر کے جب حضرات کی جاتی ہے تو مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کا شرف حاصل ہوتا ہے اور وہاں سے تلقین و ہدایت ہوتی ہے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، حضرت امام حسن و حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضرت شاہ محی الدین قدس اللہ سرہ العزیز، حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے اسماء مبارک کی بھی حضرات کی جاتی ہے۔ اس طرح حضرات اور ملاقات حاصل ہوتی ہے اور تمام انبیاء اور اولیاء اللہ کی ارواح کے نام کے ساتھ جس دم کے ذریعے ان کی حضرات اور ملاقات ہوتی ہے۔ اسی طرح چالیس ابدال اور زندہ و فوت شدہ غوث، قطب، فقراء اور درویشوں کے نام کے ساتھ جس دم کر کے ان کی حضرات اور ملاقات ہوتی ہے اور جس دم کے ذریعے تمام فرشتوں اور خصوصاً حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اپنے پاس حاضر کیا جاتا ہے اور ان



سے علم، الہام اور دال کا پیغام طلب کیا جاتا ہے اور علم دال آیات و احادیث اور ہر علم پر دلالت کرتا ہے اور اسی طرح حضرت میکائیل علیہ السلام سے بارش کا وعدہ لیا جاتا ہے اور حضرت اسرافیل علیہ السلام سے دم جس کے ذریعے صور پھونکنے کو کہا جاتا ہے اور جس ملک کو چاہے صور اسرافیل کے ساتھ دم جس کر کے اسے ویران کر دیتا ہے جو پھر قیامت تک آباد نہیں ہوتا اور جب حضرت عزرائیل علیہ السلام کے ساتھ دم بادم، لب بلب و ہن بادہن ہوتا ہے اور تصور کے ذریعے دم جس کرتا ہے اور جس شخص کی طرف غضب، جذب اور جلالت کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے حضرت عزرائیل علیہ السلام کا دم لیتا ہے اور پھر دشمن کے دم کو اپنے دم سے ملاتا ہے تو ایک دم میں دشمن کے دم کو ایسی سختی کے ساتھ جس اور تنگ کر دیتا ہے اور اس کا سانس لے لیتا ہے اور دشمن اسی وقت ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ حاضرات کے ذریعے اپنے نفس کو دوسروں کے نفس کے ساتھ ہم سخن اور ملاقی کراتا ہے اور ان کے احوال معلوم کرتا ہے۔ یہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ کے مراتب ہیں۔ اسی طرح صورتِ قلب سے ملاقات کو مَنْ عَرَفَ قَلْبَهُ اور صورتِ روح سے ملاقات کو مَنْ عَرَفَ رُوحَهُ اور صورتِ سر سے ملاقات کو مَنْ عَرَفَ سِرُّهُ کہتے ہیں اور جشہ نور توفیق الہی سے ملاقات کو مَنْ عَرَفَ نُورَهُ کہتے ہیں اور جشہ علم ہدایت سے ملاقات کو مَنْ عَرَفَ هِدَايَتِ الْحَقِّ کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ شیطان لعین کے جشہ کو دفع کرنے اور اپنے سامنے دنیا کو غلام کی طرح پیش کرنے کا عمل کیا جاتا ہے اور اٹھارہ ہزار عالم اور کل مخلوقات کا تماشا دیکھا جاتا ہے۔ جو مرشد طالب کو اس علم حاضرات کی تعلیم نہ دے طالب ہرگز ثابت الیقین اور لائق تلقین نہیں ہو سکتا بلکہ دین سے بے یقین، بے دین، شیطان کا دوست اور نفس لعین کا اسیر ہو جاتا ہے۔

مرد مرشد سے رساند ہر مقام      مرشد نامرد طالب زر تمام

ترجمہ: کامل مرد مرشد ہر مقام تک پہنچا دیتا ہے اور نامرد مرشد مال و زر کا طالب ہوتا ہے۔

طالب مطلوب کا طالب ہو، مرشد محبوب ہو اور عالم و استاد بے طمع ہو اور فقیر اور ولی

ایسا ہو جو با خدا ہو اور کبر و ہوا سے پاک ہو اور توکل اسے کہتے ہیں کہ خزانوں کا تصرف حاصل ہو اور وہ اس سے مسلمانوں کو نفع پہنچائے مگر خود تارک فارغ ہو۔ اگر ایسا نہیں تو پھر یہ کوئی توکل نہیں۔

از دست نارسا است کہ مکارہ پارساست  
ایں فقر اضطراری و بے حیا است

ترجمہ: مکارہ میں طاقت نہیں رہی اس لیے وہ پارسا بن گئی۔ اس طرح کا فقر اضطراری ہے اور ایسے لوگ بے حیا ہیں۔

روشن ضمیر راجہ غم از اختلاط خلق دریا بہ مشیت خاک مکر نغمے شود  
ترجمہ: روشن ضمیر کو اختلاط خلق سے کوئی نقصان نہیں ہوتا کیونکہ دریا مٹی بھر خاک سے گدلا نہیں ہوتا۔

### شرح دعوت

دعوت پڑھنے والا عامل اس مقولے پر عمل کرتا ہے کہ موذی کو ایذا رسانی سے پہلے ہی قتل کر دینا چاہیے۔ ملک اسی کا ہے جو غالب آ گیا، مال اس کا ہے جو اس کی طلب کرتا ہے اور تلوار کے قابل وہ ہے جو تلوار سے ضرب لگا سکے۔ اَقْتُلُوا الْمُؤْذِيْنَ قَبْلَ الْاِيْذَاءِ - اَلْمَلِكُ لِمَنْ غَلَبَ وَ الْمَالُ لِمَنْ طَلَبَ وَ السَّيْفُ لِمَنْ ضَرَبَ - اگر ایک طرف ایک لاکھ یا ایک کروڑ افراد پر مشتمل سوار اور پیادہ لشکر ہو اور دوسری طرف صرف ایک علم دعوت پڑھنے والا عامل کامل ہو تو اس کے ورد و وظائف شروع کرتے ہی تمام سوار اور پیادہ لشکر موکلات اور فرشتوں کی غیبی مدد سے رفع دفع ہو جائے گا۔ موکل اور فرشتے لشکریوں کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر ان کو اندھا بنا دیتے ہیں یا وہ لشکر والے پاگل ہو کر اپنے بدن کے کپڑے پھاڑ دیتے ہیں اور زمین پر گدھوں کی طرح لوٹتے ہیں، یا وہ ہمت ہار دیتے ہیں اور کسی کو تلوار چلانے کی طاقت نہیں رہتی۔

اس کے علاوہ علم دعوت کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی منافق کسی ولی اللہ فقیر کا دشمن ہو اور اہل دعوت تصور اور باطنی جذب کے ساتھ اس کی آنکھوں سے نور کھینچ لے تو وہ دونوں آنکھوں سے اندھا ہو کر ہلاک ہو جاتا ہے یا اپنی حضوری توجہ سے اس کے اعضاء بدن کو سر سے قدم تک خشک کر دیتا ہے اور وہ ہلاک ہو جاتا ہے یا غضب اور جذب جلالت سے تصور کے ذریعے اس کے جگر پر لکوار مارتا ہے تو وہ تمام عمر بیمار رہتا ہے اور ہرگز صحت یاب نہیں ہوتا۔ اس قسم کے باطنی ہتھیار عارفانِ خدا اور اولیاء اللہ کو حاصل ہوتے ہیں۔

خندہ ہا بر سینہ صافاں مے کئی ہوشیار باش ہر کہ بر آئینہ خندد ریش خندی خود کند ترجمہ: تو صاف دل لوگوں کا مذاق نہ اڑا بلکہ ہشیار رہ کیونکہ جو آئینے پر ہنستا ہے وہ اپنا مذاق اڑاتا ہے۔

علم دعوتِ کامل اور صاحب تصور کامل صاحب توفیق ہوتا ہے، وہ حق کا رفیق ہوتا ہے اور مکمل طور پر مستحمل اور ہر طرح کی تکلیف برداشت کرنے والا ہوتا ہے۔ وہ کبھی جلال میں اور کبھی جمال میں آ کر وصال حاصل کرتا ہے۔

اللہ کے طالب کے وجود میں سر اور دماغ سے لے کر ناف تک ستر مقامات ایسے ہیں جس کو نفس کے خلاف استعمال کیا جاتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک مقام پر مشقِ تفکر مرقوم کے ذریعے توحید، اللہ کی معرفت شعلہ تجلی انوار اور اللہ کا قرب اور دیدار صبحِ شام حاصل کیا جاتا ہے اور وہ ستر مقام یہ ہیں: دس مقام سر اور دماغ میں ہیں، پانچ پانچ ہر ایک آنکھ میں، دس دس دونوں کانوں میں، ایک زبان پر، پانچ سینے میں، پانچ قلب میں اور دل کے ارد گرد۔ دس ہر دو پہلوؤں میں اور پانچ ناف میں ہیں۔

نفس کی گردن مارنا اخلاص کے ساتھ مرتبہ حضوری اور مرتبہ جمعیتِ خاص ہے۔ مشق وجود یہ سے ابتداء میں لی مع اللہ کا مقام اور انتہا میں فنا فی اللہ کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ ہر عضو میں ایک غیبی لطیفہ کھلتا ہے اور نور نظر آتا ہے اور اس حضوری میں عقل کلی اور شعور کے ساتھ جواب با صواب ملتا ہے۔

فرشتہ گرچہ دارد قرب درگاہ نہ گنجد در مقام لی مع اللہ

ترجمہ: فرشتہ اگرچہ اللہ کی بارگاہ میں قرب رکھتا ہے مگر وہ مقام لئی مع اللہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

صاحب تصور کے طریقت میں دو مراتب ہیں:

وَتَوَاصَّوْا بِالْحَقِّ ۝ وَتَوَاصَّوْا اور ایک دوسرے کو حق اور صبر کی وصیت  
بِالصَّبْرِ (العصر) کرو۔

وہ حق کی تاکید کرتے ہیں اور صبر کی وصیت کرتے ہیں۔ جو حضوری میں حق کی روایت کر لیتا ہے وہ اس پر صبر اور خاموشی اختیار کرتا ہے۔

قال النبی علیہ السلام:

مَنْ عَرَفَ رَبَّهُ، فَقَدْ كَلَّ لِسَانَهُ، جو اپنے رب کو پہچان لیتا ہے اس کی زبان  
گوئی ہو جاتی ہے۔

چشم را بکشاء ہمیں رویت خدا

بالیقین و باعیان و باصفاء

ترجمہ: آنکھ کھول اور خدا کا دیدار پورے یقین اور صاف دل کے ساتھ عیاں طور پر کر۔

اللہ کے دیدار اور لقاء کی برکت ان اسماء سے برحق طور پر حاصل ہوتی ہے۔

اسم اللہ کے تصور سے اسم اللہ کے تصرف سے، اسم لہ کی توجہ سے، اسم هو کے تفکر سے اور اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور سے اور تصور مشاہدے کا وسیلہ ہے اور اسم فقر سے فیض، فضل اور رحمت عطا ہوتی ہے اور اسم مع اللہ سے رویت اور لقاء کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

(ختم شد)